كتاب الجنائز

جنازے کی کتاب

نام کتاب

کتاب الجنائز

جنازے کی کتاب

تالیف وتخریج

حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ

تحقیق وافادات:

محدث العصر علامہ ناصر الدین البانی

تاریخ اشاعت

فروری ۲۰۰۵ء

مطبوعہ

علی آصف پرنٹرز لاہور

ناشر

فقہ الحدیث پبلیکیشنز

لاہور (پاکستان)

Fiqh-ul-Hadith Publications

Mobile: 0300-4206199

E-mail: fiqhulhadith@yahoo.com

مَن يُّرِدِ اللہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ (بخاری)

اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین میں فقاہت عطا فرمادیتے ہیں،

کتاب الجنائز

جنازے کی کتاب

تالیف وتخریج

حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ

تحقیق وافادات:

محدث العصر علامہ ناصر الدین البانی

فقہ الحدیث پبلیکیشنز

لاہور (پاکستان)

نعمانی کتب خانہ

حق سٹریٹ اردو بازار لاہور (پاکستان)

فون: 042-7321865, 0333-4229127
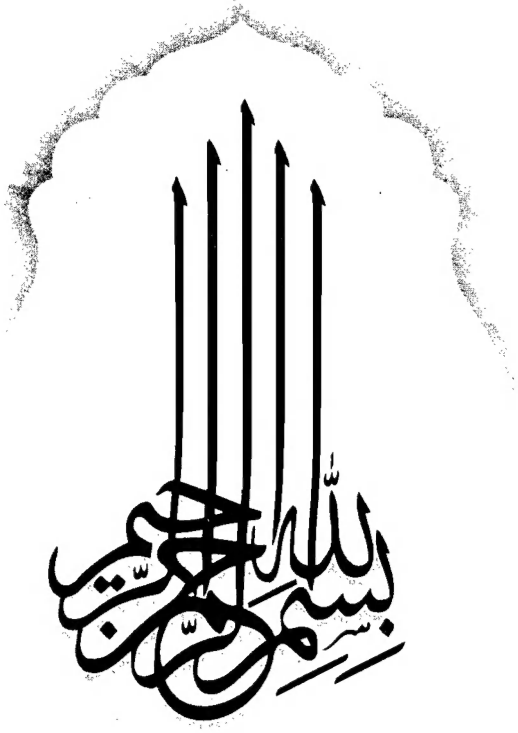
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

پیش لفظ

موت سے کسی کو مفر نہیں اور یہ ایک ایسی اٹل حقیقت ہے جو کسی لمحہ بھی انسان کو دامن گیر ہو سکتی ہے۔ لہٰذا عقل و دانش کا مالک وہی ہے جو ہر وقت اعمالِ صالحہ بجا لا کر اور محرمات سے کنارہ کش ہو کر موت کے لیے مستعد رہے۔ کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جنہیں ہم نے اپنی سابقہ حیات میں ہنستے مسکراتے' چلتے پھرتے' کھاتے پیتے اور دیگر دنیاوی لذتوں کے مزے لوٹتے دیکھا اور پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ ہم نے انہی لوگوں کو موت وحیات کی کشمش میں مبتلا' کرب والم سے دوچار' کانپتے کپکپاتے اور آخری سانسیں گنتے ہوئے بھی دیکھا۔ اَن گنت روپیہ پیسہ' اُونچے جاہ وجلال' بے پناہ شان وشوکت اور لاتعداد لاؤ لشکر کے باوجود ہم انہیں زندگی کی ایک سانس بھی زائد فراہم نہ کر سکے۔ اپنے کندھوں پر ان کا بوجھ اٹھا کر بالآخر ہم نے انہیں اُسی خاکِ ارضی کے سپرد کر دیا کہ جس پر بیٹھنا کبھی وہ اپنی شان کے خلاف تصور کیا کرتے تھے۔

اسی طرح کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جنہیں ہم نے حادثات کا شکار ہو کر' سیلابوں میں غرق ہو کر' دھماکوں کی نذر ہو کر' آگ کے اَلاؤ میں جل کر' زلزلوں میں زمیں بوس ہو کر اور طوفانوں کے گرداب میں پھنس کر اپنی اپنی سلطنتوں' جاگیروں' پگڑیوں اور اکڑی گردنوں سمیت ہلاکت وتباہی سے دوچار ہوتے دیکھا لیکن یہ تمام چشم دیدہ پُرسوز حالات اور چیختی عورتیں' بلکتے بچے' لوگوں کی آہ وبکا اور صبر واستقلال کے پیکر اہل ایمان کے خاموش آنسو بھی ہمیں سوائے چند لمحات کی افسردگی کے اور کوئی فائدہ نہ دے سکے۔ کچھ ایام کے لیے شیو روک کر ہم نے داڑھیاں تو بڑھا لیں' بے مانگ بال تو بکھیر لیے' فلمیں دیکھنا تو بند کر دیں اور پُر اشک چہرہ تو بنائے رکھا مگر گزرتے بدلتے شب وروز کے ساتھ ہی ہمارا زاویۂ فکر بھی تبدیل ہو گیا اور اس ساری اندوہناک صورتحال کو محض

ایک جھوٹا خواب سمجھ کر ہم نے بھلا دیا اور دوبارہ پہلے کی طرح دنیاوی رنگینیوں میں محو ہو گئے۔

اگر ہم نے ان مرورِ زمانہ کے حوادث سے کچھ سبق نہ سیکھا' کسی تذکار ونصیحت کو اپنے دامن میں نہ پرویا' آخرت کی فکر نہ کی' موت کے لیے کچھ تیاری نہ کی' محض دنیا کو ہی اپنا مطمح نظر بنائے رکھا' اپنے شب و روز اسی کے حصول میں صرف کر دیئے اور دنیوی علمی وفنی ارتقاء کی منازل ہی طے کرتے رہے تو ہم عصر حاضر کے جدید تقاضوں سے ہم آہنگ ہو کر وقت کے نباض' روشن خیالی کے علمبردار اور بظاہر مالدار تو بن جائیں گے مگر ایک دن یہ سانحۂ موت ہمارے ساتھ بھی پیش آ جائے گا' دوسرے لوگوں کی روح قبض کرتے کرتے ایک دن ملک الموت ہمارے پاس بھی آن پہنچیں گے اور اگر خدانخواستہ ہمارا خاتمہ اللہ تعالیٰ کی بغاوت ونافرمانی میں ملوث حالت میں ہوا تو پھر ہمارے پاس سوائے حسرت وندامت اور افسوس وپشیمانی کے کچھ نہ ہوگا۔

انسان کی موت یقیناً دو کیفیتیں لیے آتی ہے۔ اگر تو وہ اپنے پروردگار کا فرمانبردار ہوگا اور دنیا میں آخرت کی طرف کوچ کے لیے ہر لحہ تیار ہوگا تو اس کی روح قبض کرنے کے لیے خوبصورت چہروں والے فرشتے آئیں گے' اگر نافرمان ہوگا اور دنیا میں آخرت کو بھول کر صرف دنیا کے لیے ہی جیتا ہوگا تو اسے لینے سیاہ چہروں والے فرشتے آئیں گے۔ مومن کی روح جسم سے اس طرح آسانی سے نکل جائے گی جیسے مشک کا منہ کھولا جائے تو پانی کا قطرہ آسانی سے بہہ پڑتا ہے اور نافرمان کی روح کو اس طرح زبردستی کھینچ کر نکالا جائے گا جیسے گیلی اُون سے کانٹے دار لوہے کی سلاخ کو سختی سے کھینچ کر نکالا جاتا ہے۔ مومن کی روح کو جنت کے خوشبودار لباس میں لپیٹا جائے گا اور نافرمان کی روح کو جہنم کے بدبودار ٹاٹ میں۔ مومن کی روح جس آسمان سے بھی گزرے گی اس آسمان کے مقرب فرشتے عزت افزائی اور احترام بجالانے کے لیے اگلے آسمان تک ساتھ چلیں گے جیسے کوئی وقت کا حکمران تشریف لایا ہو اور نافرمان کی روح کے لیے آسمان کا کوئی دروازہ ہی نہیں کھولا جائے گا بلکہ اسے وہیں سے زمین پر دے مارا جائے گا۔

مومن کی قبر تاحدِ نگاہ کشادہ کر دی جائے گی اور نافرمان کی قبر اس قدر تنگ کر دی جائے گی کہ ایک پسلی دوسری پسلی میں پیوست ہو کر رہ جائے گی۔ مومن کی قبر میں جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جائے گا اور نافرمان کی قبر میں جہنم کی طرف۔ مومن کی قبر ٹھنڈی ہوا اور خوشبو سے معطر ہو جائے گی اور نافرمان کی قبر بادِ سموم اور بدبو سے بھر جائے گی۔ مومن کے لیے قبر میں جنت کا بستر بچھا دیا جائے گا اور نافرمان کے لیے جہنم کا۔ مومن کی قبر کو منور کر دیا جائے گا اور نافرمان کی قبر میں اندھیرا ہی اندھیرا ہوگا۔ مومن راحت وآرام کے ساتھ قبر میں

قیامت آنے کا انتظار کرتا رہے گا اور نافرمان کو بچھو' سانپ اور زہریلے کیڑے مکوڑے ڈستے رہیں گے اور بھیانک شکل کا ایک فرشتہ ایسے ہتھوڑے کے ساتھ اسے تا قیامت عذاب دیتا رہے گا کہ اگر وہ ہتھوڑا پہاڑ پر مارا جائے تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو کر مٹی ہو جائے۔

پھر اسے وہاں نہ کسی عہدیدار کی سفارش بچا سکے گی' نہ ڈگریاں کوئی فائدہ دیں گی' نہ اس کا مال اس کے کام آئے گا اور نہ ہی کوئی سگا یا سوتیلا عزیز رشتہ دار وہاں اس کی امداد کو پہنچ سکے گا بلکہ اگر کچھ کام آئے گا تو وہ صرف اعمال صالحہ ہوں گے جن کے لیے ہمارے پاس آج بھی وقت ہے۔

ہمیں آج بھی اپنی عاقبت کے متعلق سوچ لینا چاہیے۔ سابقہ گناہوں سے توبہ کر کے ایسے اعمال شروع کر دینے چاہییں جو موت کے بعد کام آئیں گے۔ دنیا کی حقیقت کو جان لینا چاہیے کہ یہ محض ایک جلوۂ سراب ہے' ایک مسافر خانہ ہے اور مسافر خانے میں محل تعمیر نہیں کیے جاتے' جاگیریں اکٹھی نہیں کی جاتیں اور ہمیشہ رہنے کے منصوبے تیار نہیں کیے جاتے بلکہ جو ایسا کرتا ہے اسے کم عقل و نادان سمجھا جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ صحابہ کو دنیا میں پردیسیوں جیسی زندگی گزارنے اور دنیا میں رہتے ہوئے آخرت اور موت کے لیے تیاری کرنے کی ترغیب دلایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے کندھے کو پکڑ کر فرمایا ''دنیا میں تو ایسے زندگی بسر کر جیسے تو پردیسی ہے یا راستہ عبور کرنے والا ہے۔'' اور پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جب تم شام کرو تو صبح کا انتظار مت کرو اور جب صبح کرو تو شام کا انتظار مت کرو۔ موت کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''لذتیں ختم کر دینے والی چیز موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔'' ایک مرتبہ ایک انصاری صحابی نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ سب سے عقلمند مومن کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ''جو موت کو کثرت سے یاد کرے اور موت کے بعد آنے والے وقت کے لیے خوب اچھی طرح تیاری کرے۔''

موت کو یاد کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی زیارت کا حکم دیا ہے۔ نیز جنازوں میں شرکت بھی موت کو یاد کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ لیکن یہ واضح رہے کہ زیارتِ قبور کے لیے وقت نکالنا ہی کافی نہیں بلکہ اس کے شرعی طریقے کا علم ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ اس میں ایسی ایسی بدعات ایجاد کر دی گئی ہیں جو انسان کو لاعلمی میں جہنم کا ایندھن بنا سکتی ہیں۔ نہ صرف زیارتِ قبور بلکہ تقریباً وفات کے تمام مسائل میں ہی بدعات وخرافات اور غیر شرعی رسوم و رواجات شامل کر دیے گئے ہیں خواہ وہ مسائل قریب المرگ شخص کے متعلق ہوں یا میت کے' غسل کے ہوں یا کفن کے' نماز جنازہ کے ہوں یا تدفین کے اور تعزیت کے ہوں یا ایصال ثواب کے۔ اس لیے ان تمام مسائل کا شرعی طور پر صحیح علم حاصل کرنا ناگزیر ہے تاکہ انسان بدعات

سے محفوظ رہ سکے اور صحیح مسنون طریقۂ کار کے مطابق تمام افعال سرانجام دے سکے۔

زیرِ نظر کتاب ''کتاب الجنائز'' میں اسلام کے چشمۂ صافی سے چھان پھٹک کر کے وہ تمام مسائل اور ان کے دلائل جمع کر دیئے گئے ہیں جو کسی بھی طرح سے وفات سے متعلقہ ہیں۔ اس کتاب میں بھی قارئین انشاءاللہ وہ تمام خوبیاں پائیں گے جو ''سلسلہ فقہ الحدیث'' کی سابقہ کتب میں موجود ہیں یعنی ہر مسئلہ با دلیل' ہر دلیل با حوالہ' ہر حدیث کی مکمل تخریج و تحقیق' کبار مفتیانِ اسلام کے فتاوی جات اور مسائل کے لحاظ سے جامعیت وغیرہ۔

شبانہ روز محنت کر کے اس قدر علمی مواد یکجا کرنے کی سعی اس لیے کی گئی ہے تاکہ عامۃ الناس اور تحقیقی اذہان کے مالک سب حضرات ان کتب سے مستفید ہو سکیں' کم قیمت میں زیادہ علمی فوائد حاصل کر سکیں اور اپنی دعاؤں میں راقم الحروف کو بھی یاد رکھیں تاکہ یہ کاوش روزِ محشر راقم کی نجات کا ذریعہ بن سکے۔

مزید برآں عصر حاضر کے اہل علم طبقہ کی طرف سے اس کتاب کے ساتھ ساتھ اس سلسلہ کی ہر کتاب کے تصنیفی یا فنی نقص کی تصحیح و اصلاح کے لیے میں ہمیشہ منتظر رہوں گا اور ان کا شکر گزار رہوں گا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ راقم الحروف کی اس کوشش کو شرفِ قبولیت سے نوازے' اسے عامۃ المسلمین کے لیے نافع بنائے' راقم کو اس سلسلہ کے بقیہ حصے بھی مکمل کرنے کی توفیق دے اور اس خدمتِ اسلام کو راقم اور اس کے اہل و عیال کے لیے ذریعۂ نجات بنائے۔ (آمین)

''وما توفیقی إلا باللہ علیہ توکلت وإلیہ انیب''

حافظ عمران ایوب لاہوری

کتبہ بتاریخ : 12 جنوری 2005ء

بمطابق : 1 ذوالحجہ 1425ھ

فون: 0300-4206199

ای میل: hfzimran_ayub@yahoo.com

بیماری اور اس کے ثواب کا بیان

بیماری کے علاج کا بیان

بیمار کی عیادت کا بیان

قریب المرگ شخص کے متعلق احکام کا بیان

حسن خاتمہ کی علامات کا بیان

فوت شدہ شخص کے متعلق احکام کا بیان

میت کو غسل دینے کا بیان

میت کو کفن دینے کا بیان

جنازے کے ساتھ چلنے کا بیان

نماز جنازہ کا بیان

میت کی تدفین کا بیان

تعزیت کا بیان

قبروں کی زیارت کا بیان

قبروں کے قریب حرام افعال کا بیان

میت کو نفع دینے والے اعمال کا بیان

جنازے کی بدعات کا بیان

چند ضروری اصطلاحات بترتیب حروف تہجی

(1)	اجتہاد	شرعی احکام کے علم کی تلاش میں ایک مجتہد کا استنباطِ احکام کے طریقے سے اپنی بھرپور ذہنی کوشش کرنا اجتہاد کہلاتا ہے۔
(2)	اجماع	اجماع سے مراد نبی ﷺ کی وفات کے بعد کسی خاص دور میں (امت مسلمہ کے) تمام مجتہدین کا کسی دلیل کے ساتھ کسی شرعی حکم پر متفق ہو جانا ہے۔
(3)	استحسان	قرآن' سنت یا اجماع کی کسی قوی دلیل کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دینا۔ اس کے علاوہ بھی اس کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں۔
(4)	استصحاب	شرعی دلیل نہ ملنے پر مجتہد کا اصل کو پکڑ لینا استصحاب کہلاتا ہے۔ واضح رہے کہ تمام نفع بخش اشیاء میں اصل اباحت ہے اور تمام ضرر رساں اشیاء میں اصل حرمت ہے۔
(5)	اصل	اصول کا واحد ہے اور اس کے پانچ معانی ہیں۔ (1) دلیل (2) قاعدہ (3) بنیاد (4) راجح بات (5) حالت مستصحبہ۔
(6)	امام	کسی بھی فن کا معروف عالم جیسے فن حدیث میں امام بخاری اور فن فقہ میں امام ابوحنیفہ۔
(7)	آحاد	خبر واحد کی جمع ہے۔ اس سے مراد ایسی حدیث ہے جس کے راویوں کی تعداد متواتر حدیث کے راویوں سے کم ہو۔
(8)	آثار	ایسے اقوال اور افعال جو صحابہ کرام اور تابعین کی طرف منقول ہوں۔
(9)	اطراف	وہ کتاب جس میں ہر حدیث کا ایسا حصہ لکھا گیا ہو جو باقی حدیث پر دلالت کرتا ہو مثلاً تحفۃ الأشراف از امام مزی وغیرہ۔
(10)	اجزاء	اجزاء جز کی جمع ہے۔ اور جزء اس چھوٹی کتاب کو کہتے ہیں جس میں ایک خاص موضوع سے متعلق بالاستیعاب احادیث جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہو مثلاً جزء رفع الیدین از امام بخاری وغیرہ۔
(11)	اربعین	حدیث کی وہ کتاب جس میں کسی بھی موضوع سے متعلقہ چالیس احادیث ہوں۔
(12)	باب	کتاب کا وہ حصہ جس میں ایک ہی نوع سے متعلقہ مسائل بیان کیے گئے ہوں۔
(13)	تعارض	ایک ہی مسئلہ میں دو مخالف احادیث کا جمع ہو جانا تعارض کہلاتا ہے۔
(14)	ترجیح	باہم مخالف دلائل میں سے کسی ایک کو عمل کے لیے زیادہ مناسب قرار دے دینا ترجیح کہلاتا ہے۔
(15)	جائز	ایسا شرعی حکم جس کے کرنے اور چھوڑنے میں اختیار ہو۔ مباح اور حلال بھی اسی کو کہتے ہیں۔
(16)	جامع	حدیث کی وہ کتاب جس میں مکمل اسلامی معلومات مثلاً عقائد' عبادات' معاملات' تفسیر' سیرت' مناقب' فتن اور روز محشر کے احوال وغیرہ سب جمع کر دیا گیا ہو۔
(17)	حدیث	ایسا قول' فعل اور تقریر جس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کی گئی ہو۔ سنت کی بھی یہی تعریف ہے۔ یاد رہے کہ تقریر سے مراد آپ ﷺ کی طرف سے کسی کام کی اجازت ہے۔
(18)	حسن	جس حدیث کے راوی حافظے کے اعتبار سے صحیح حدیث کے راویوں سے کم درجے کے ہوں۔
(19)	حرام	شارع علیہ السلام نے جس کام سے لازمی طور پر بچنے کا حکم دیا ہو نیز اس کے کرنے میں گناہ ہو جبکہ اس سے اجتناب میں ثواب ہو۔
(20)	خبر	خبر کے متعلق تین اقوال ہیں۔ (1) خبر حدیث کا ہی دوسرا نام ہے۔ (2) حدیث وہ ہے جو نبی ﷺ سے منقول ہو اور خبر وہ ہے جو کسی اور سے منقول ہو۔ (3) خبر حدیث سے عام ہے یعنی اس روایت کو بھی کہتے ہیں جو نبی ﷺ سے منقول ہو اور اس کو بھی کہتے ہیں جو کسی اور سے منقول ہو۔

(21)	راجح	ایسی رائے جو دیگر آراء کے بالمقابل زیادہ صحیح اور اقرب الی الحق ہو۔
(22)	سنن	حدیث کی وہ کتب جن میں صرف احکام کی احادیث جمع کی گئی ہوں مثلاً سنن نسائی' سنن ابن ماجہ اور سنن ابی داود وغیرہ۔
(23)	سدالذرائع	ان مباح کاموں سے روک دینا کہ جن کے ذریعے ایسی ممنوع چیز کے ارتکاب کا واضح اندیشہ ہو جو فساد و خرابی پر مشتمل ہو۔
(24)	شریعت	قرآن وسنت کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے احکامات۔
(25)	شارع	شریعت بنانے والا یعنی اللہ تعالیٰ اور مجازی طور پر اللہ کے رسول ﷺ پر بھی اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔
(26)	شاذ	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں ایک ثقہ راوی نے اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کی ہو۔
(27)	صحیح	جس حدیث کی سند متصل ہو اور اس کے تمام راوی ثقہ' دیانت دار اور قوت حافظہ کے مالک ہوں۔ نیز اس حدیث میں شذوذ اور کوئی خفیہ خرابی بھی نہ ہو۔
(28)	صحیحین	صحیح احادیث کی دو کتابیں یعنی صحیح بخاری اور صحیح مسلم۔
(29)	صحاح ستہ	معروف حدیث کی چھ کتب یعنی بخاری' مسلم' ابوداود' ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ۔
(30)	ضعیف	ایسی حدیث جس میں نہ تو صحیح حدیث کی صفات پائی جائیں اور نہ ہی حسن حدیث کی۔
(31)	عرف	عرف سے مراد ایسا قول یا فعل ہے جس سے معاشرہ مانوس ہو'اس کا عادی ہو'یا اس کا ان میں رواج ہو۔
(32)	علت	علم فقہ میں علت سے مراد وہ چیز ہے جسے شارع علیہ السلام نے کسی حکم کے وجود اور عدم میں علامت مقرر کیا ہو جیسے نشہ حرمتِ شراب کی علت ہے۔
(33)	علت	علم حدیث میں علت سے مراد ایسا خفیہ سبب ہے جو حدیث کی صحت کو نقصان پہنچاتا ہو اور اسے صرف فن حدیث کے ماہر علماء ہی سمجھتے ہوں۔
(34)	فقہ	ایسا علم جس میں اُن شرعی احکام سے بحث ہوتی ہو جن کا تعلق عمل سے ہے اور جن کو تفصیلی دلائل سے حاصل کیا جاتا ہے۔
(35)	فقیہ	علم فقہ جاننے والا بہت سمجھ دار شخص۔
(36)	فصل	باب کا ایسا جزء جس میں ایک خاص موضوع سے متعلقہ مسائل مذکور ہوں۔
(37)	فرض	شارع علیہ السلام نے جس کام کو لازمی طور پر کرنے کا حکم دیا ہو نیز اسے کرنے پر ثواب اور نہ کرنے پر گناہ ہو مثلاً نماز' روزہ وغیرہ۔
(38)	قیاس	قیاس یہ ہے کہ فرع (ایسا مسئلہ جس کے متعلق کتاب وسنت میں حکم موجود نہ ہو) کو حکم میں اصل (ایسا حکم جو کتاب وسنت میں موجود ہو) کے ساتھ اس وجہ سے ملا لینا کہ ان دونوں کے درمیان علت مشترک ہے۔
(39)	کتاب	کتاب مستقل حیثیت کے حامل مسائل کے مجموعے کو کہتے ہیں' خواہ وہ کئی انواع پر مشتمل ہو یا نہ ہو مثلاً کتاب الطہارۃ وغیرہ۔
(40)	مستحب	ایسا کام جسے کرنے میں ثواب ہو جبکہ اسے چھوڑنے میں گناہ نہ ہو مثلاً مسواک وغیرہ۔ یاد رہے کہ علم فقہ میں مندوب ، نفل اور سنت اسی کو کہتے ہیں۔
(41)	مکروہ	جس کام کو نہ کرنا اسے کرنے سے بہتر ہو اور اس سے بچنے پر ثواب ہو جبکہ اسے کرنے پر گناہ نہ ہو مثلاً کثرت سوال وغیرہ۔
(42)	مجتہد	جس شخص میں اجتہاد کا ملکہ موجود ہو یعنی اس میں فقہی مآخذ سے شریعت کے عملی احکام مستنبط کرنے کی پوری قدرت موجود ہو۔

(43)	مصالح مرسلہ	یہ ایسی مصلحت ہے کہ جس کے متعلق شارع علیہ السلام سے کوئی ایسی دلیل نہ ملتی ہو جو اس کے معتبر ہونے یا اسے لغو کرنے پر دلالت کرتی ہو۔
(44)	موقف	کسی مسئلہ میں کسی عالم کی ذاتی رائے جسے اس نے دلائل کے ذریعے اختیار کیا ہو۔
(45)	مسلک	اس کی بھی وہی تعریف ہے جو موقف کی ہے لیکن یہ لفظ مختلف مکاتب فکر کی نمائندگی کے لیے معروف ہو چکا ہے مثلاً حنفی مسلک وغیرہ۔
(46)	مذہب	لغوی طور پر اس کی بھی وہی تعریف ہے جو مسلک کی ہے لیکن عوام میں یہ لفظ دین (جیسے مذہب عیسائیت وغیرہ) اور فرقہ (جیسے حنفی مذہب وغیرہ) کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔
(47)	مراجع	وہ کتابیں جن سے کسی کتاب کی تیاری میں استفادہ کیا گیا ہو۔
(48)	متواتر	وہ حدیث جسے بیان کرنے والے راویوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہو کہ ان سب کا جھوٹ پر جمع ہو جانا عقلاً محال ہو۔
(49)	مرفوع	جس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔
(51)	موقوف	جس حدیث کو صحابی کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔
(52)	مقطوع	جس حدیث کو تابعی یا اس سے کم درجے کے کسی شخص کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔
(53)	موضوع	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں کسی من گھڑت خبر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا گیا ہو۔
(54)	مرسل	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں کوئی تابعی صحابی کے واسطے کے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرے۔
(55)	معلق	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں ابتدائے سند سے ایک یا سارے راوی ساقط ہوں۔
(56)	معضل	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کی سند کے درمیان سے اکٹھے دو یا دو سے زیادہ راوی ساقط ہوں۔
(57)	منقطع	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کی سند کسی بھی وجہ سے منقطع ہو یعنی متصل نہ ہو۔
(58)	متروک	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کے کسی راوی پر جھوٹ کی تہمت ہو۔
(59)	منکر	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کا کوئی راوی فاسق' بدعتی' بہت زیادہ غلطیاں کرنے والا یا بہت زیادہ غفلت برتنے والا ہو۔
(60)	مسند	حدیث کی وہ کتاب جس میں ہر صحابی کی احادیث کو الگ الگ جمع کیا گیا ہو مثلاً مسند شافعی وغیرہ۔
(61)	مستدرک	ایسی کتاب جس میں کسی محدث کی شرائط کے مطابق ان احادیث کو جمع کیا گیا ہو جنہیں اس محدث نے اپنی کتاب میں نقل نہیں کیا مثلاً مستدرک حاکم وغیرہ۔
(62)	مستخرج	ایسی کتاب جس میں مصنف نے کسی دوسری کتاب کی احادیث کو اپنی سند سے روایت کیا ہو مثلاً مستخرج ابو نعیم الاصبہانی وغیرہ۔
(63)	معجم	ایسی کتاب جس میں مصنف نے اپنے اساتذہ کے ناموں کی ترتیب سے احادیث جمع کی ہوں مثلاً معجم کبیر از طبرانی وغیرہ۔
(64)	نسخ	بعد میں نازل ہونے والی دلیل کے ذریعے پہلے نازل شدہ حکم کو ختم کر دینا نسخ کہلاتا ہے۔
(65)	واجب	واجب کی تعریف وہی ہے جو فرض کی ہے جمہور فقہا کے نزدیک ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ البتہ حنفی فقہا اس میں کچھ فرق کرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لفظِ '' جنائز '' جنازة کی جمع ہے' جیم کے کسرہ کے ساتھ' میت مراد ہے اور بعض نے فتحہ سے بھی یہی مراد لیا ہے یا کسرہ کے ساتھ میت اور فتحہ کے ساتھ وہ چارپائی مراد ہے جس پر میت ہو۔ علاوہ ازیں ایک قول اس کے برعکس بھی ہے یعنی کسرہ کے ساتھ وہ چارپائی مراد ہے جس پر میت پڑی ہو۔ لفظِ جنائز باب جَنَزَ یَجْنِزُ (ضرب) سے مشتق ہے جس کا معنی ''چھپانا'' مستعمل ہے۔ امام نوویؒ اور حافظ ابن حجرؒ نے لفظِ جنائز میں جیم پر صرف فتح کو ہی ثابت کیا ہے۔ (۱)

موت کو کثرت سے یاد کرنا چاہیے

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ أَكْثِرُوا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ يَعْنِي الْمَوْتَ ﴾

''لذتیں ختم کر دینے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔'' (۲)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ ایک انصاری آدمی آیا اور اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سلام عرض کیا اور کہا اے اللہ کے رسول! مومنوں میں سے کون افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

---

(۱) [القاموس المحيط (ص/٤٥٦) نيل الأوطار (٦٦٠/٢) شرح مسلم للنووى (٤٨٩/٣) فتح البارى (٤٤٣/٣)]

(۲) [**صحيح** : صحيح ابن ماجة (٣٤٣٤) كتاب الزهد : باب ذكر الموت و الاستعداد له ' ابن ماجة (٤٢٥٨) إرواء الغليل (٦٨٢) ترمذى (٢٣٠٧) كتاب الزهد : باب ما جاء في ذكر الموت ' نسائى (١٨٢٣) كتاب الجنائز : باب كثرة ذكر الموت ' مسند احمد (٧٩٣٠) ' (٢٩٢/٢) ابن حبان (٢٥٥٩) ابن أبي شيبة (٢٢٦/١٣) امام حاکمؒ اور امام ابن حبانؒ نے اسے صحیح کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔]

نے فرمایا' جس کا اخلاق سب سے اچھا ہے۔ اس نے عرض کیا کون سا مومن سب سے زیادہ عقل مند ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ أَكْثَرُهُمْ لِلْمَوْتِ ذِكْرًا وَ أَحْسَنُهُمْ لِمَا بَعْدَهُ اسْتِعْدَادًا ' أُولَئِكَ الْأَكْيَاسُ ﴾

''جو موت کو کثرت سے یاد کرے اور موت کے بعد آنے والے وقت کے لیے خوب اچھی طرح تیاری کرے وہ سب سے زیادہ عقل مند ہے۔'' (۱)

(ابن قدامہؒ) انسان کے لیے موت کو یاد کرنا اور اس کے لیے تیاری کرنا مستحب ہے۔ (۲)

(سید سابق) شارع علیہ السلام نے موت کو یاد کرنے اور عمل صالح کے ذریعے اس کے لیے تیاری کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔ (۳)

فرمانِ نبوی ہے کہ جو آج زندہ ہے وہ آج سے سو سال بعد زندہ نہیں ہوگا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے آپ کی وفات سے ایک ماہ قبل سنا' آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ تم لوگ مجھ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہو؟ اور اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور میں اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ

﴿ مَا عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ نَفْسٌ مَنْفُوسَةٌ۔ الْيَوم۔ يَأْتِي عَلَيْهَا مِائَةُ سَنَةٍ ﴾

''آج جو جان زمین کی سطح پر زندہ ہے اس پر سو سال نہیں آئیں گے۔'' (٤)

اُمت محمد ﷺ کی عمریں

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ أَعْمَارُ أُمَّتِي مَا بَيْنَ سِتِّينَ إِلَى السَّبْعِينَ وَ أَقَلُّهُمْ مَنْ يَّجُوزُ ذَلِكَ ﴾

''میری اُمت کی عمریں ساٹھ سے ستر (سال) تک ہیں اور ان میں بہت کم ایسے ہوں گے جو اس حد سے تجاوز کریں گے۔'' (٥)

---

(۱) [**صحيح** : صحيح ابن ماجة (٣٤٣٥) كتاب الزهد : باب ذكر الموت و الاستعداد له ' ابن ماجة (٤٢٥٩)]

(۲) [المغنى لابن قدامة (٣٦٠/٣)]

(۳) [فقه السنة (٢٤٨/١)]

(٤) [**صحيح** : الروض النضير (١١٠٠) التعليقات الحسان على صحيح ابن حبان (٢٩٧٦)]

(٥) [**حسن صحيح** : الصحيحة (٧٥٧) التعليقات الحسان على صحيح ابن حبان (٢٩٦٩)]

(2) ایک اور روایت میں یہ لفظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَنْ عَمَّرَهُ اللَّهُ سِتِّينَ سَنَةً فَقَدْ أَعْذَرَ إِلَيْهِ فِي الْعُمُرِ ﴾

"جسے اللہ تعالیٰ نے ساٹھ سال عمر دی اس کی طرف عمر میں عذر نہیں چھوڑا۔" (۱)

مطلب یہ ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے ساٹھ سال عمر عطا فرما دی تو اللہ تعالیٰ نے اب اس کے لیے عذر کی کوئی جگہ باقی نہیں چھوڑی کیونکہ اسے اس قدر طویل مدت تک مہلت دی ہے۔ (۲)

لمبی عمر اور اچھے عمل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِخِيَارِكُمْ ؟ قَالُوا : بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ ! قَالَ : خِيَارُكُمْ أَطْوَلُكُمْ أَعْمَارُكُمْ وَأَحْسَنُكُمْ عَمَلًا ﴾

"کیا میں تمہیں تمہارے بہترین لوگوں کے متعلق نہ بتاؤں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا' کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا' تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جن کی عمر تم میں زیادہ لمبی ہے اور عمل کے لحاظ سے وہ تم میں سب سے اچھے ہیں۔" (۳)

ابن آدم کی اُمید اس کی عمر سے بھی لمبی ہے

(1) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے چوکور خط کھینچا۔ پھر اس کے درمیان میں ایک خط کھینچا جو چوکور خط سے نکلا ہوا تھا۔ بعد ازاں درمیان والے خط کے اس حصے میں جو چوکور کے درمیان میں تھا چھوٹے چھوٹے بہت سے خط کھینچے اور پھر فرمایا کہ

﴿ هَذَا الْإِنْسَانُ وَ هَذَا أَجَلُهُ مُحِيطٌ بِهِ۔ أَوْ قَدْ أَحَاطَ بِهِ۔ وَ هَذَا الَّذِي هُوَ خَارِجٌ أَمَلُهُ وَهَذِهِ الْخُطَطُ الصِّغَارُ الْأَعْرَاضُ ، فَإِنْ أَخْطَأَهُ هَذَا نَهَشَهُ هَذَا وَإِنْ أَخْطَأَهُ هَذَا نَهَشَهُ هَذَا ﴾

"یہ انسان ہے اور یہ اس کی موت ہے جو اسے گھیرے ہوئے ہے اور یہ جو درمیانی خط باہر نکلا ہوا ہے وہ اس کی امید ہے اور چھوٹے چھوٹے خطوط اس کی دنیاوی مشکلات ہیں۔ پس انسان جب ایک مشکل سے بچ نکلتا ہے تو

---

(۱) [**صحيح** : الصحيحة (۱۰۸۹) التعليقات الحسان على صحيح ابن حبان (۲۹٦۸)]

(۲) [مزید دیکھئے: النهاية في غريب الحديث والأثر لابن الأثير (۱۷۳/۲)]

(۳) [**صحيح لغيره** : الصحيحة (۱۲۹۸) التعليقات الحسان على صحيح ابن حبان (۲۹۷۰)]

دوسری میں پھنس جاتا ہے اور دوسری سے نکلتا ہے تو تیسری میں پھنس جاتا ہے۔'' (۱)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَا يَزَالُ قَلْبُ الْكَبِيرِ شَابًّا فِي اثْنَتَيْنِ : فِي حُبِّ الدُّنْيَا وَ طُولِ الْأَمَلِ ﴾

''ہمیشہ بوڑھے آدمی کا دل دو باتوں میں جوان ہی رہتا ہے' ایک دنیا کی محبت میں اور دوسرا لمبی اُمید میں۔'' (۲)

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَالٍ لَابْتَغَى وَادِيًا ثَالِثًا ﴾

''اگر ابن آدم کے پاس مال و دولت کی دو وادیاں بھی آ جائیں تو وہ تیسری کا طلب گار ہوگا۔'' (۳)

(4) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے قریب سے گزرے جبکہ میں اور میری والدہ گھر کی کسی دیوار کو درست کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا' اے عبداللہ! یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں نے عرض کیا' گھر ٹھیک کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ الْأَمْرُ أَسْرَعُ مِنْ ذَلِكَ ﴾ ''موت اس (کے خراب ہونے سے بھی) پہلے جلد آنے والی ہے۔'' (٤)

(سلیم ہلالی) اس دنیائے فانی کو آباد کرنے کے لیے لمبی لمبی اُمیدیں لگانا مکروہ ہے۔ (٥)

---

(۱) [بخاری (٦٤١٧) کتاب الرقاق : باب فی الأمل و طوله ' ترمذی (٢٤٥٤) کتاب صفة القيامة و الرقائق والورع : باب منه ' ابن ماجة (٤٢٣١) کتاب الزهد : باب الأمل و الأجل ' مسند احمد (٣٨٥/١) نسائی فی السنن الكبرى كما فی تحفة الأشراف (٢٠/٧)]

(۲) [بخاری (٦٤٢٠) کتاب الرقاق : باب من بلغ ستين سنة فقد أعذر الله إليه فی العمر ' مسلم (١٠٤٦) کتاب الزكاة : باب كراهة الحرص على الدنيا ' ترمذی (٢٣٣٨) کتاب الزهد : باب ما جاء فی قلب الشيخ شاب على حب اثنتين ' ابن ماجة (٤٢٣٣) کتاب الزهد : باب الأمل و الأجل ' ابن حبان (٣٢١٩) شرح السنة للبغوی (٤٠٨٨) احمد (٨٠٨٧)]

(۳) [بخاری (٦٤٣٦) کتاب الرقاق : باب ما يتقى من فتنة المال ' مسلم (١٠٤٨) کتاب الزكاة : باب لو أن لابن آدم واديين لابتغى ثالثا ' ترمذی (٢٣٣٧) کتاب الزهد : باب ما جاء لو كان لابن آدم واديان من مال لابتغى ثالثا ' دارمی (٢٧٧٨) احمد (١٢٢٣٠) طيالسی (٢١٩٦) ابن حبان (٣٢٣٥) أبو يعلى (٢٨٤٩)]

(٤) [**صحيح** : صحيح ابو داود (٤٣٦١) کتاب الأدب : باب فی البناء ' ابو داود (٥٢٣٥) ترمذی (٢٣٣٥) کتاب الزهد : باب ما جاء فی قصر الأمل ' ابن ماجة (٤١٦٠) کتاب الزهد : باب فی البناء و الخراب ' ابن حبان (٢٩٩٦) احمد (١٦١/١)]

(٥) [موسوعة المناهی الشرعية (٨/٢)]

ہر جان نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے

(1) ﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَ إِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴾ [آل عمران : ۱۸۵]

''ہر جان موت کا ذائقہ چکھنے والی ہے اور قیامت کے دن تم اپنے بدلے پورے پورے دیئے جاؤ گے۔''

(2) ﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَنَبْلُوكُمْ بِالشَّرِّ وَ الْخَيْرِ فِتْنَةً وَ إِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ﴾ [الأنبياء : ۳۵]

''ہر جان موت کا ذائقہ چکھنے والی ہے۔ ہم (دنیا میں) خیر و شر کے ذریعے تمہارا امتحان لے رہے ہیں اور تم نے (مرنے کے بعد) ہمارے پاس ہی آنا ہے۔''

(3) ﴿ إِنَّكَ مَيِّتٌ وَ إِنَّهُمْ مَيِّتُونَ ﴾ [الزمر : ۳۰]

''یقیناً خود آپ (ﷺ) کو بھی موت آئے گی اور یہ سب بھی مرنے والے ہیں۔''

(4) ﴿ قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلَاقِيكُمْ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَى عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴾ [الجمعة : ۸]

''آپ کہہ دیجئے! بے شک یہ موت جس سے بھاگنے کی تم کوشش کر رہے ہو' بہر حال تمہیں پہنچ کر رہے گی۔ پھر تم ہر ظاہر و پوشیدہ چیز کا علم رکھنے والے (اپنے پروردگار) کی بارگاہ میں پیش کر دیئے جاؤ گے۔''

(5) ﴿ أَيْنَ مَا تَكُونُوا يُدْرِكْكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُشَيَّدَةٍ ﴾ [النساء : ۷۸]

''تم جہاں کہیں بھی ہو موت تمہیں آ پکڑے گی گو تم مضبوط قلعوں میں ہو۔''

(6) ﴿ قُلْ يَتَوَفَّاكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ إِلَى رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ ﴾ [السجدة : ۱۱]

''کہہ دیجئے! تمہیں موت کا فرشتہ فوت کرے گا جو تم پر مقرر کیا گیا ہے پھر تم سب اپنے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔''

(7) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ملک الموت کو موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجا گیا۔ جب وہ اُن کے پاس آیا تو انہوں نے اسے تھپڑ مار دیا (اور اس کی آنکھ پھوڑ دی)۔ فرشتہ اپنے رب کے پاس واپس گیا اور عرض کیا آپ نے مجھے ایسے بندے کی طرف بھیجا ہے جو موت نہیں چاہتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا' موسیٰ علیہ السلام کے پاس واپس جاؤ اور اس سے کہو کہ اپنے ہاتھ بیل کی پشت پر رکھے۔ پس اس کے لیے وہ ہے جو اس کے ہاتھ نے ڈھانپ لیا کہ ہر بال کے بدلے ایک سال عمر بڑھا دی جائے گی۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

﴿ أَيْ رَبِّ ثُمَّ مَاذَا ؟ قَالَ : ثُمَّ الْمَوْتُ ' قَالَ فَالْآنَ ﴾

''میرے رب پھر کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا' پھر موت ہی ہے۔تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا پھر ابھی دے دو۔''(۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بروز سوموار فوت ہوئے

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ

﴿ فِي أَيِّ يَوْمٍ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ؟ قَالَت : يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ ﴾

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس دن فوت ہوئے تھے؟ انہوں نے کہا کہ سوموار کے روز۔''(۲)

موت سے مومن راحت حاصل کرتا ہے اور کافر سے دنیا راحت حاصل کرتی ہے

(1) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب سے ایک جنازہ گزرا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' آرام پانے والا ہے یا اس سے آرام حاصل کیا گیا ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! آرام پانے والا اور جس سے آرام حاصل کیا گیا ہے' سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ يَسْتَرِيحُ مِنْ نَّصَبِ الدُّنْيَا وَ أَذَاهَا إِلَى رَحْمَةِ اللّٰهِ ' وَالْعَبْدُ الْفَاجِرُ يَسْتَرِيحُ مِنْهُ الْعِبَادُ وَ الْبِلَادُ وَ الشَّجَرُ وَ الدَّوَابُّ ﴾

''مومن آدمی دنیاوی تھکاوٹوں اور اذیتوں سے چھٹکارہ حاصل کر کے اللہ کی رحمت میں آرام پاتا ہے اور فاجر وگناہگار آدمی سے لوگ' آبادیاں' درخت اور چارپائے آرام پاتے ہیں۔''(۳)

(2) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ تُحْفَةُ الْمُؤْمِنِ الْمَوْتُ ﴾ ''موت مومن کے لیے تحفہ ہے۔''(٤)

---

(۱) [بخاری (۳٤۰۷) کتاب احادیث الأنبیاء : باب وفاة موسی و ذکره بعد ' مسلم (۲۳۷۲) کتاب الفضائل: باب من فضائل موسی ' احمد (۷٦٥۰) عبدالرزاق (۲۰۵۳۰) بغوی (۱٤٥۱)]

(۲) [بخاری (۱۳۸۷) کتاب الجنائز : باب موت یوم الإثنین ' مسلم (٤۱۹) کتاب الصلاة : باب استخلاف الإمام إذا عرض له عذر من مرض و سفر ' ابن ماجة (۱٦۲٤) کتاب الجنائز : باب ما جاء فی ذکر مرض رسول الله ' ترمذی فی الشمائل (۳۸٥) مسند احمد (۱۲۰۷۲)]

(۳) [بخاری (٦٥۱۲) کتاب الرقاق : باب سکرات الموت ' مسلم (۹٥۰) کتاب الجنائز : باب ما جاء فی مستریح و مستراح منه ' نسائی فی السنن الکبری (۲۰٥۷) مؤطا (٥۷۱) ابن حبان (۳۰۰۷) شرح السنة للبغوی (۱٤٥۳) بیهقی (۳۷۹/۳)]

(٤) [**حسن** : الترغیب و الترهیب لمحی الدین دیب مستو (٥۱۲۳) ' (۲۲۹/٤) طبرانی کبیر کما فی مجمع الزوائد (۳۲۰/۲) امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔]

موت کی سختی ناقابل برداشت ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذَلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيدُ ﴾ [ق : ١٩]

''موت کی سختی حق لے کر آن پہنچی، یہی ہے جس سے تو بدکتا پھرتا تھا۔''

(2) اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہا کرتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کا وفات کا وقت جب قریب آیا) تو آپ کے سامنے پانی کا ایک بڑا پیالہ رکھا ہوا تھا جس میں پانی تھا۔ عمر کو شبہ ہے کہ ہانڈی کا کونڈا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا ہاتھ اس برتن میں ڈالتے اور پھر اس ہاتھ کو اپنے چہرے پر ملتے اور فرماتے:

﴿ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ ، إِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٍ ﴾

''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں' یقیناً موت کے وقت سخت تکلیف ہوتی ہے۔''

پھر آپ ہاتھ اٹھا کر فرمانے لگے '' في الرفيق الأعلى '' حتی کہ آپ فوت ہو گئے اور آپ کا ہاتھ جھک گیا۔ (۱)

(3) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَا تَمَنَّوُا الْمَوْتَ فَإِنَّ هَوْلَ الْمُطَّلَعِ شَدِيدٌ ﴾

''موت کی تمنا مت کرو کیونکہ جان کنی کی تکلیف بڑی سخت ہے۔'' (۲)

(4) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

﴿ مَاتَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَ إِنَّهُ لَبَيْنَ حَاقِنَتِي وَ ذَاقِنَتِي فَلَا أَكْرَهُ شِدَّةَ الْمَوْتِ لِأَحَدٍ أَبَدًا بَعْدَ النَّبِيِّ ﴾

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ میری ہنسلی اور تھوڑی کے درمیان (سر رکھے ہوئے) تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (کی موت کی سختی) دیکھنے کے بعد اب میں کسی کے لیے بھی موت کی شدت کو برا نہیں سمجھتی۔'' (۳)

(5) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو موت کی تکلیف شروع ہوئی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ہائے میرے والد کی تکلیف! یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَا كَرْبَ عَلَى أَبِيكَ بَعْدَ الْيَوْمِ إِنَّهُ قَدْ حَضَرَ مِنْ أَبِيكَ مَا لَيْسَ بِتَارِكٍ مِنْهُ أَحَدًا ، الْمُوَافَاةُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴾

---

(۱) [بخاری (٦٥١٠) كتاب الرقاق : باب سكرات الموت]

(۲) [**حسن** : الترغيب والترهيب لمحي الدين ديب (٤٩٣١) احمد (٣٣٢/٣) مجمع الزوائد (٢٠٣/١٠) بيهقي في شعب الإيمان (١٠٥٩٨) شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[هداية الرواة (١٨٥/٢)]]

(۳) [بخاری (٤٤٤٦) كتاب المغازي : باب مرض النبي صلى الله عليه وسلم و وفاته]

''آج کے بعد تمہارے والد کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی' تمہارے باپ کو وفات کے وقت ایسی تکلیف پہنچی ہے جو قیامت تک کسی کو نہیں پہنچے گی۔'' (۱)

شہید کو قتل کے وقت چیونٹی کاٹنے کے برابر تکلیف ہوتی ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ الشَّهِيدُ لَا يَجِدُ أَلَمَ الْقَتْلِ إِلَّا كَمَا يَجِدُ أَحَدُكُمْ أَلَمَ الْقَرْصَةِ ﴾

''شہید کو قتل کے وقت اتنی تکلیف ہوتی ہے جتنی تم میں سے کسی کو چیونٹی کے کاٹنے کی تکلیف ہوتی ہے۔'' (۲)

خودکشی حرام ہے

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَنْ تَرَدَّى مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ يَتَرَدَّى فِيهِ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا ' وَ مَنْ تَحَسَّى سُمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَسُمُّهُ فِي يَدِهِ يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا ' وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيدَةٍ فَحَدِيدَتُهُ فِي يَدِهِ يَجَأُ بِهَا فِي بَطْنِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا ﴾

''جس نے خود کو پہاڑ سے گرا کر خودکشی کر لی وہ جہنم کی آگ میں ہوگا اور ہمیشہ ہمیشہ اسی میں پڑا رہے گا۔ جس نے زہر پی کر خودکشی کی تو وہ زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا اور جہنم کی آگ میں وہ اسے ہمیشہ پیتا ہی رہے گا اور جس نے لوہے کے کسی ہتھیار سے خودکشی کی تو وہ ہتھیار اس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ اس ہتھیار کو اپنے پیٹ میں مارتا رہے گا۔'' (۳)

---

(۱) [**حسن صحيح** : صحيح ابن ماجة (۱۳۲۰) كتاب الجنائز : باب ذكر وفاته ودفنه ' ابن ماجة (۱٦۲۹) السلسلة الصحيحة (۱۷۳۸)]

(۲) [**حسن** : هداية الرواة (۱۷/٤) ' (۳۷٥۹) ترمذى (۱٦٦۸) كتاب فضائل الجهاد : باب ما جاء فى فضل المرابط ' ابن ماجة (۲۸۰۲) كتاب الجهاد : باب فضل الشهادة فى سبيل الله ' نسائى (۳٦/٦) ابن حبان (۱٦۱٤ـ الموارد) امام ابن حبانؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔]

(۳) [بخارى (٥۷۷۸) كتاب الطب : باب شرب السم والدواء به وبما يخاف منه ' مسلم (۱۰۹) كتاب الإيمان : باب غلظ تحريم قتل الإنسان نفسه وأن من قتل نفسه بشيء عذب به فى النار ' ابو داود (۳۸۷۲) كتاب الطب : باب فى الأدوية المكروهة ' ترمذى (۲۰٤۳) كتاب الطب : باب ما جاء فيمن قتل نفسه بسم أو غيره ' ابن ماجة (۳٤٦۰) كتاب الطب : باب النهى عن الدواء الخبيث ' نسائى (۱۹٦٥) كتاب الجنائز : باب ترك الصلاة على من قتل نفسه ' ابن حبان (٥۹۸٦) دارمى (۲۳٦۲) طيالسى (۲٤۱٦) ابن منده (٦۲۷) احمد (۷٤٥۲) بيهقى فى السنن الكبرى (۲۳/۸)]

(2) حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ فِي الدُّنْيَا عُذِّبَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴾

''جس نے دنیا میں خود کو کسی چیز کے ساتھ قتل کیا اسے قیامت کے روز اسی چیز کے ساتھ عذاب دیا جائے گا۔''(۱)

موت کی تمنا کرنا جائز نہیں

(1) قیس بن ابی حازم نے بیان کیا کہ ہم حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کے گھر ان کی عیادت کے لیے گئے۔ انہوں نے اپنے پیٹ میں سات داغ لگوائے تھے۔ پھر انہوں نے کہا کہ ہمارے ساتھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں وفات پا چکے ہیں وہ یہاں سے اسی حال میں رخصت ہوئے کہ دنیا ان کا اجر و ثواب کچھ نہ گھٹا سکی اور ان کے عمل میں کوئی کمی نہیں آئی اور ہم نے اتنا (مال) پایا کہ جس کے خرچ کرنے کے لیے ہم نے مٹی کے سوا اور کوئی محل نہیں پایا (یعنی ہم نے عمارتیں تعمیر کرنی شروع کر دیں):

﴿ وَلَوْلَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَانَا أَنْ نَدْعُوَ بِالْمَوْتِ لَدَعَوْتُ بِهِ ﴾

''اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں موت کی دعا کرنے سے منع نہ کیا ہوتا تو میں اس کی دعا کرتا۔''(۲)

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ الْموتَ لِضُرٍّ نَزَلَ بِهِ ، فَإِنْ كَانَ لَا بُدَّ مُتَمَنِّيًا فَلْيَقُلْ : اَللّٰهُمَّ أَحْيِنِيْ مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّيْ وَتَوَفَّنِيْ مَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّيْ ﴾

''تم میں سے کوئی بھی کسی درپیش مصیبت و تکلیف کے سبب ہرگز موت کی تمنا نہ کرے۔ اور اگر ضرور ہی تمنا کرنا چاہتا ہو تو اس طرح کہہ لے: اے اللہ! مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک میرے لیے زندگی بہتر ہے اور

---

(۱) [مسلم (۱۱۰) كتاب الإيمان : باب غلظ تحريم قتل الإنسان نفسه وأن من قتل نفسه بشيء عذب به في النار ، ابو داود (۳۲۵۷) كتاب الأيمان والنذور : باب ما جاء في الحلف بالبراءة وبملة غير الإسلام ، احمد (۱٦۳۸۵) أبو يعلى (۱۵۳۵) عبد الرزاق (۱۵۹۸٤) ابن حبان (٤۳٦٦) دارمي (۲۳٦۱) طيالسي (۱۱۹۷) طبراني كبير (۱۳۲٤) بيهقي في السنن الكبرى (۸/۲۳)]

(۲) [بخاري (۵٦۷۲) كتاب المرضى : باب تمنى المريض الموت ، مسلم (۲٦۸۱) كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار : باب كراهة تمنى الموت لضر نزل به ، احمد (۲۱۱۱٦) طبراني كبير (٦۳۲۰) حميدي (۱۵٤) أبو نعيم في حلية الأولياء (۱/۱٤٦) بيهقي (۳/۳۷۷) نسائي في السنن الكبرى (۱/۱۹٤۹) ابن حبان (۲۹۹۹)]

اس وقت مجھے فوت کر دینا جب میرے لیے وفات بہتر ہوگی۔'' (۱)

(البانیؒ) مریض کے لیے موت کی تمنا کرنا جائز نہیں۔ (۲)

(شیخ سلیم ہلالی) موت کی تمنا کرنا حرام ہے۔ (۳)

موت کی تمنا سے ممانعت کی حکمت

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ الموتَ إِمَّا مُحسِنًا فَلَعَلَّهُ أَنْ يَزْدَادَ خَيرًا وَ إِمَّا مُسِيئًا فَلَعَلَّهُ أَنْ يَسْتَعْتِبَ ﴾

''تم میں سے کوئی شخص ہرگز موت کی تمنا نہ کرے کیونکہ اگر وہ نیک ہوگا تو امید ہے کہ اس کے اعمال میں اوراضافہ ہو جائے گا اور اگر وہ برا ہے تو ممکن ہے کہ وہ توبہ ہی کر لے۔'' (٤)

(2) حضرت اُم فضل رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حالت مرض میں موت کی تمنا کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ يَا عَمِّ لَا تَتَمَنَّ الْمَوْتَ ﴾ ''اے چچا جان! موت کی تمنا مت کیجیے۔'' کیونکہ اگر آپ نیک ہیں تو آپ (بقیہ زندگی میں) اپنی نیکیوں میں اضافہ کریں گے یہ آپ کے لیے بہتر ہے اور اگر آپ گنہگار ہیں تو آپ اپنے گناہوں سے تائب ہو سکتے ہیں یہ بھی آپ کے لیے بہتر ہے لہٰذا آپ ہرگز موت کی تمنا نہ کریں۔'' (٥)

شہادت کی تمنا کی جا سکتی ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا:

---

(۱) [بخاری (۲۳۵۱) کتاب الدعوات : باب الدعاء بالموت والحياة ' مسلم (۲٦۸۰) کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار : باب کراهة تمنی الموت لضر نزل به ' أبو داود (۳۱۰۸) کتاب الجنائز : باب فی کراهية تمنی الموت ' ترمذی (۹۷۱) کتاب الجنائز : باب ما جاء فی النهی عن التمنی للموت ' نسائی (۱۸۲۰) ابن ماجة (٤۲٦٥) أحمد (۱۰۱/۳) بیهقی (۳۷۷/۳)]

(۲) [أحکام الجنائز وبدعها (ص / ۱۲)]

(۳) [موسوعة المناهی الشرعية (٦/۲)]

(٤) [بخاری (٥٦۷۳) کتاب المرضی : باب تمنی المریض الموت ' مسلم (۲٦۸۲) کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار : باب کراهة تمنی الموت لضر نزل به ' احمد (۸۱۹٦) ابن حبان (۳۰۱٥) شرح السنة للبغوی (۱٤٤٦) بیهقی (۳۷۷/۳)]

(٥) [صحیح : أحکام الجنائز (ص/۱۲) أحمد (۳۳۹/٦) أبو یعلی (۷۰۷٦) حاکم (۳۳۹/۱) شیخ البانیؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث بخاری کی شرط پر ہے۔]

﴿ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوَدِدْتُ أَنْ أُقْتَلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ أُحْیَا ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْیَا ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْیَا ثُمَّ أُقْتَلُ ﴾

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مجھے پسند ہے کہ میں اللہ کے راستے میں قتل کر دیا جاؤں' پھر مجھے زندہ کیا جائے پھر میں قتل کر دیا جاؤں' پھر مجھے زندہ کیا جائے پھر میں قتل کر دیا جاؤں' پھر مجھے زندہ کیا جائے پھر میں قتل کر دیا جاؤں۔'' (۱)

(نوویؒ) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ شہادت کی تمنا کرنا جائز ہے۔ (۲)

بری موت سے پناہ مانگنا جائز ہے

حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے:

﴿ اَللّٰھُمَّ إِنِّیْ أَعُوْذُبِکَ مِنَ الْھَرَمِ وَ التَّرَدِّیْ وَ الْھَدْمِ وَ الْغَمِّ وَ الْحَرِیْقِ وَ الْغَرَقِ وَ أَعُوْذُبِکَ أَنْ یَّتَخَبَّطَنِیَ الشَّیْطَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ وَ أَنْ أُقْتَلَ فِیْ سَبِیْلِکَ مُدْبِرًا وَ أَعُوْذُبِکَ مِنْ أَنْ أَمُوْتَ لَدِیْغًا ﴾

''اے اللہ! بے شک میں بڑھاپے کی موت سے' بلندی سے گر کر مرنے سے' کسی ملبے وغیرہ کے نیچے دب کر مرنے سے' غم سے آنی والی موت سے' جل کر مرنے سے اور ڈوب کر مرنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور وفات کے وقت شیطان کے حملے سے پناہ مانگتا ہوں' تیری راہ (یعنی جہاد) میں پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہوئے مرنے سے پناہ مانگتا ہوں اور کسی زہریلے جانور کے ڈسنے سے آنے والی موت سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں۔'' (۳)

اچانک موت کافر کے لیے سزا اور مومن کے لیے رحمت ہے

حضرت عبیداللہ بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَوْتُ الْفُجَاْءَۃِ أَخْذَۃُ الْأَسَفِ ' زَادَ الْبَیْھَقِیُّ : أَخْذَۃُ الْأَسَفِ لِّلْکَافِرِ وَرَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِ ﴾

''اچانک موت (اللہ تعالیٰ کی) ناراضگی کی پکڑ ہے۔ بیہقی نے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے' اچانک موت

---

(۱) [بخاری (۲۷۹۷) کتاب الجھاد : باب تمنی الشھادۃ ' مسلم (۱۸۷۶) کتاب الإمارۃ : باب فضل الجھاد والخروج فی سبیل اللہ ' ابن ماجۃ (۲۷۵۳) کتاب الجھاد : باب فضل الجھاد فی سبیل اللہ ' مؤطا (۹۷۴) ابن حبان (۴۶۱۰) سعید بن منصور (۲۳۱۱) شرح السنۃ للبغوی (۲۶۱۴) بیھقی (۱۱/۴)]

(۲) [شرح مسلم للنووی (۵۰۶/۶)]

(۳) [**صحیح** : صحیح نسائی (۵۱۰۵) کتاب الاستعاذۃ : باب الاستعاذۃ من التردی والھدم ' نسائی (۵۵۳۴)]

ناراضگی کی پکڑ کافر کے لیے ہے اور مومن کے لیے رحمت ہے۔'' (۱)

مرنے کے بعد کیا ہوگا؟

(1) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی طویل روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِنَّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ إِذَا كَانَ فِي انْقِطَاعٍ مِنَ الدُّنْيَا وَ إِقْبَالٍ مِّنَ الْآخِرَةِ نَزَلَ إِلَيْهِ مَلَائِكَةٌ مِنَ السَّمَاءِ بِيضُ الْوُجُوهِ ' كَأَنَّ وُجُوهَهُمُ الشَّمْسُ ' مَعَهُمْ كَفَنٌ مِنْ أَكْفَانِ الْجَنَّةِ ...... ﴾

''بلاشبہ جب مومن بندے کا دنیا سے رخصت ہونے اور آخرت کی طرف سفر کرنے کا وقت آتا ہے تو آسمان سے روشن چہروں والے فرشتے اس کی طرف اترتے ہیں' گویا کہ ان کے چہرے سورج کی مانند چمکدار ہیں۔ ان کے پاس جنت کے لباس کا کفن ہوتا ہے اور جنت کی خوشبو بھی ہوتی ہے۔ وہ اس کے قریب سے تاحدِ نگاہ پھیل کر بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر موت کا فرشتہ مومن کے پاس آتا ہے حتی کہ اس کے سر کے قریب بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے' اے پاکیزہ روح! اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضامندی کی طرف نکل۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' پھر وہ روح ایسے آسانی سے نکل پڑتی ہے جیسے مشکیزے سے پانی کا قطرہ بہہ پڑتا ہے۔ وہ فرشتہ اسے پکڑتا ہے اور اس کے ہاتھ میں روح کو ایک لمحہ بھی نہیں گزرتا کہ دوسرے فرشتے اسے پکڑ لیتے ہیں اور اسے جنت کے لباس اور خوشبو میں لپیٹ لیتے ہیں اور اس سے وہ بہترین کستوری کی خوشبو آنے لگتی ہے جو زمین کی سطح پر موجود ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' پھر وہ فرشتے اسے لے کر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں اور فرشتوں کے جس گروہ کے پاس سے بھی گزرتے ہیں وہ کہتے ہیں' یہ پاکیزہ روح کون ہے؟ تو وہ کہتے ہیں یہ فلاں کا بیٹا فلاں ہے اور اس کا وہ بہترین نام ذکر کرتے ہیں جس کے ساتھ اسے دنیا میں پکارا جاتا تھا حتی کہ وہ اس کے ساتھ آسمانِ دنیا تک پہنچتے ہیں اور دروازہ کھلواتے ہیں۔ اس کے لیے دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور ہر آسمان کے مقرب فرشتے اگلے آسمان تک اس کے ساتھ چلتے ہیں حتی کہ وہ ساتویں آسمان تک پہنچ جاتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتے ہیں میرے بندے کا اعمال نامہ علیین میں رکھ دو اور اسے زمین کی طرف اس کے جسم میں لوٹا دو۔ (پھر اس کے پاس قبر میں دو فرشتے آتے ہیں اور اس سے سوال وجواب کرتے ہیں جس کی تفصیل آئندہ عنوان کے تحت آئے گی۔)

﴿ وَ إِنَّ الْعَبْدَ الْكَافِرَ إِذَا كَانَ فِي انْقِطَاعٍ مِنَ الدُّنْيَا وَ إِقْبَالٍ مِنَ الْآخِرَةِ نَزَلَ إِلَيْهِ مَلَائِكَةٌ سُودُ الْوُجُوهِ مَعَهُمُ الْمُسُوحُ فَيَجْلِسُونَ مِنْهُ مَدَّ الْبَصَرِ ' ثُمَّ يَجِيءُ مَلَكُ الْمَوْتِ .... ﴾

---

(۱) [صحيح : هداية الرواة (۱۸٤/۲) ابو داود (۳۱۱۰) كتاب الجنائز : باب موت الفجأة ' مسند احمد (٤۲٤/۳) بيهقي في السنن الكبرى (۳۷۸/۳)]

''اور جب کافر کا دنیا سے روانگی اور آخرت کی طرف کوچ کا وقت آتا ہے تو اس کی طرف سیاہ چہروں والے فرشتے اُترتے ہیں۔ ان کے پاس (انتہائی بدبودار) ٹاٹ کا کفن ہوتا ہے۔ وہ اس کے قریب سے تاحدِ نگاہ پھیل کر بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر موت کا فرشتہ آتا ہے حتی کہ اس کے سر کے قریب آ کر بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے' اے خبیث روح! نکل کہ تیرا رب تجھ سے بڑا ہی ناراض ہے۔ اس کی روح جسم سے نکلنا نہیں چاہتی لیکن وہ فرشتہ اسے اس طرح کھینچ کر نکال لیتا ہے جیسے کانٹے دار لوہے کی سلاخ کو گیلی اُون سے زور سے کھینچ کر نکالا جاتا ہے۔ وہ اسے پکڑتا ہے اور ایک لمحہ بھی نہیں گزرتا کہ دوسرے فرشتے اسے پکڑ کر اس (سخت بدبودار) ٹاٹ میں لپیٹ دیتے ہیں اور اس سے وہ بدترین مردار کی بدبو آنے لگتی ہے جو سطحِ زمین پر پائی جاتی ہے۔ پھر وہ اسے لے کر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں اور جب بھی فرشتوں کی کسی جماعت کے قریب سے گزرتے ہیں تو وہ دریافت کرتے ہیں کہ یہ کون خبیث روح ہے؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ یہ فلاں کا بیٹا فلاں ہے اور اس کا وہ سب سے برا نام بتاتے ہیں جس کے ساتھ اسے دنیا میں پکارا جاتا تھا۔ حتی کہ وہ اسے لے کر آسمانِ دنیا تک پہنچتے ہیں اور دروازہ کھلواتے ہیں۔ اس کے لیے دروازہ نہیں کھولا جاتا۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ ﴾
[الأعراف : ٤٠]

''ان کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور یہ جنت میں اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتے جب تک اُونٹ سوئی کے سوراخ سے نہ گزر جائے۔''

پھر اللہ عزوجل فرماتے ہیں' اس کا اعمال نامہ زمین کے نچلے حصے میں سجین میں رکھ دو۔ پھر اس کی روح کو (زمین کی طرف) پھینک دیا جاتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

﴿ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ ﴾ [الحج : ٣١]

''جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا گویا کہ وہ آسمان سے گر پڑا اور پھر پرندے اسے اُچک لیتے ہیں یا پھر ہوائیں اسے کسی گہری کھائی میں گرا دیتی ہیں۔''

پھر اس کی روح کو اس کے جسم میں لوٹا دیا جاتا ہے (اور فرشتے اس سے سوال و جواب کرتے ہیں)۔ (۱)

---

(۱) [**حسن** : الترغيب والترهيب لمحي الدين ديب مستو (۵۲۲۱) مسند أحمد (۲۸۷/۴)] امام ہیثمی فرماتے ہیں کہ احمد کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (۵۰/۳)] حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن درجے کی ہے۔ [كما في الترغيب والترهيب تحت الحديث (۵۲۲۱)]

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ

﴿ إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا قُبِضَ أَتَتْهُ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ بِحَرِيرَةٍ بَيْضَاءَ فَيَقُولُونَ : اخْرُجِيْ إِلَى رُوحِ اللّٰهِ ﴾

''جب مومن آدمی کو موت آتی ہے تو اس کے پاس رحمت کے فرشتے سفید ریشمی لباس لے کر آتے ہیں اور وہ کہتے ہیں' اللہ کی رحمت کی طرف نکل۔'' (۱)

قبر میں کیا ہوگا؟

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِذَا قُبِرَ الْمَيِّتُ أَتَاهُ مَلَكَانِ أَسْوَدَانِ أَزْرَقَانِ يُقَالُ لِأَحَدِهِمَا : الْمُنْكَرُ ' وَ لِلْآخَرِ : النَّكِيرُ ' فَيَقُولَانِ : مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ ؟ فَيَقُولُ : هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ وَ رَسُولُهُ ' أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ ' فَيَقُولَانِ : قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُولُ هٰذَا ' ثُمَّ يُفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ سَبْعُونَ ذِرَاعًا فِي سَبْعِينَ ' ثُمَّ يُنَوَّرُ لَهُ فِيهِ ' ثُمَّ يُقَالُ لَهُ : نَمْ ' فَيَقُولُ : أَرْجِعُ إِلَى أَهْلِي فَأُخْبِرُهُمْ ' فَيَقُولَانِ : نَمْ كَنَوْمَةِ الْعَرُوسِ الَّذِي لَا يُوقِظُهُ إِلَّا أَحَبُّ أَهْلِهِ إِلَيْهِ حَتّٰى يَبْعَثَهُ اللّٰهُ مِنْ مَضْجَعِهِ ذٰلِكَ ' وَإِنْ كَانَ مُنَافِقًا قَالَ : سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ قَوْلًا فَقُلْتُ مِثْلَهُ ' لَا أَدْرِي ' فَيَقُولَانِ ' قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُولُ ذٰلِكَ ' فَيُقَالُ لِلْأَرْضِ : الْتَئِمِي عَلَيْهِ ' فَتَلْتَئِمُ عَلَيْهِ ' فَتَخْتَلِفُ أَضْلَاعُهُ ' فَلَا يَزَالُ فِيهَا مُعَذَّبًا حَتّٰى يَبْعَثَهُ اللّٰهُ مِنْ مَّضْجَعِهِ ذٰلِكَ ﴾

''جب مردے کو قبر میں داخل کر دیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو سیاہ رنگ کے فرشتے آتے ہیں' ان کی آنکھیں نیلگوں ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے۔ وہ اس سے دریافت کرتے ہیں کہ اس شخص (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں تو کیا کہتا ہے؟ وہ جواب میں کہتا ہے کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ یہ سن کر وہ کہتے ہیں' ہمیں علم تھا کہ تو یہی کہے گا۔ پھر اس کی قبر ستر (70) ہاتھ لمبائی میں اور ستر (70) ہاتھ چوڑائی میں کشادہ کر دی جاتی ہے۔ پھر اس کی قبر کو منور کر دیا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ تو سو جا۔ وہ کہتا ہے کہ مجھے اپنے گھر والوں کے پاس جانے دو تا کہ میں انہیں یہ حالات بتا سکوں۔ لیکن وہ کہتے ہیں' تم دلہن کی مانند سو جاؤ جسے اس کے گھر والوں میں سے صرف وہی بیدار کر سکتا ہے جو اس کے نزدیک سب سے زیادہ

---

(۱) [حسن : الترغيب والترهيب لمحي الدين ديب مستو (۵۲۲۲) ' (۲۷۴/۴) ابن حبان (۳۰۱۴) حاکم (۳۵۳/۱) نسائی (۸/۴۔۹) امام حاکمؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے ان کی موافقت کی ہے۔]

محبوب ہو (یعنی اس کا شوہر) حتی کہ اللہ تعالیٰ اسے اس کی آرام گاہ سے اٹھائیں گے۔

اگر وہ منافق ہو تو کہتا ہے' میں نے لوگوں سے جو باتیں سنیں وہی میں نے بھی کہہ دیں' مجھے کچھ علم نہیں۔ یہ سن کر فرشتے اس سے کہتے ہیں' ہمیں علم تھا کہ تو یہی کہے گا۔ چنانچہ قبر کو حکم دیا جاتا ہے کہ اس پر سکڑ جا تو قبر اس پر سکڑ جاتی ہے اور اس کی پسلیاں آپس میں مل جاتی ہیں۔ وہ ہمیشہ عذاب قبر میں مبتلا رہے گا حتی کہ اللہ تعالیٰ اسے قبر سے اٹھائیں گے۔'' (۱)

(2) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ يَـأْتِيهِ مَلَـكَانِ فَيُجلِسَانِهِ فَيَقُولَانِ لَهُ : مَنْ رَبُّكَ ؟ فَيَقُولُ : رَبِّيَ اللّٰهُ ' فَيَقُولَانِ لَهُ ' مَا دِينُكَ ؟ فَيَقُولُ : دِينِيَ الْإِسْلَامُ ' فَيَقُولَانِ : مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ ؟ فَيَقُولُ : هُوَ رَسُولُ اللّٰهِ ...... ﴾

''مومن آدمی کے پاس (قبر میں) دو فرشتے آتے ہیں۔ وہ اسے بٹھاتے ہیں اور اس سے دریافت کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے' میرا رب اللہ ہے۔ پھر وہ اس سے دریافت کرتے ہیں' تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے' میرا دین اسلام ہے۔ پھر وہ دریافت کرتے ہیں کہ کون شخص تھا جو تم میں بھیجا گیا؟ وہ جواب دیتا ہے' وہ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر وہ اس سے دریافت کرتے ہیں کہ تجھے کیسے معلوم ہوا؟ وہ جواب دیتا ہے' میں نے اللہ کی کتاب کو پڑھا' اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ ''جو لوگ ایمان لائے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ثابت قدمی عطا کرتا ہے'' اس بات کی تصدیق کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' پھر آسمان سے منادی اعلان کرتا ہے کہ میرا بندہ سچا ہے' جنت سے اس کے لیے بستر بچھا دو اور جنت کا اسے لباس پہنا دو اور جنت کی جانب اس کے لیے ایک دروازہ کھول دو چنانچہ دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اسے جنت کی ٹھنڈی ہوا اور خوشبو پہنچتی رہتی ہے اور اس کی قبر تاحدِ نگاہ کشادہ کر دی جاتی ہے۔

﴿ وَ أَمَّـا الْكَـافِرُ فَذَكَرَ مَوْتَهُ ' قَالَ : وَ يُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ ' وَ يَأْتِيهِ مَلَكَانِ ' فَيُجْلِسَانِهِ فَيَقُولَانِ : مَنْ رَبُّكَ ؟ فَيَقُولُ : هَاه هَاه لَا أَدْرِي ' فَيَقُولَانِ لَهُ : مَا دِينُكَ ؟ فَيَقُولُ : هَاه هَاه لَا أَدْرِي ' فَيَقُولَانِ : مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ ؟ فَيَقُولُ : هَاه هَاه لَا أَدْرِي ' ...... ﴾

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر کی موت کا ذکر کیا اور فرمایا' اس کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں' وہ میت کو بٹھا کر سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے' میں کچھ نہیں

---

(۱) [حسن : هداية الرواة (۱/۱۱٦) صحیح ترمذی ' ترمذی (۱۰۷۱) كتاب الجنائز : باب ما جاء في عذاب القبر ' یہ روایت مسلم کی شرط پر ہے۔]

جانتا۔ پھر وہ اس سے دریافت کرتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب میں کہتا ہے' مجھے کچھ علم نہیں۔ پھر وہ دریافت کرتے ہیں کہ وہ شخص کون تھا جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ جواب دیتا ہے' میں نہیں جانتا۔ اس کے بعد منادی آسمان سے آواز لگاتا ہے کہ اس نے جھوٹ بکا ہے' اس کے لیے آگ کا بستر بچھا دو' اسے آگ کا لباس پہنا دو اور جہنم کی جانب اس کے لیے ایک دروازہ کھول دو۔ آپ ﷺ نے فرمایا' اسے جہنم کی گرمی اور اس کی زہر آلود ہوا پہنچتی رہے گی اور اس پر اس کی قبر تنگ کر دی جائے گی حتی کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے کے اندر گھس جائیں گی۔ پھر اس پر ایک اندھا اور بہرہ فرشتہ مقرر کیا جائے گا جس کے پاس لوہے کا ہتھوڑا ہو گا' اگر وہ ہتھوڑا کسی پہاڑ پر مارا جائے تو وہ بھی (ریزہ ریزہ ہو کر) مٹی بن جائے۔ چنانچہ وہ اسے اس کے ساتھ ضرب لگائے گا تو اس کی آواز انسانوں اور جنوں کے علاوہ مشرق و مغرب کے مابین سب سنیں گے اور وہ مٹی بن جائے گا لیکن پھر اس میں دوبارہ روح لوٹا دی جائے گی (اور یہ عذاب کا سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا)۔'' (۱)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' مومن اپنی قبر میں ایک سرسبز باغ میں ہوتا ہے' اس کی قبر ستر ہاتھ کشادہ کر دی جاتی ہے' اور 14 ویں کے چاند کی مانند روشن کر دی جاتی ہے۔...... آپ ﷺ نے مزید فرمایا' اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! بلاشبہ کافر پر قبر میں ننانوے **(99)** سانپ مسلط کیے جاتے ہیں۔ ہر سانپ کے ستر منہ ہوتے ہیں اور ہر منہ کے سات سر ہوتے ہیں۔ یہ سانپ کافر کو تا قیامت ڈستے رہیں گے اور زخمی کرتے رہیں گے۔(۲)

(4) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جنازے میں حاضر تھے۔ جب آپ ﷺ تدفین سے فارغ ہوئے اور لوگ واپس ہونے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا' بلاشبہ وہ اب تمہارے جوتوں کی آواز سنے گا' اس کے پاس منکر نکیر آئیں گے جن کی آنکھیں تانبے کی دیگچیوں جیسی بڑی بڑی ہیں' ان کے دانت گائے کے سینگ کی مانند ہیں اور ان کی آواز بجلی کی طرح گرجدار ہے۔ وہ دونوں اسے بٹھا کر اس سے پوچھیں گے کہ وہ کس کی عبادت کرتا تھا اور اس کا نبی کون تھا؟ اگر وہ اللہ کی عبادت کرنے والوں میں سے تھا تو کہے گا کہ میں اللہ کی عبادت کرتا تھا اور میرے نبی محمد ﷺ تھے۔ وہ ہمارے پاس واضح دلائل اور ہدایت کا سامان لے کر آئے' ہم آپ ﷺ پر ایمان لائے اور آپ ﷺ کی اتباع کی۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا یہی

---

(۱) [**صحیح** : هداية الرواة (۱/۱۱٦)' (۱۲۷) ابو داود (٤۷٥۳) كتاب السنة : باب في المسألة في القبر و عذاب القبر' نسائي (٤/۷۸)]

(۲) [**حسن** : الترغيب و الترهيب بمحى الدين ديب مستو (٥۲۱٦)' (٤/۲٦٥) مسند أبي يعلى (٦٦٤٤) مجمع الزوائد (۳/٥٥) ابن حبان (۳۱۲۲)]

مطلب ہے'' جولوگ ایمان لائے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ثابت قدمی عطا کرتا ہے۔'' پھر اسے کہا جائے گا کہ تو یقین پر زندہ رہا' یقین پر فوت ہوا اور تجھے یقین پر ہی اٹھایا جائے گا۔ پھر اس کے لیے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جائے گا اور اس کی قبر کو فراخ وکشادہ کر دیا جائے گا۔

اگر مرنے والا شک میں ہو (یعنی اسے اللہ اور رسول پر پختہ یقین نہ ہو مراد کافر ہے) تو وہ کہتا ہے کہ میں کچھ نہیں جانتا' میں نے لوگوں کو کچھ کہتے ہوئے سنا اور میں نے بھی وہی کہہ دیا۔ چنانچہ اسے کہا جائے گا کہ تو شک پر زندہ رہا' شک پر فوت ہوا اور شک پر ہی تجھے اٹھایا جائے گا۔ پھر اس کے لیے جہنم کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جائے گا اور اس پر بچھو اور اژدھے مسلط کر دیئے جائیں گے۔ وہ اس قدر زہریلے ہوں گے کہ اگر ان میں سے کوئی ایک زمین میں پھونک دے تو زمین میں کوئی پیداوار نہ ہو' وہ اسے ڈستے رہیں گے۔ زمین کو حکم دیا جائے کہ اس کافر پر تنگ ہو جا' پس وہ اتنی تنگ ہو جائے گی کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جائیں گی۔(۱)

(5) ایک روایت میں ہے کہ جب مومن آدمی کی قبر کو اس کے لیے تاحدِ نگاہ کشادہ کر دیا جاتا ہے تو اس کے پاس ایک حسین وجمیل چہرے والا' خوبصورت لباس میں ملبوس آدمی آتا ہے' اس سے عمدہ خوشبو آ رہی ہوتی ہے اور وہ کہتا ہے کہ تو اس چیز کے ساتھ خوش ہو جا جو تجھے اچھی لگتی ہے یہ وہ دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ مومن آدمی اس سے پوچھتا ہے کہ تو کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ میں تیرا نیک عمل ہوں۔ اس پر مومن کہتا ہے' اے میرے پروردگار! قیامت قائم کر دے' قیامت قائم کر دے۔

اسی طرح جب کافر کی قبر کو اس پر تنگ کر دیا جاتا ہے تو اس کے پاس قبیح چہرے والا' بدترین لباس میں ملبوس ایک آدمی آتا ہے۔ اس سے انتہائی سخت بدبو آ رہی ہوتی ہے۔ وہ کہتا ہے تجھے اس چیز کی بشارت ہے جو تجھے بری لگتی ہے' یہ وہ دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ کافر اس سے پوچھتا ہے تو کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے' میں تیرا خبیث عمل ہوں۔ یہ سن کر کافر کہتا ہے' اے میرے پروردگار! قیامت قائم نہ کرنا۔(۲)

مومن آدمی کو قبر میں بھی نماز کی فکر ہوتی ہے

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِذَا أُدْخِلَ الْمَيِّتُ الْقَبْرَ مُثِّلَتْ لَهُ الشَّمْسُ عِنْدَ غُرُوبِهَا ' فَيَجْلِسُ يَمْسَحُ عَيْنَيْهِ وَيَقُولُ :

---

(۱) [حسن : الترغيب و الترهيب لمحي الدين ديب مستو (۵۲۲۳)' (۲۷۴/۴) طبراني أوسط كما في مجمع الزوائد (۵۲/۳)]

(۲) [حسن : الترغيب والترهيب لمحي الدين ديب مستو (۵۲۲۱) مسند احمد (۲۸۷/۴)]

دَعُوْنِی أُصَلِّیْ ﴾

''جب (نیک آدمی کی) میت کو قبر میں اُتارا جاتا ہے تو اسے سورج یوں دکھایا جاتا ہے جیسے غروب ہونے والا ہو۔ وہ اپنی آنکھیں ملتا ہوا بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے مجھے چھوڑ دو میں نماز پڑھنا چاہتا ہوں۔'' (۱)

قبر میں میت کو صبح وشام اس کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا مَاتَ عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ ، إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ ، وَ إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَمِنْ أَهْلِ النَّارِ ، فَيُقَالُ : هَذَا مَقْعَدُكَ حَتَّى يَبْعَثَكَ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴾

''جب تم میں سے کوئی شخص فوت ہو جاتا ہے تو اسے اس کا ٹھکانہ صبح وشام دکھایا جاتا ہے۔ اگر وہ جنتی ہو تو جنت والوں میں اور اگر دوزخی ہو تو دوزخ والوں میں۔ پھر کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانہ ہے حتی کہ اللہ تعالیٰ تجھے روزِ قیامت اٹھائیں گے۔'' (۲)

قبر سے زیادہ کوئی منظر وحشت ناک نہیں

(1) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ آنسوؤں سے داڑھی تر کر لیتے۔ ان سے کہا گیا کہ جنت اور جہنم کا ذکر کیا جاتا ہے تو آپ نہیں روتے مگر قبر (کے ڈر) سے رو رہے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

﴿ إِنَّ الْقَبْرَ أَوَّلُ مَنْزِلٍ مِنْ مَنَازِلِ الْآخِرَةِ فَإِنْ نَجَا مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ أَيْسَرُ مِنْهُ وَإِنْ لَّمْ يَنْجُ مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ أَشَدُّ مِنْهُ ، قَالَ وَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : مَا رَأَيْتُ مَنْظَرًا قَطُّ إِلَّا وَالْقَبْرُ أَفْظَعُ مِنْهُ ﴾

''بے شک قبر آخرت کی گھاٹیوں میں سے پہلی گھاٹی ہے اگر کوئی شخص اس میں کامیاب ہو گیا تو اس کے بعد والی گھاٹی اس سے زیادہ آسان ہو گی اور اگر اس میں کامیاب نہ ہو سکا تو اس سے بعد والی گھاٹی اس سے

---

(۱) [**صحیح** : صحیح ابن ماجة (۳۴۴۷) کتاب الزهد : باب ذکر القبر والبلی ، ابن ماجة (۴۲۷۲) ابن حبان (۷۷۹) حاکم (۳۸۰/۱) امام حاکمؒ نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔ امام ابن حبانؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

(۲) [بخاری (۱۳۷۹) کتاب الجنائز : باب المیت یعرض علیه مقعده بالغداة والعشی ، مسلم (۲۰۶۶) کتاب الجنة وصفة نعیمها وأهلها : باب عرض مقعد المیت من الجنة أو النار علیه وإثبات عذاب القبر والتعوذ منه ، احمد (۴۶۵۸) ترمذی (۱۰۷۲) کتاب الجنائز : باب ما جاء فی عذاب القبر ، طبرانی صغیر (۹۳۰) عبد الرزاق (۶۷۴۵) ابن حبان (۳۱۳۰) طیالسی (۱۸۳۲) ابن أبی شیبة (۳۳۷/۱۳)]

زیادہ سخت ہوگی۔مزید بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' میں نے قبر سے زیادہ کبھی کوئی وحشت ناک منظر نہیں دیکھا۔'' (۱)

(2) حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿ قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ خَطِيبًا فَذَكَرَ فِتْنَةَ الْقَبْرِ الَّتِي يُفْتَنُ فِيهَا الْمَرْءُ ، فَلَمَّا ذَكَرَ ذٰلِكَ ، ضَجَّ الْمُسْلِمُونَ ضَجَّةً ﴾

''رسول اللہ ﷺ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے۔آپ ﷺ نے خطبے میں قبر کے فتنے کا ذکر کیا کہ جس میں انسان مبتلا ہوتا ہے۔جب آپ ﷺ نے یہ ذکر کیا تو مسلمان چیخ پڑے۔'' (۲)

(3) صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ إِنَّهُ قَدْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ قَرِيبًا أَوْ مِثْلَ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ ﴾

''بلاشبہ میری طرف وحی کی گئی ہے کہ تم قبروں میں دجال کے فتنے کے قریب یا اس کی مثل آزمائے جاؤ گے۔'' (۳)

(4) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَوْلَا أَنْ تَدَافَنُوا لَدَعَوْتُ اللّٰهَ أَنْ يُسْمِعَكُمْ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ ﴾

''اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ تم مردے دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ وہ تمہیں عذاب قبر (کی چیخ و پکار اور وحشت ناک آوازیں) سنائے۔'' (٤)

(5) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ

﴿ يَأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي لَكُمْ نَاصِحٌ ، إِنِّي عَلَيْكُمْ شَفِيقٌ ، صَلُّوا فِي ظُلْمَةِ اللَّيْلِ لِوَحْشَةِ الْقُبُورِ ﴾

''اے لوگو! میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں' میں تم پر شفقت کرنے والا ہوں' تم قبر کی وحشت سے بچنے کے لیے

---

(۱) [**حسن** : هداية الرواة (۱۱۷/۱) ' (۱۲۸) صحيح ترمذى ' ترمذى (۲۳۰۸) كتاب الزهد : باب ما جاء فى ذكر الموت ' ابن ماجة (٤٢٦٧) كتاب الزهد : باب ذكر القبر والبلى ' التاريخ الكبير للبخارى (۲۲۹/۸) حاكم (۳۳۰/٤) اس حدیث کو امام حاکم ؒ نے صحیح کہا ہے اور امام ذہبی ؒ نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔]

(۲) [بخارى (۱۳۷۳) كتاب الجنائز : باب ما جاء فى عذاب القبر]

(۳) [مسلم (۹۰۵) كتاب الكسوف : باب ما عرض على النبى فى صلاة الكسوف من أمر الجنة والنار ' مؤطا (٤٤٧) أبو عوانة (۳٦۸/۲) ابن حبان (۳۱۱٤) شرح السنة للبغوى (۱۱۳۷) احمد (۲٦۹۹۱)]

(٤) [مسلم (۲۸٦۸) كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها : باب عرض مقعد الميت من الجنة والنار عليه وإثبات عذاب القبر ' ابن حبان (۳۱۳۱) احمد (۱۲۷۹۱) نسائى فى السنن الكبرى (۲۱۸٥/۱)]

رات کی تاریکی میں اٹھ کر نماز (تہجد) پڑھا کرو۔"(۱)

عذاب قبر برحق ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک یہودی عورت ان کے پاس آئی۔ اس نے عذاب قبر کا ذکر شروع کر دیا۔ اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا اللہ تجھے عذاب قبر سے محفوظ رکھے۔ اس پر عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عذاب قبر کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا:

﴿ نَعَمْ ، عَذَابُ الْقَبْرِ ...... زَادَ غُنْدَرٌ : عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ ﴾

"ہاں عذاب قبر ہے...... غندر نے یہ الفاظ زیادہ کیے ہیں' عذاب قبر برحق ہے۔"(۲)

(نوویؒ) جان لو! اہل السنہ کا مذہب یہ ہے کہ عذاب قبر ثابت ہے۔(۳)

(ابن عثیمینؒ) واضح سنت' قرآن کے ظاہر اور مسلمانوں کے اجماع کے ساتھ عذاب قبر ثابت ہے۔(٤)

فرمانِ نبوی ہے کہ قبر کے لیے تیاری کرلو

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ جَنَازَةٍ فَجَلَسَ عَلَى شَفِيْرِ الْقَبْرِ فَبَكَى حَتَّى بَلَّ الثَّرَى ثُمَّ قَالَ : **يَا إِخْوَانِيْ ! لِمِثْلِ هٰذَا فَأَعِدُّوْا** ﴾

"ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازے میں شریک تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے کنارے بیٹھ گئے اور رونے لگے حتی کہ آنسوؤں سے مٹی تر ہوگئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اے میرے بھائیو! اس مقام کے لیے تیاری کرلو۔"(٥)

عذاب قبر سے پناہ مانگتے رہنا چاہیے

(1) خالد بن سعید بن عاص کی صاحبزادی بیان کرتی ہیں کہ

﴿ أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ يَتَعَوَّذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ ﴾

---

(۱) [الحلية لأبي نعيم (۱٦٥/۱)]

(۲) [بخاري (۱۳۷۲) كتاب الجنائز : باب ما جاء في عذاب القبر]

(۳) [شرح مسلم للنووي (۱۳۲/۹)]

(٤) [مجموع فتاوى لابن عثيمين (٤۳۳/۱۷)]

(٥) [**صحيح** : صحيح ابن ماجة (۳۳۸۳) كتاب الزهد : باب الحزن والبكاء' ابن ماجة (٤۱۹٥)]

''انہوں نے نبی کریم ﷺ کو سنا آپ عذاب قبر سے پناہ مانگ رہے تھے۔'' (۱)

(2) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' عذاب قبر برحق ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

﴿ فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ بَعْدُ صَلَّى صَلَاةً إِلَّا تَعَوَّذَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ ﴾

''پھر میں نے کبھی ایسا نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ نے کوئی نماز پڑھی ہو اور اس میں عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ نہ مانگی ہو۔'' (۲)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے:

﴿ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ .... ﴾

''اے اللہ! میں عذاب قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں...... ۔'' (۳)

فتنۂ قبر سے کون محفوظ رہے گا؟

① اللہ کے راستے میں شہید ہونے والا:

حضرت راشد بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ایک صحابی نے بیان کیا کہ

﴿ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! مَا بَالُ الْمُؤْمِنِيْنَ يُفْتَنُوْنَ فِيْ قُبُوْرِهِمْ إِلَّا الشَّهِيْدَ ' قَالَ : كَفٰى بِبَارِقَةِ السُّيُوْفِ عَلٰى رَأْسِهِ فِتْنَةً ﴾

''ایک آدمی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! تمام مسلمانوں کو قبر میں آزمایا جاتا ہے لیکن شہید کو کیوں نہیں آزمایا جاتا؟ آپ ﷺ نے فرمایا' اس کے لیے (راہِ جہاد میں) سر پر چمکتی ہوئی تلواروں کی آزمائش ہی کافی ہے۔'' (٤)

② راہِ جہاد میں پہرہ دیتے ہوئے فوت ہونے والا:

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ كُلُّ مَيِّتٍ يُخْتَمُ عَلٰى عَمَلِهِ إِلَّا الَّذِيْ مَاتَ مُرَابِطًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَإِنَّهُ يُنْمٰى لَهُ عَمَلُهُ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَ يَأْمَنُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ ﴾

---

(١) [بخاری (١٣٧٦) كتاب الجنائز : باب التعوذ من عذاب القبر]

(٢) [بخاری (١٣٧٢) كتاب الجنائز : باب ما جاء في عذاب القبر]

(٣) [بخاری (١٣٧٧) كتاب الجنائز : باب التعوذ من عذاب القبر]

(٤) [**صحيح** : صحيح نسائي (١٩٤٠) كتاب الجنائز : باب الشهيد ' نسائي (٢٠٥٥)]

''ہر فوت ہونے والے کے عمل کا ثواب ختم کر دیا جاتا سوائے اس کے جو اللہ کے راستے میں پہرہ دیتے ہوئے فوت ہو۔ اس کے عمل کا اجرا سے تا قیامت ملتا رہتا ہے اور وہ فتنۂ قبر سے بھی محفوظ رہتا ہے۔'' (۱)

③ پیٹ کی بیماری سے ہلاک ہونے والا:

حضرت عبداللہ بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن عرفطہ رضی اللہ عنہ آئے تو لوگوں نے ایک ایسے آدمی کا ذکر کیا جو پیٹ کی بیماری میں فوت ہوا تھا۔ یہ سن کر وہ دونوں یہ خواہش کر رہے تھے کہ وہ اس آدمی کے جنازے میں شریک ہوتے۔ پھر ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا' کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ

﴿ مَنْ يَّقْتُلُهُ بَطْنُهُ لَمْ يُعَذَّبْ فِيْ قَبْرِهِ ﴾ ''جسے پیٹ (کی تکلیف) قتل کر دے اسے عذاب قبر نہیں ہوگا۔''

دوسرے نے جواب میں کہا' کیوں نہیں۔ (۲)

④ جمعہ کی رات یا جمعہ کے دن میں فوت ہونے والا:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَوْ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ إِلَّا وَقَاهُ اللّٰهُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ ﴾

''جو کوئی مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات فوت ہوا اللہ تعالیٰ اسے فتنۂ قبر سے بچا لیں گے۔'' (۳)

⑤ کثرت سے سورۃ الملک کی تلاوت کرنے والا:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ سُوْرَةُ تَبَارَكَ هِيَ الْمَانِعَةُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ ﴾

''سورۂ تبارک یعنی سورۃ الملک عذاب قبر سے روکنے والی ہے۔'' (٤)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات سونے سے پہلے سورۃ الملک کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ (٥)

---

(۱) [**صحیح** : الصحیحة (۱۱٤۰) صحیح ترمذی' ترمذی (۱٦۲۱) کتاب فضائل الجهاد : باب ما جاء فی فضل من مات مرابطا]

(۲) [**صحیح** : صحیح نسائی (۱۹۳۹) کتاب الجنائز : باب من قتله بطنه' نسائی (۲۰٥٤) ترمذی (۱۰٦٤) کتاب الجنائز : باب ما جاء فی الشهداء من هم' مسند احمد (۱۸۳۱۰) ابن حبان (۲۹۳۳)]

(۳) [**حسن** : صحیح ترمذی' ترمذی (۱۰۷٤) کتاب الجنائز : باب ما جاء فیمن یموت یوم الجمعة]

(٤) [**حسن** : السلسلة الصحیحة (۱۱٤۰)]

(٥) [**صحیح** : صحیح ترمذی' ترمذی (۳٤۰٤) کتاب الدعوات : باب منه]

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ﴾ [آل عمران : ۱۸۵]

''ہر جان موت کا ذائقہ چکھنے والی ہے۔''

حدیث نبوی ہے کہ

﴿ يَا إِخْوَانِيْ ! لِمِثْلِ هٰذَا فَأَعِدُّوْا ﴾

''اے میرے بھائیو! اس مقام (قبر) کے لیے تیاری کرلو۔''

[ابن ماجة (٤١٩٥) كتاب الزهد : باب الحزن و البكاء]

كتاب الجنائز
جنازے کے مسائل

باب المرض و ثوابه	بیماری اور اس کے ثواب کا بیان
باب علاج المرض	بیماری کے علاج کا بیان
باب عيادة المريض	بیماری کی عیادت کا بیان
باب أحكام المحتضر	قریب المرگ شخص کے متعلق احکام کا بیان
باب علامات حسن الخاتمة	حُسنِ خاتمہ کی علامات کا بیان
باب أحكام الميت	فوت شدہ شخص کے متعلق احکام کا بیان
باب إغسال الميت	میت کو غسل دینے کا بیان
باب تكفين الميت	میت کو کفن دینے کا بیان
باب المشي با لجنازة	جنازے کے ساتھ چلنے کا بیان
باب صلاة الجنازة	نماز جنازہ کا بیان
باب تد فين الميت	میت کی تدفین کا بیان
باب التعز ية	تعزیت کا بیان
باب ز يارة القبور	قبروں کی زیارت کا بیان
باب ما يحرم عند القبور	قبروں کے قریب حرام افعال کا بیان
باب ما ينتفع به الميت	میت کو نفع دینے والے اعمال کا بیان
باب بدع الجنائز	جنازے کی بدعات کا بیان

باب المرض و ثوابه — بیماری اور اس کے ثواب کا بیان

مومن ہمیشہ آزمائشوں میں مبتلا رہتا ہے

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الزَّرْعِ لَا تَزَالُ الرِّيحُ تُمِيلُهُ ، وَلَا يَزَالُ الْمُؤْمِنُ يُصِيبُهُ الْبَلَاءُ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ كَمَثَلِ شَجَرَةِ الْأَرْزَةِ لَا تَهْتَزُّ حَتَّى تَسْتَحْصِدَ ﴾

''مومن کی مثال اس کھیتی کی مانند ہے جس کو ہوائیں (اِدھر اُدھر) جھکاتی رہتی ہیں اور (یوں) مومن کو ہمیشہ مصائب و آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور منافق کی مثال صنوبر کے درخت کی مانند ہے کہ کاٹنے کے وقت کے علاوہ (کبھی) اس کو ذرا جنبش نہیں ہوتی۔''(۱)

(نوویؒ) فرماتے ہیں کہ اہل علم نے کہا' حدیث کا معنی یہ ہے کہ مومن کو اپنے بدن' اہل وعیال اور مال میں بہت تکالیف ومصائب کا سامنا رہتا ہے اور یہ تکالیف اس کے گناہ مٹا دیتی ہیں اور اس کے درجات بلند کر دیتی ہیں۔ البتہ کافر کو بہت کم تکالیف پہنچتی ہیں اور اگر کچھ تکلیف پہنچ بھی جائے تو وہ اس کی برائیوں میں سے کچھ بھی نہیں مٹاتی بلکہ وہ روز قیامت اپنی تمام برائیوں کو لے کر آئے گا۔(۲)

(2) حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الْخَامَةِ مِنَ الزَّرْعِ ، تُفَيِّئُهَا الرِّيَاحُ تَصْرَعُهَا مَرَّةً وَتَعْدِلُهَا أُخْرَى حَتَّى يَأْتِيَهُ أَجَلُهُ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ كَمَثَلِ شَجَرَةِ الْأَرْزَةِ الْمُجْدِيَةِ الَّتِي لَا يُصِيبُهَا شَيْئٌ حَتَّى يَكُونَ انْجِعَافُهَا مَرَّةً وَاحِدَةً ﴾

''مومن کی مثال نرم ونازک کھیتی کی سی ہے جس کو ہوائیں ہلاتی رہتی ہیں۔ کہیں اس کو نیچا کرتی ہیں اور کہیں اسے سیدھا کرتی ہیں یہاں تک کہ اس کی موت کا وقت آ جاتا ہے اور منافق کی مثال صنوبر کے درخت کی مانند ہے جو زمین میں مضبوطی کے ساتھ گڑا ہوتا ہے اس کو کوئی حادثہ پیش نہیں آتا یہاں تک کہ ایک ہی بار اس کو جڑ سے اُکھیڑ

---

(۱) [بخاری (۵٦٤٤) كتاب المرضى : باب ما جاء في كفارة المرض ' مسلم (۲۸۰۹) كتاب صفة القيامة والجنة والنار : باب مثل المؤمن كالزرع ومثل الكافر كشجر الأرز ' ترمذی (۲۸٦٦) ابن حبان (۲۹۱۵) شرح السنة للبغوی (۱٤۳۷) احمد (۱۰۷۷۹)]

(۲) [شرح مسلم للنووی (۸۹/۹)]

دیا جاتا ہے۔'' (۱)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَا يَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ أَوِ الْمُؤْمِنَةِ فِي نَفْسِهِ وَمَالِهِ وَوَلَدِهِ حتى يَلْقَى اللّٰهَ تعالىٰ وَمَا عَلَيْهِ مِنْ خَطِيئَةٍ ﴾

''مومن مرد اور مومنہ عورت کے جسم' اس کے مال اور اس کی اولاد پر مسلسل مصائب نازل ہوتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب اس کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوتی ہے تو وہ گناہوں سے بالکل پاک ہوتا ہے۔'' (۲)

اللہ تعالیٰ جن سے محبت کرتے ہیں انہیں آزماتے بھی ہیں

(1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِنَّ عِظَمَ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ **وَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ إِذَا أَحَبَّ قَوْمًا ابْتَلَاهُمْ** ' فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَى وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السَّخَطُ ﴾

''بلاشبہ بڑا اجر وثواب اُسی کو حاصل ہوتا جس پر آزمائش بڑی ہو اور اللہ عزوجل جب کسی قوم سے محبت کرتے ہیں تو اسے آزمائش میں مبتلا کرتے ہیں۔ پھر جو شخص آزمائش پر راضی ہو جائے (یعنی اللہ کا حکم سمجھتے ہوئے اس پر صبر وتحمل کا مظاہرہ کرے) تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے راضی ہو جاتے ہیں اور اگر جزع فزع کرے تو اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہو جاتے ہیں۔'' (۳)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُصَبْ مِنْهُ ﴾

''جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ رکھتے ہیں اسے کسی مصیبت میں مبتلا کر دیتے ہیں۔'' (٤)

---

(۱) [بخاری (٥٦٤٣) کتاب المرضی : باب ما جاء فی کفارة المرض' مسلم (٢٨١٠) کتاب صفة القيامة والجنة والنار : باب مثل المؤمن كالزرع ومثل الكافر كشجر الأرز' احمد (١٥٧٦٩) تحفة الأشراف (١١١٣٣)]

(۲) [**حسن** : هداية الرواة (١٦٩/٢)' (١٥١١) ترمذی (٢٣٩٩) کتاب الزهد : باب ما جاء فی الصبر على البلاء' احمد (٢٨٧/٢_٤٥٠) امام حاکم نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔[مستدرك حاكم (٣٤٦/١)] امام ذہبی نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔]

(۳) [**حسن** : هداية الرواة (١٦٩/٢) ترمذی (٢٣٩٦) کتاب الزهد : باب ما جاء فی الصبر على البلاء' ابن ماجة (٤٠٣١) کتاب الفتن : باب الصبر على البلاء' احمد (٤٢٧/٥) الصحيحة (١٤٦)]

(٤) [بخاری (٥٦٤٥) کتاب المرضی : باب ما جاء فی کفارة المرض]

(3) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدِهِ الْخيرَ عَجَّلَ لَهُ الْعقوبةَ فِي الدُّنيَا ، وإِذَا أرادَ اللّٰهُ بعبدِهِ الشَّرَّ أَمسَكَ عَنْهُ بِذَنْبِهِ حَتى يُوَافِيَهُ بِهِ يَوم الْقِيامَةِ ﴾

''جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اسے (اس کے گناہوں کی سزا) دنیا میں ہی دے دیتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے برائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کے گناہوں کی سزا کو اس سے دور رکھتے ہیں حتی کہ قیامت کے دن اسے اس کے گناہوں کا بدلہ دیا جائے گا۔'' (۱)

بیماری کی وجہ سے گناہ معاف ہوتے ہیں

(1) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ دَخَلتُ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَهُو يُوعَكُ فَمَسِسْتُهُ بِيَدِي فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ! إِنَّكَ لَتُوعَكُ وَعَكاً شَدِيدًا ، فقالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : أَجَلْ ، إِنِّي أُوعَكُ كَما يُوعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُم ، قال ، فقلتُ : ذَلِكَ أنَّ لَكَ أَجْرَينِ ، فقالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : أَجَلْ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : **مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَذًى مِنْ مَّرَضٍ فَمَا سِوَاهُ إِلَّا حَطَّ اللّٰهُ بِهِ سَيِّآتِهِ كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا** ﴾

''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تو آپ کو بخار تھا۔ میں نے اپنے ہاتھ سے آپ کو چھوا تو میں نے کہا' اے اللہ کے رسول! آپ کو تو بہت سخت بخار ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں' مجھے تم میں سے دو آدمیوں کے برابر بخار ہوتا ہے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اسی وجہ سے آپ کو دوہرا اجر ملتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں' پھر آپ نے فرمایا: جس مسلمان کو بھی بیماری یا اس کے علاوہ کوئی اور تکلیف پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے اس کے گناہوں کو اس طرح گرا دیتے ہیں جیسے درخت اپنے پتوں کو گرا دیتا ہے۔'' (۲)

(2) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَذًى إِلَّا حَاتَ اللّٰهُ عَنْهُ خَطَايَاهُ كَمَا تحاتُّ وَرَقُ الشَّجَرَةِ ﴾

''جس کسی مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ اس طرح جھاڑ دیتے ہیں جیسے (موسم خزاں

---

(۱) [**حسن** : هداية الرواة (۱٦٨/۲) ترمذي (۲۳۹٦) كتاب الزهد : باب ما جاء في الصبر على البلاء]

(۲) [مسلم (۲٥۷۱) كتاب البر والصلة والآداب : باب ثواب المؤمن فيما يصيبه من مرض أو حزن أو نحو ذلك ، ابن أبي شيبة (۲۲۹/۳) ابن حبان (۲۹۳۷) شرح السنة (۱٤۳۱) بيهقي (۳۷۲/۳) أبو نعيم في الحلية (۱۲۸/٤) أبو يعلى (٥۱٦٤) طيالسي (۳۷۰) نسائي في السنن الكبرى (۷٥۰۳/٤) احمد (۳٦۱۸)]

میں) درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔'' (۱)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَا يُصِيبُ المسلمُ مِن نَصَبٍ وَلَا وَصَبٍ وَلَا هَمٍّ وَلَا حُزْنٍ وَلَا أَذًى وَلَا غَمٍّ حَتَّى الشَّوْكَةَ يُشَاكُهَا إِلَّا كَفَّرَ اللَّهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ ﴾

''جس مسلمان کو کوئی تھکاوٹ' درد' فکر' تکلیف اور پریشانی لاحق ہوتی ہے یہاں تک کہ اگر اس کو کانٹا بھی چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے گناہوں کو مٹا دیتے ہیں۔'' (۲)

(4) اسودؒ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ دَخَلَ شَبَابٌ مِن قُرَيْشٍ عَلَى عَائِشَةَ وَهِيَ بِمِنًى وَهُم يَضحَكُونَ فَقَالَتْ مَا يُضحِكُكُم ؟ قَالُوا فلانٌ خَرَّ عَلَى طُنُبِ فُسْطَاطٍ ' فَكَادَتْ عُنُقُهُ أَوْ عَيْنُهُ أَنْ تَذْهَبَ ' فقالت : لَا تَضحَكُوا ' فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قال : **مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُشَاكُ شَوْكَةً فَمَا فَوْقَهَا إِلَّا كُتِبَتْ لَهُ بِهَا دَرَجَةٌ وَمُحِيَتْ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ** ﴾

''ایک قریشی نوجوان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا' اس وقت آپ رضی اللہ عنہا مقام منیٰ میں تھیں' وہ سب ہنس رہے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا تم کیوں ہنس رہے ہو؟ انہوں نے کہا' فلاں شخص خیمے کی رسی (جس سے خیمہ باندھا جاتا ہے) پر گر گیا اور قریب تھا کہ اس کی گردن یا اس کی آنکھ ضائع ہو جاتی۔ تو آپ رضی اللہ عنہا نے کہا ہنسو مت' بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا: جس مسلمان کو کوئی کانٹا چبھا یا اس سے بھی کم تکلیف پہنچی تو اس کے لیے اس کے بدلے میں ایک درجہ لکھ دیا جاتا ہے اور اس سے ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے۔'' (۳)

---

(۱) [بخاری (٥٦٤٧) كتاب المرضى : باب شدة المرض]

(۲) [بخاری (٥٦٤١ ' ٥٦٤٢) كتاب المرضى : باب ما جاء في كفارة المرض وقول الله تعالىٰ ' مسلم (٢٥٧٣) كتاب البر والصلة والآداب : باب ثواب المؤمن فيما يصيبه من مرض أو حزن أو نحو ذلك حتى الشوكة يشاكها ' ترمذی (٩٦٦) ابن حبان (٢٩٠٥) شرح السنة للبغوی (١٤٢١) بيهقی (٣٧٣/٣) احمد (٨٠٣٣) ' (١١١٤١)]

(۳) [مسلم (٢٥٧٢) كتاب البر والصلة والآداب : باب ثواب المؤمن فيما يصيبه من مرض أو حزن ' بخاری (٥٦٤٠) كتاب المرضى : باب ما جاء في كفارة المرض ' ترمذی (٩٦٥) كتاب الجنائز : باب ما جاء في ثواب المريض ' نسائی في السنن الكبرى (٤٧٨٥) ' (٧٤٨٧) ابن حبان (٢٩٠٦) شرح السنة للبغوی (١٤٢٢) بيهقی (٣٧٣/٣) احمد (٢٤١٦٩) مؤطا (١٧٥١) كتاب العين : باب ما جاء في أجر المريض]

اہل آزمائش کو روز قیامت عظیم انعامات سے نوازا جائے گا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ يَوَدُّ أَهلُ العافيةِ يومَ القيامةِ حينَ يُعطَى أهلُ البلاءِ الثوابَ لو أنّ جُلودَهم كانت قُرِضت فِي الدُّنيا بِالْمَقَارِيضِ ﴾

''قیامت کے دن جب مصیبت زدہ لوگوں کو ثواب (وعظیم انعامات) سے نوازا جائے گا تو (ہمیشہ دنیا میں) عافیت وتندرستی کی زندگی بسر کرنے والے لوگ خواہش کریں گے کہ کاش! دنیا میں ان کے چمڑے قینچیوں کے ساتھ کاٹ دیے جاتے (اور آج وہ بھی اُن انعامات کو حاصل کرنے کے قابل ہو جاتے جو اہل آزمائش کو ملے ہیں)۔ (۱)

بخار کو برا مت کہو یہ تو گناہوں کا کفارہ ہے

(1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ دَخَلَ رَسولُ اللّٰهِ ﷺ على أُمِّ السائبِ ' فقالَ : ما لكِ تُزَفْزِفِينَ ؟ قالتْ : الحُمّى ' لا باركَ اللّٰهُ فِيهَا ' فَقَالَ : لَا تَسُبِّي الحُمّى ' فإنّها تُذهِبُ خطايا بني آدمَ كما يُذهِبُ الكِيرُ خبثَ الحديدِ ﴾

''رسول اللہ ﷺ اُم سائب رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا' کیا وجہ ہے تو سخت کانپ رہی ہے؟ اس نے عرض کیا' بخار کی وجہ سے' اللہ اس میں برکت نہ فرمائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا' بخار کو برا بھلا مت کہو کیونکہ بخار لوگوں کے گناہوں کو اس طرح دور کر دیتا ہے جیسے بھٹی لوہے کی میل کچیل کو دور کر دیتی ہے۔'' (۲)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ إنّ رسولَ اللّٰهِ ﷺ عادَ مريضًا فقالَ ' أبشِر فإنّ اللّٰهَ تعالى يقولُ : هِيَ نَارِي أُسَلِّطُهَا عَلَى عَبْدِي الْمُؤْمِنِ فِي الدُّنْيَا لِتَكُوْنَ حَظَّهُ مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴾

''رسول اللہ ﷺ نے ایک بیمار کی عیادت کی (اور اسے بخار تھا) تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا خوش ہو جا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ بخار میری آگ ہے جس میں دنیا میں اپنے مومن بندے کو اس میں مبتلا کرتا ہوں

---

(۱) [حسن : هداية الرواة (٢/١٧٠) الترمذي (٢٤٠٢) كتاب الزهد : باب منه ' صحيح الترمذي ' مجمع الزوائد (٢/٣٠٤-٣٠٥) الترغيب والترهيب (٤/١٤٦)]

(۲) [مسلم (٢٥٧٥) كتاب البر والصلة والآداب : باب ثواب المؤمن فيما يصيبه من مرض أو حزن أو نحو ذلك ' أبو يعلى (٢٠٨٣) ' (٢١٧٣) ابن حبان (٢٩٣٨) تحفة الأشراف (٢٦٨١)]

تا کہ قیامت کے دن یہ اس کے لیے جہنم کا عوض بن جائے۔''(۱)

(سلیم ہلالی) بخار کو گالی دینا حرام ہے کیونکہ یہ گناہوں کو مٹاتا ہے۔(۲)

مرگی کے مرض میں صبر کا ثواب

عطاء بن ابی رباحؒ سے روایت ہے کہ

﴿ قَالَ لِي ابْنُ عباسٍ رضي الله عنه ' ألا أُرِيكَ امرأةً مِن أهلِ الجنَّةِ ؟ قلتُ : بَلَى ' قالَ : هَذِهِ المَرأةُ السَّوْدَاءُ أَتَتِ النبيَّ ﷺ فقالتْ : يَا رسُولَ اللهِ ! إنِّي أُصرَعُ وإنِّي أتَكَشَّفُ فادعُ اللهَ لِي فقالَ : **إنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَكِ الْجَنَّةُ وَإنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللهَ اَنْ يُعَافِيَكِ** ' فَقَالَتْ : أَصْبِرُ ' فَقَالَتْ : إنِّي أَتَكَشَّفُ فَادعُ اللهَ أنْ لَا أتَكَشَّفَ ' فَدَعَا لَهَا ﴾

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا' میں تمہیں ایک جنتی عورت نہ دکھاؤں؟ میں نے کہا' کیوں نہیں ضرور۔انہوں نے کہا یہ سیاہ رنگ کی عورت جو نبی ﷺ کے پاس آئی ہے اور اس نے کہا' اے اللہ کے رسول! مجھ پر مرگی کا حملہ ہوتا ہے اور میرے کپڑے جسم سے دور ہو جاتے ہیں' آپ ﷺ میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں۔آپ ﷺ نے فرمایا' اگر تو چاہے تو (اس بیماری پر) صبر کر اور تیرے لیے جنت ہے اور اگر تو چاہے تو میں اللہ تعالیٰ سے تیری عافیت کی دعا مانگتا ہوں۔اس نے جواب میں کہا' میں صبر کرتی ہوں۔اس نے مزید کہا کہ میرے کپڑے اتر جاتے ہیں' دعا کیجئے کہ میرے کپڑے نہ اتریں۔آپ ﷺ نے اس کے لیے دعا فرمائی۔''(۳)

آنکھوں کی بصارت ختم ہو جانے پر صبر کا ثواب

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ إذَا ابْتَلَيْتُ عَبْدِي بِحَبِيبَتَيْهِ فَصَبَرَ عَوَّضْتُهُ مِنْهُمَا الْجَنَّةَ ' يُرِيدُ عَيْنَيْهِ ﴾

---

(۱) [**صحیح** : صحیح ابن ماجة (۲۷۹٤) کتاب الطب : باب الحمی ' الصحیحة (۵۵٦) ابن ماجة (۳٤۷۰) احمد (۲/٤٤۰) حاکم (۱/۳٤۵) امام حاکمؒ نے اس حدیث کی سند کو صحیح کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔]

(۲) [موسوعة المناهي الشرعية (۲/۷)]

(۳) [بخاری (۵٦۵۲) کتاب المرضی : باب فضل من یصرع من الریح ' مسلم (۲۵۷٦) کتاب البر والصلة والآداب : باب ثواب المؤمن فیما یصیبه من مرض أو حزن أو نحو ذلك ' احمد (۳۲٤۰) الأدب المفرد (۵۰۵) نسائی فی السنن الکبری (٤/۷٤۹۰) طبرانی کبیر (۱۱۳۵۲) بیهقی فی دلائل النبوة (٦/۱۵٦)]

”جب میں اپنے کسی بندے کو اس کے دو محبوب اعضاء (یعنی آنکھوں) کے بارے میں آزماتا ہوں (یعنی نابینا کر دیتا ہوں) اور وہ اس پر صبر کرتا ہے تو اس کے بدلے میں اسے جنت دیتا ہوں۔“ (۱)

طاعون اور پیٹ کی بیماری کا ثواب

(1) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ الطَّاعُونُ شَهَادَةٌ لِّكُلِّ مُسْلِمٍ ﴾

”طاعون ہر مسلمان کے لیے شہادت ہے۔“ (۲)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کی بیماری کے متعلق دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ أَنهُ كَانَ عذاباً يبعثهُ اللّٰهُ عَلَى مَنْ يَّشَاءُ فجعلها اللّٰهُ رحمةً لِلمُؤمِنِينَ فَلَيسَ مِنْ عَبْدٍ يَّقَعُ الطَّاعُونُ فَيَمْكُثُ فِي بَلَدِهِ صَابِرًا يَعْلَمُ أَنهُ لَنْ يُّصِيبَهُ إِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ إِلا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجرِ الشَّهِيدِ ﴾

”یہ ایک عذاب تھا اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا تھا اس پر اسے بھیجتا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے (امت محمد کے) مومنین کے لیے رحمت بنا دیا' اب کوئی بھی اللہ کا بندہ اگر صبر کے ساتھ اس شہر میں ٹھہرا رہے جہاں طاعون پھوٹ پڑی ہو اور یقین رکھے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے لکھ دیا ہے اس کے سوا اس کو اور کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا اور طاعون میں اس کا انتقال ہو جائے تو اسے شہید جیسا ثواب ملے گا۔“ (۳)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿الشُّهدَاءُ خَمسَةٌ : **المَطعُونُ** ' **وَالْمَبْطُونُ** ' وَالْغَرِقُ ' وَصَاحِبُ الْهَدْمِ ' وَالشَّهِيدُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ﴾

”شہید پانچ قسم کے ہوتے ہیں۔ طاعون میں ہلاک ہونے والا' پیٹ کی بیماری میں ہلاک ہونے والا' ڈوب کر مرنے والا' دب کر مر جانے والا اور اللہ کے راستے میں شہادت پانے والا۔“ (٤)

بعض روایات میں تین اور آدمیوں کا بھی ذکر ہے ایک ﴿ صَاحِبُ ذَاتِ الْجَنبِ ﴾ ”پہلو کے درد سے

---

(۱) [بخاری (٥٦٥٣) کتاب المرضی : باب فضل من ذهب بصره]

(۲) [بخاری (٥٧٣٢) کتاب الطب : باب ما يذكر في الطاعون ' مسلم (١٩١٦) کتاب الإمارة : باب بيان الشهداء ' تحفة الأشراف (١٧٢٨)]

(۳) [بخاری (٥٧٣٤) کتاب الطب : باب أجر الصابر في الطاعون]

(٤) [بخاری (٢٨٢٩) کتاب الجهاد : باب الشهادة سبع سوى القتل ' مسلم (١٩١٤) کتاب الإمارة : باب بيان الشهداء ' ترمذی (١٩٥٨) ابن ماجه (٣٦٨٢) حمیدی (١١٣٤) شرح السنة للبغوی (٣٨٤) احمد (١٠٨٩٨) مؤطا (٢٩٥)]

مرنے والا ' دوسرا ﴿ ذَاتِ الْحَرِيْقِ ﴾ "جل کر مرنے والا" اور تیسرا ﴿ وَالْمَرْأَةُ تَمُوْتُ بِجُمْعٍ ﴾ "وہ عورت جو دوران حمل فوت ہو جائے۔" (۱)

"صاحب ذات الجنب" کی وضاحت کرتے ہوئے ملا علی قاری بیان کرتے ہیں کہ یہ ایک یا زیادہ پھنسیاں ہوتی ہیں جو انسان کے پہلو میں اندرونی جانب نکلتی ہیں۔ پھر وہ پھٹتی ہیں اور تکلیف روک دیتی ہیں بس وہی (انسان کی) ہلاکت کا وقت ہوتا ہے۔ اس کی علامات میں سے یہ ہے کہ پسلیوں کے نیچے درد اٹھتی ہے اور نفس میں تنگی محسوس ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بخار اور کھانسی بھی شروع ہو جاتی ہے اور یہ بیماری عورتوں میں زیادہ واقع ہوتی ہے۔ (۲)

(نوویؒ) مقتول کے علاوہ ان جملہ شہادتوں سے مراد یہ ہے کہ آخرت میں ان کو شہدا کا ثواب ملے گا مگر دنیا میں وہ شہدا کی طرح نہیں بلکہ عام مسلمانوں کی طرح غسل دیے جائیں گے اور ان پر نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔ شہدا تین قسم کے ہوتے ہیں: ایک تو وہ ہیں جو دنیا و آخرت میں شہید ہی ہیں' یعنی جو جہاد میں کفار کے ہاتھوں مارے جائیں۔ دوسری قسم کے شہید وہ ہیں جو آخرت میں شہید ہیں مگر دنیا میں ان پر شہدا کے احکام نافذ نہیں ہوں گے' ایسے شہدا یہاں اس حدیث میں مذکور ہیں۔ تیسری قسم کے شہید وہ ہیں جو دنیا میں تو شہید ہوئے مگر آخرت میں شہید نہیں' یہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے مال غنیمت وغیرہ میں خیانت کی۔ (۳)

- طاعون کی بیماری کے متعلق اتنا یاد رہے کہ جس علاقے میں طاعون کی وبا پھیل جائے اس میں داخل ہونے سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے اور اسی طرح انسان جس علاقے میں خود ہو وہاں اگر طاعون پھیل جائے تو وہاں سے بھاگنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ (٤)

علاوہ ازیں ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ "مکہ اور مدینہ میں طاعون کی وبا داخل نہیں ہوگی۔" (٥)

---

(۱) [صحیح۔ ھدایۃ الرواۃ (۱٦٦/۲)' (۱٥٠٥) ابو داود (۳۱۱۱) کتاب الجنائز : باب فی فضل من مات فی الطاعون' ابن ماجۃ (۲۸۰۳) کتاب الجھاد : باب ما یرجی فیہ الشھادۃ' نسائی فی السنن الکبری (۷٥۲۹) مؤطا (۱/۲۳۳) أحکام الجنائز للالبانی (ص: ٥٤۔٥٥)]

(۲) [مرقاۃ شرح مشکاۃ (٤/۳٤)]

(۳) [شرح مسلم للنووی (۲/۱٤۳)]

(٤) [بخاری (٥۷۳۰) کتاب الطب: باب ما یذکر فی الطاعون' مسلم (۲۲۱۸) کتاب السلام: باب الطاعون والطیرۃ ونحوھا' مؤطا (۱٦٥٦) کتاب الجامع : باب ما جاء فی الطاعون' احمد (۱٥۳٦)' (۱٥۷۷)]

(٥) [بخاری (٥۷۳۱) کتاب الطب: باب ما یذکر فی الطاعون' مسند احمد (۹۸۷٥)]

مریض کے لیے اُن تمام عبادات کا ثواب لکھا جاتا ہے جو وہ بحالتِ تندرستی کیا کرتا تھا

(1) ابو بردہؒ نے کہا کہ میں نے (اپنے والد) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے بارہا سنا وہ کہا کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ أَوْ سَافَرَ كُتِبَ لَهُ مِثْلُ مَا كَانَ يَعْمَلُ مُقِيمًا صَحِيحًا ﴾

''جب بندہ بیمار ہوتا ہے یا سفر کرتا ہے تو اس کے لیے اُن تمام عبادات کا ثواب لکھا جاتا ہے جنہیں وہ اقامت یا صحت و تندرستی کے وقت کیا کرتا تھا۔''(۱)

(2) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إنَّ العبدَ إذا كان على طريقةٍ حسنةٍ مِنَ العبادةِ ثم مرضَ قيل للملَكِ الموَكَّلِ به : اكتُبْ له مثل عَمَلِهِ إذا كان طَليقًا حتى أُطلِقَه أو أَكْفِتَهُ ﴾

''جب کوئی شخص اچھے طریقے سے عبادت کرتا ہے' پھر وہ بیمار ہو جاتا ہے تو اس کے ساتھ مقرر کردہ فرشتے کو حکم دیا جاتا ہے کہ اس کا عمل اسی طرح تحریر کرتے رہو' جس طرح وہ تندرستی میں کرتا تھا یہاں تک کہ میں اس کو بیماری سے رہائی عطا کروں یا اس کو موت سے ہمکنار کروں۔''(۲)

(3) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

﴿ إِذَا ابْتُلِيَ الْمُسْلِمُ بِبَلَاءٍ فِي جَسَدِهِ قِيلَ لِلْمَلَكِ : اُكْتُبْ لَهُ صَالِحَ عَمَلِهِ الَّذِي كَانَ يَعْمَلُ ' فَإِنْ شَفَاهُ غَسَلَهُ وَطَهَّرَهُ ' وَإِنْ قَبَضَهُ غَفَرَ لَهُ وَ رَحِمَهُ ﴾

''جب کوئی شخص جسمانی بیماری میں مبتلا ہو جائے تو فرشتے سے کہا جاتا ہے کہ اس کے ان صالح اعمال کو تحریر کرتے رہو جنہیں وہ (بیماری سے پہلے) کرتا تھا۔ اگر اسے بیماری سے شفا مل جاتی ہے تو وہ بیماری کی وجہ سے گناہوں سے دھل جاتا ہے اور اسے پاکیزگی حاصل ہو جاتی ہے اور اگر اللہ تعالیٰ اسے فوت کر دیں تو اسے معاف فرما دیتے ہیں اور اس پر رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔''(۳)

---

(۱) [بخاری (۲۹۹۶) كتاب الجهاد : باب يكتب للمسافر ما كان يعمل في الإقامة ' ابو داود (۳۰۹۱) كتاب الجنائز : باب إذا كان الرجل يعمل عملا صالحا فشغله عنه مرض أو سفر ' مسند احمد (۱۸۸٤۸)]

(۲) [**جيد** : هداية الرواة (۱٦٦/۲) احمد (۲۰۳/۲)]

(۳) [**صحيح** : هداية الرواة (۱٦٦/۲) احمد (۱٤۸/۳) اسے امام حاکمؒ نے صحیح کہا ہے۔ [مستدرك حاكم (۳٤۸/۱)] امام ذہبیؒ نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔]

(ملا علی قاریؒ) جن عبادات کا ثواب لکھا جاتا ہے ان سے مراد نفلی عبادات ہیں۔(۱)

بیماری سے پہلے صحت کی قدر کرنی چاہیے

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ : الصِّحَّةُ ، وَ الْفَرَاغُ ﴾

''دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے متعلق اکثر لوگ نقصان میں ہیں؛ ایک صحت اور دوسری فراغت۔(۲)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ

﴿ خُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ وَ مِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ ﴾

''اپنی صحت سے اپنی بیماری کے لیے اور اپنی زندگی سے اپنی موت کے لیے (کچھ ضرور) حاصل کرلو۔''(۳)

اللہ تعالیٰ سے عافیت وتندرستی کا سوال کرتے رہنا چاہیے

(1) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ سَلُوا اللَّهَ الْعَفْوَ وَ الْعَافِيَةَ فَإِنَّ أَحَدًا لَمْ يُعْطَ بَعْدَ الْيَقِينِ خَيْرًا مِنَ الْعَافِيَةِ ﴾

''اللہ تعالیٰ سے عفو و درگزر اور عافیت وتندرستی کا سوال کیا کرو کیونکہ کسی کو بھی یقین یعنی ایمان کے بعد عافیت وتندرستی سے بہتر کوئی چیز عطا نہیں کی گئی۔''(۴)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ يَا عَبَّاسُ ! يَا عَمَّ النَّبِيِّ ﷺ ! أَكْثِرْ مِنَ الدُّعَاءِ بِالْعَافِيَةِ ﴾

''اے عباس! اے نبی کے چچا! کثرت کے ساتھ عافیت وتندرستی کی دعا کیا کرو۔''(۵)

(3) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح وشام تین تین مرتبہ یہ کلمات پڑھا کرتے تھے:

---

(۱) [مرقاۃ شرح مشکاۃ (۲۱/٤)]

(۲) [بخاری (٦٤١٢) کتاب الرقاق ... صحة د لفراغ ولا عيش إلا عيش الآخرة]

(۳) [بخاری (٦٤١٦) کتاب الرقاق : باب قول النبی کن في الدنيا كأنك غريب]

(٤) [**حسن** : صحیح ترمذی ' ترمذی (٣٥٥٨) کتاب الدعوات : باب فی دعاء النبی ' ابن ماجة (٣٨٤٩) کتاب الدعاء : باب الدعاء بالعفو والعافية ' نسائی فی عمل اليوم والليلة (٨٧٩) ابن حبان (٩٥٢) الترغيب والترهيب لمحي الدين ديب مستو (٤٩٦٣)]

(٥) [**حسن** : الترغيب والترهيب لمحي الدين ديب مستو (٤٩٦٦) ' (١٦٧/٤) حاکم (٥٢٩/١) ابن حبان (٩٥١) امام حاکمؒ نے اس حدیث کو بخاری کی شرط پر صحیح کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے ان کی موافقت کی ہے۔]

﴿ اللّٰهُمَّ عَافِنِيْ فِيْ بَدَنِيْ ، اللّٰهُمَّ عَافِنِيْ فِيْ سَمْعِيْ ، اللّٰهُمَّ عَافِنِيْ فِيْ بَصَرِيْ ﴾

''اے اللہ! مجھے میرے بدن میں عافیت دے' اے اللہ! مجھے میرے کانوں میں عافیت دے۔ اے اللہ! مجھے میری آنکھوں میں عافیت دے۔ تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔''(۱)

کیا مریض کی دعا جلد قبول ہوتی ہے؟

اس ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ خمسُ دعواتٍ يُستجابُ لَهنّ : دعوةُ المظلومِ حتى ينتصرَ ودعوةُ الحاجّ حتى يَصدُرَ ودعوةُ الْمُجاهدِ حتى يَقْعُدَ " **ودَعْوَةُ الْمرِيْضِ حَتَّى يَبْرَأَ** " ودعوةُ الأخِ لأخيهِ بظَهرِ الغيبِ ثُم قال وَأسرعُ هذهِ الدّعواتِ إجابةً دعوةُ الأخِ بظَهرِ الغَيبِ ﴾

''پانچ افراد کی دعائیں قبول کی جاتی ہیں؛ مظلوم کی دعا حتی کہ وہ بدلہ لے لے۔ حج کرنے والے کی دعا حتی کہ وہ (گھر کی طرف) واپس لوٹ آئے۔ مجاہد کی دعا حتی کہ (وہ اپنے اہل وعیال میں آ کر) بیٹھ جائے۔ مریض کی دعا حتی کہ وہ تندرست ہو جائے اور بھائی کی اپنے بھائی کے لیے غائبانہ طور پر کی جانے والی دعا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' ان تمام دعاؤں میں سے سب سے جلد قبول ہونے والی دعا' بھائی کی اپنے بھائی کے لیے غائبانہ طور پر کی جانے والی دعا ہے۔''

لیکن وہ ضعیف ہے' اسے شیخ البانی رحمہ اللہ نے بہت زیادہ ضعیف قرار دیا ہے۔(۲)

تاہم اتنا ضرور ہے کہ جو بھی اللہ تعالیٰ سے اخلاص کے ساتھ دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو ضرور قبول فرماتے ہیں اور یقیناً مریض کی دعا میں عام آدمی سے کہیں زیادہ اخلاص ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

---

(۱) [حسن : صحیح ابو داود (۴۲۴۵) کتاب الأدب : باب ما یقول إذا أصبح' ابو داود (۵۰۹۰) مسند احمد (۴۲/۵) نسائی فی عمل الیوم واللیلة (۲۲) ابن السنی (۶۹)]

(۲) [هداية الرواة (۴۱۸/۲) الضعيفة (۱۳۴۴) بيهقى فى شعب الإيمان (۲۰۳/۲)' (۱۱۲۵)] اس کی سند میں عبد الرحیم بن زید العمی راوی ہے جو متہم بالکذب ہے۔[هداية الرواة (۴۱۸/۲)] حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ متروک ہے۔ امام ابن معین رحمہ اللہ نے اسے کذاب کہا ہے اور ایک دوسری جگہ پر کہا ہے کہ یہ کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔ امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس کی حدیث کو ترک کر دیا جائے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اہل علم نے اسے چھوڑ دیا ہے۔ امام ابو زرعہ رحمہ اللہ نے اسے واهی الحدیث یعنی ضعیف کہا ہے۔ امام ابوداود رحمہ اللہ نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ امام جوزجانی رحمہ اللہ نے اسے غیر ثقہ کہا ہے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اہل علم نے اسے چھوڑ دیا ہے۔[تقريب التهذيب (۴۰۴۵) الجرح والتعديل (۳۳۹/۵) التاريخ الكبير (۱۰۴/۳) الجرح والتعديل (۸۹۳۷) تهذيب الكمال (۳۴۰۶) الضعفاء للعقيلي (۱۳۰) علل ابن أبي حاتم (۷۳۵) الكامل لابن عدى (۲۹۸۰/۲) الضعفاء والمتروكون للدارقطني (۳۴۲) تاريخ الدوري (۳۶۲/۲) سير أعلام النبلاء (۳۱۷/۸) ميزان الاعتدال (۵۰۳۰)' (۶۰۵۱)]

﴿ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ﴾ [غافر : ١٤] ''تم اللہ کو اس کے لیے دین کو خالص کر کے پکارو۔'' اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا﴿ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ﴾ [غافر : ٦٠] ''اور تمہارے رب کا فرمان ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا۔''

بیماری میں موت کی تمنا کرنا جائز نہیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَا يَتَمَنَّيَنَّ أحدُكُم الموتَ لِضُرٍّ نزلَ به ﴾

''تم میں سے کوئی بھی کسی درپیش مصیبت و تکلیف کے سبب ہرگز موت کی تمنا نہ کرے۔'' (١)

اس مسئلے کی مزید تفصیل کے لیے ''مقدمہ'' دیکھیے۔

شدتِ مرض کے باعث اپنے نفس کو قتل نہیں کرنا چاہیے

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ مَرِضَ رَجلٌ فَصِيحَ عليهِ فجاءَ جَارُهُ إلَى رسولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ لَهُ إنهُ قد ماتَ ' قال : ومَا يُدْرِيكَ ' قالَ : أنا رأيتهُ قَالَ رسولُ اللّٰهِ ﷺ : إنَّه لَم يَمُتْ قالَ فَرجعَ فَصِيحَ عَلَيْهِ فجاءَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فقالَ إنهُ قد ماتَ ' فقال النبيُّ ﷺ : إنه لَم يَمُتْ ' فَرجعَ فصِيحَ عليهِ ' فَقالت امْرأتهُ انطلقْ إلَى رسولِ اللّٰهِ ﷺ فَأَخبِرْهُ ' فَقَالَ الرَّجُلُ : اَللّٰهُمَّ الْعَنْهُ ' قال : ثُم انطلقَ الرجلُ فرآه قَدْ نَحرَ نَفْسَهُ بِمِشْقَصٍ مَّعَهُ فَانطلقَ إلى النبيِّ ﷺ فَأخبرَهُ أَنَّهُ قَد مَاتَ فَقَالَ : ومَا يُدرِيكَ ' قَالَ : رَأيتُهُ يَنحَرُ نَفْسَهُ بِمَشَاقِصَ مَعهُ قالَ أَنتَ رأيتهُ قالَ نَعَمْ ' قالَ : **إذًا لا أُصَلِّي عَلَيْهِ** ﴾

''ایک آدمی بیمار ہو گیا تو اس پر چیخ و پکار کی گئی۔ پھر اس کا پڑوسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے کہا کہ وہ شخص فوت ہو گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ تو اس نے کہا کہ میں نے اسے دیکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ فوت نہیں ہوا۔ وہ شخص واپس گیا تو اس آدمی پر چیخ و پکار کی جا رہی تھی وہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ وہ فوت ہو گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ فوت نہیں ہوا۔ وہ پھر واپس گیا تو اس پر چیخ و پکار کی جا رہی تھی۔ اس کی بیوی نے کہا کہ تم جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دو تو اس نے کہا اے اللہ! اس پر لعنت فرما۔ پھر وہ اس کے پاس گیا تو اس نے دیکھا کہ اس نے اپنے نیزے کے پھل کے ساتھ اپنی گردن کاٹ لی تھی۔ پھر اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آ کر خبر دی کہ وہ فوت ہو گیا ہے تو

(١) [بخاری (٦٣٥١) کتاب الدعوات : باب الدعاء بالموت والحياة]

آپ ﷺ نے فرمایا تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ اس نے کہا: میں نے اسے دیکھا ہے کہ اس نے اپنے نیزے کے پھل کے ساتھ اپنا گلا کاٹ لیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو نے اسے دیکھا ہے؟ اس نے کہا ہاں' تو آپ ﷺ نے فرمایا: تب میں اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھوں گا۔'' (۱)

مریض یا مصیبت زدہ کو دیکھ کر یہ دعا پڑھیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَن رَأَى صَاحِبَ بَلَاءٍ فَقَالَ : اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهِ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا ' إِلَّا عُوفِیَ مِنْ ذٰلِكَ الْبَلَاءِ کَائِنًا مَّا کَانَ مَا عَاشَ ﴾

''جس نے کسی مصیبت زدہ کو دیکھ کر کہا:

'' اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِهِ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا ''

یعنی تمام تعریفیں اُس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے اُس مصیبت سے محفوظ رکھا جس میں تمہیں مبتلا کیا ہے اور اس نے مجھے بہت سی دوسری مخلوق پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔

تو وہ جب تک زندہ رہے گا اُس مصیبت سے محفوظ رہے گا خواہ وہ کوئی بھی مصیبت ہو۔'' (۲)

کیا امراض متعدی ہوتے ہیں؟

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ **لَا عَدْوٰی** ' وَلَا صَفَرَ ' وَلَا هَامَةَ ' فَقَالَ أَعْرَابِیٌّ : یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! فَمَا بَالُ الْإِبِلِ تَکُوْنُ فِی الرَّمْلِ کَأَنَّهَا الظِّبَاءُ فَیُخَالِطُهَا الْبَعِیْرُ الْأَجْرَبُ فَیُجْرِبُهَا ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : **فَمَنْ أَعْدَی الْأَوَّلَ** ﴾

''کوئی بیماری متعدی نہیں' ماہ صفر اور اُلو کی نحوست کوئی چیز نہیں۔ ایک دیہاتی نے کہا' اے اللہ کے رسول! پھر اس اُونٹ کے متعلق کیا کہا جائے گا جو ریگستان میں ہرن کی طرح صاف چمکدار ہوتا ہے لیکن خارش والا اونٹ اسے مل جاتا ہے اور اسے بھی خارش لگا دیتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا' لیکن پہلے اونٹ کو کس نے خارش لگائی تھی؟۔'' (۳)

---

(۱) [**صحیح** : صحیح ابو داود (۲۷۲۷) کتاب الجنائز : باب الإمام لا یصلی علی من قتل نفسه ' ابو داود (۳۱۸۵) مسلم (۹۷۸) کتاب الجنائز : باب ترک الصلاة علی القاتل نفسه ' احمد (۲۰۹۰۶) نسائی فی السنن الکبری (۲۰۹۱/۱) طبرانی کبیر (۱۹۳۲/۲) بیهقی (۱۹/٤)]

(۲) [**صحیح** : صحیح ترمذی ' ترمذی (۳٤۳۱) کتاب الدعوات : باب ما جاء ما یقول إذا رأی مبتلی]

(۳) [بخاری (۵۷۷۰) کتاب الطب : باب لا هامة ' مسلم (۲۲۲۰) کتاب السلام : باب لا عدوی ولا طیرة ولا هامة ولا صفر ولا نوء ولا غول ' نسائی فی السنن الکبری (۷۵۹۱) ابن حبان (٦۱۱٦) عبد الرزاق (۱۹۵۰۷) شرح السنة للبغوی (۳۲٤۸) بیهقی (۲۱٦/۷) احمد (۷٦۲٤)]

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ وَيُعْجِبُنِي الْفَأْلُ قَالُوا : وَمَا الفأل : قَالَ : الْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ ﴾

''کوئی بیماری متعدی نہیں۔نہ بدفالی و بدشگونی کی کچھ حقیقت ہے البتہ مجھے فال پسند ہے۔صحابہ نے عرض کیا' فال سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' عمدہ اور بہترین بات (سننا اور اچھی امید رکھنا)۔''(۱)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ کوئی بیماری بھی متعدی نہیں ہوتی یعنی ایک آدمی سے دوسرے آدمی کو کوئی بیماری بھی نہیں لگ سکتی۔لیکن بعض دوسری احادیث اس کے مخالف معلوم ہوتی ہیں جیسا کہ چند حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَا يُورِدَنَّ مُمْرِضٌ عَلَى مُصِحٍّ ﴾ ''کوئی شخص اپنے بیمار اونٹوں کو کسی کے صحت مند اونٹوں میں نہ لے جائے (تاکہ کہیں بیمار اونٹوں سے منتقل ہو کر بیماری تندرست اونٹوں میں نہ چلی جائے)۔''(۲)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ فِرَّ مِنَ الْمَجذُومِ كَما تَفِرُّ مِنَ الْأَسَدِ ﴾ ''کوڑھ کے مریض سے یوں فرار اختیار کرو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔''(۳)

(3) عمرو بن شرید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ

﴿ كَانَ فِي وَفْدِ ثَقِيفٍ رَجُلٌ مَجْزُومٌ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّا قَدْ بَايَعْنَاكَ فَارْجِعْ ﴾

''وفدِ ثقیف میں ایک آدمی کوڑھ کا مریض تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف پیغام بھیج دیا کہ بے شک ہم نے تجھ سے بیعت کر لی ہے تو واپس لوٹ جا۔''(٤)

ان بظاہر متعارض احادیث میں تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ جن احادیث میں مذکور ہے کہ کوئی بیماری متعدی نہیں ہوتی ان میں جاہلیت کے عقیدے کی نفی کی گئی ہے۔اُن کا گمان تھا کہ بیماری بذاتِ خود متعدی ہوتی ہے اس

---

(۱) [بخاری (٥٧٧٦) کتاب الطب : باب لا عدوی ' مسلم (٢٢٢٤) کتاب السلام : باب الطیرة والفأل ' ابن ماجة (٣٥٣٨) کتاب الطب : باب من کان یعجبه الفأل ویکره الطیرة ' احمد (١٢١٨٠)]

(۲) [بخاری (٥٧٧١) کتاب الطب : باب لا هامة ' مسلم (٢٢٢١) کتاب السلام : باب لا عدوی ولا طیرة ولا هامة ولا صفر ولا نوء ولا غول ' ابو داود (٣٩١١) کتاب الطب : باب فی الطیرة ' ابن حبان (٦١١٥) عبد الرزاق (١٩٥٠٧) شرح السنة للبغوی (٣٢٤٨) بیهقی (٢١٦/٧) احمد (٩٢٧٤)]

(۳) [بخاری (٥٧٠٧) کتاب الطب : باب الجذام]

(٤) [مسلم (٢٢٣١) کتاب السلام : باب اجتناب المجذوم ونحوه ' ابن ماجة (٣٥٤٤) کتاب الطب : باب الجذام ' نسائی (٤١٩٣) وفی السنن الکبری (٧٨٠٥) تحفة الأشراف (٤٨٣٧)]

میں اللہ تعالیٰ کی مشیت کا کوئی دخل نہیں۔اور جن احادیث میں امراض سے بھاگنے کا ذکر ہے ان میں بیماری کے اسباب سے اجتناب کی ترغیب دلائی گئی ہے۔مراد یہ ہے کہ بیماری بذاتِ خود تو متعدی نہیں ہوتی لیکن اگر اللہ تعالیٰ چاہیں تو بیمار آدمی کے جراثیم تندرست آدمی میں منتقل کر کے اسے بیمار کر دیں اور اگر نہ چاہیں تو ایک ہی گھر میں بعض افراد کو بیمار کر دیں اور بعض کو تندرست رکھیں۔اسی طرح اگر بیماری متعدی ہی ہوتی ہے اور اس میں مشیت الٰہی کا کوئی دخل نہیں تو پھر سب سے پہلے جسے بیماری لگتی ہے اسے کہاں سے لگتی ہے؟۔احتیاط کی ترغیب بھی اسی لیے دلائی گئی ہے کہ کسی شدید مریض کے جراثیموں کی وجہ سے اللہ کے حکم سے بھی اگر کسی کو بیماری لگ گئی تو جاہل لوگ سمجھ بیٹھیں گے کہ امراض متعدی ہوتے ہیں۔

(جمہور علماء) اسی جمع و تطبیق کے قائل ہیں۔

(نوویؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(۱)

(شیخ ابن عثیمینؒ) انہوں نے اسی تطبیق کو سب سے عمدہ و بہترین قرار دیا ہے۔(۲)

جن حضرات نے ان احادیث میں نسخ کا دعویٰ کرتے ہوئے کسی ایک کو ناسخ اور دوسری کو منسوخ قرار دیا ہے ان کا قول درست نہیں کیونکہ نسخ کی شرائط میں سے ہے کہ جمع ممکن نہ ہو حالانکہ یہاں جمع و توفیق ممکن ہے۔اسی طرح نسخ کی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ تاریخ کا علم ہوتا کہ متاخر حکم کو ناسخ بنایا جا سکے لیکن یہاں یہ بھی موجود نہیں۔

---

(۱) [شرح مسلم للنووی (۳۲٤/۷)]

(۲) [القول المفید علی کتاب التوحید (٥٦٥/۱۔٥٦٦)]

باب علاج المرض بیماری کے علاج کا بیان

مریض کو علاج کرانا چاہیے

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَا أَنزَلَ اللّٰهُ دَاءً إِلَّا أَنزَلَ لَهُ شِفَاءً ﴾

''اللہ تعالیٰ نے جو بھی بیماری اتاری ہے اس کی شفا بھی نازل فرمائی ہے۔'' (۱)

(2) حضرت اُسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ قَالَتِ الْأَعْرَابُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَلَا نَتَدَاوَى قَالَ نَعَمْ يَا عِبَادَ اللّٰهِ ! تَدَاوَوْا ' فَإِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَضَعْ دَاءً إِلَّا وَضَعَ لَهُ شِفَاءً أَوْ قَالَ دَوَاءً إِلَّا دَاءً وَاحِدًا قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! وَمَا هُوَ ؟ قَالَ : الْهَرَمُ ﴾

''دیہاتیوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا ہم دوا استعمال کریں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ کے بندو! دوا استعمال کرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی بیماری نہیں بنائی جس کی شفا نہ بنائی ہو (راوی کو شک ہے کہ) یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کی دوا نہ بنائی ہو سوائے ایک بیماری کے۔ انہوں نے دریافت کیا' اے اللہ کے رسول! وہ بیماری کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' وہ بڑھاپا ہے۔'' (۲)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) اس حدیث میں طب اور علاج کا اثبات ہے۔ (۳)

(خطابیؒ) بے شک دوا لینا جائز ہے مکروہ نہیں ہے۔ (٤)

(عینیؒ) اس حدیث میں دوا لینے اور طب کا جواز موجود ہے اور صوفیہ کی اس بات کا رد ہے کہ ولایت اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک انسان اُن تمام مصائب و مشکلات کے ساتھ راضی نہ ہو جائے جو بھی اسے درپیش ہوں اور اُس کے لیے ان کا علاج کرانا جائز نہیں ہے۔ (٥)

---

(۱) [بخاری (٥٦٧٨) کتاب الطب : باب ما أنزل الله داء إلا أنزل له شفاء]

(۲) [صحیح : صحیح ترمذی (١٦٦٠) کتاب الطب : باب ما جاء فی الدواء و الحث علیه ' ترمذی (٢٠٣٨) ابو داود (٣٨٥٥) کتاب الطب : باب فی الرجل یتداوی ' الأدب المفرد (٢٩١) ابن ماجة (٣٤٣٦) کتاب الطب : باب ما أنزل الله داء إلا أنزل له شفاء ' احمد (٢٧٨/٤) حمیدی (٨٢٤)]

(۳) [تحفة الأحوذی (١٨١/٦)]

(٤) [معالم السنن (٢١٦/٤)]

(٥) [عمدة القاری (٣٦٣/١٧)]

(صالح بن فوزان) مباح اشیاء کے ساتھ علاج کرانا اور دوا لینا جائز ہے۔(۱)

حرام اشیاء کے ساتھ علاج کرانا جائز نہیں

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الدَّوَاءِ الْخَبِيثِ ﴾

''رسول اللہ ﷺ نے (بطورِ علاج) خبیث یعنی حرام اشیاء کے استعمال سے منع فرمایا ہے۔''(۲)

(2) صحیح مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ

﴿ عَنْ طَارِقِ بْنِ سُوَيْدٍ رضى الله عنه أنهُ سَأل النبيَّ ﷺ عَنِ الْخمرِ فَنَهَاهُ أَوْ كَرِهَ أَنْ يَّصْنَعَهَا فَقَالَ إِنَّمَا أَصْنَعُهَا لِلدَّوَاءِ فَقَالَ : **إِنَّهُ لَيْسَ بِدَوَاءٍ وَلٰكِنَّهُ دَاءٌ** ﴾

حضرت طارق بن سوید جعفی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے شراب کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے اس سے منع فرما دیا یا اس کا بنانا ناپسند کیا۔ حضرت طارق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں اس سے دوا بناتا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ دواء نہیں ہے بلکہ یہ تو بیماری ہے۔''(۳)

(3) حضرت عبد الرحمٰن بن عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ أَنَّ طَبِيبًا سَأَلَ النبيَّ ﷺ عَنْ ضَفْدَعٍ يَجْعَلُهَا فِي دَوَاءٍ ؟ فَنَهَاهُ النبيُّ ﷺ عَنْ قَتْلِهَا ﴾

''ایک طبیب نے نبی کریم ﷺ سے مینڈک کے متعلق دریافت کیا کہ کیا اسے دواء میں ڈالا جا سکتا ہے تو آپ ﷺ نے اسے قتل کرنے سے منع فرما دیا۔''(٤)

(4) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

---

(۱) [بحوث فقهية فى قضايا عصرية (ص / ۲۵۵)]

(۲) [**صحیح** : صحيح ابو داود (۳۲۷۸) كتاب الطب : باب فى الأدوية المكروهة ' ابو داود (۳۸۷۰) ترمذى (۲۰٤۵) كتاب الطب : باب ما جاء فيمن قتل نفسه بسم أو غيره ' ابن ماجة (۳٤۵۹)]

(۳) [مسلم (۱۹۸٤) كتاب الأشربة : باب تحريم التداوى بالخمر ' ابو داود (۳۸۷۳) ترمذى (۲۰٤٦) ابن ماجة (۳۵۰۰) دارمى (۲۰۹۵) ابن حبان (٦۰٦۵) ابن أبى شيبة (۲۲/۸) عبد الرزاق (۱۷۱۰۰) بيهقى (٤/۱۰) احمد (۱۸۸۱)]

(٤) [**صحیح** : هداية الرواة (۲۷٤/٤) ابو داود (۵۲٦۹) كتاب الأدب : باب فى قتل الضفدع ' نسائى (۲۱۰/۷) مشكل الأثار للطحاوى (۳۱۳/۲) حاكم (٤٤۵/۳)]

﴿ إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَجْعَلْ شِفَاءَكُمْ فِيمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ ﴾

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری شفا اُن اشیاء میں نہیں بنائی جنہیں تم پر حرام کیا ہے۔''(۱)

(ابن قیمؒ) حرام اشیاء کے ساتھ علاج کرانا شرعی اور عقلی اعتبار سے قبیح ہے۔شرعی اعتبار سے اس طرح کہ اس سے صحیح احادیث میں منع کیا گیا ہے اور عقلی اعتبار سے اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے حرام چیز کو اس کی خباثت کی وجہ سے ہی حرام کیا ہے۔(۲)

(صالح بن فوزان) حرام چیز کو بطور دوا استعمال کرنا جائز نہیں خواہ وہ چیز کھانے والی ہو یا کچھ اور ہو مثلاً شراب اور نجاسات وغیرہ۔(۳)

علاج کے لیے دم کرانا جائز ہے

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَنْفُثُ عَلَى نَفْسِهِ فِي مَرَضِهِ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ ، فَلَمَّا ثَقُلَ كُنْتُ أَنَا أَنْفُثُ عَلَيْهِ بِهِنَّ وَأَمْسَحُ بِيَدِ نَفْسِهِ لِبَرَكَتِهَا ﴾

''نبی کریم ﷺ اپنے مرضِ وفات میں معوذات پڑھ کر پھونکتے تھے۔پھر جب آپ ﷺ کے لیے یہ عمل مشکل ہو گیا تو میں آپ پر دم کرتی تھی اور برکت کے لیے آپ ﷺ کا ہاتھ آپ کے جسم پر پھیرتی تھی۔''(٤)

(2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الرُّقَى ، فَجَاءَ آلُ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ فَقَالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! إِنَّهُ كَانَتْ عِنْدَنَا رُقْيَةٌ نَرْقِي بِهَا مِنَ الْعَقْرَبِ ، وَأَنْتَ نَهَيْتَ عَنِ الرُّقَى ؟ قَالَ : أَعْرِضُوهَا فَعَرَضُوهَا عَلَيْهِ فَقَالَ : **مَا أَرَى بِهَا بَأْسًا ، مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَنْفَعَ أَخَاهُ فَلْيَنْفَعْهُ** ﴾

''رسول اللہ ﷺ نے (شرکیہ) دم کرنے سے منع فرمایا۔چنانچہ عمرو بن حزم کے گھر والے آئے اور انہوں نے عرض کیا'اے اللہ کے رسول! ہمارے پاس ایک دم ہے جس کے ساتھ ہم بچھو کے ڈسے کو دم کرتے ہیں حالانکہ آپ ﷺ نے دم کرنے سے منع کیا ہے۔انہوں نے آپ ﷺ پر وہ دم پیش کیا۔آپ ﷺ نے فرمایا' میں اس دم

---

(۱) [بخاری (قبل الحدیث / ٥٦١٤) کتاب الأشربة : باب شراب الحلواء و العسل]

(۲) [زاد المعاد (١٥٦/٤)]

(۳) [بحوث فقهية في قضايا عصرية (ص ٢٥٦)]

(٤) [بخاری (٥٧٥١) کتاب الطب : باب في المرأة ترقي الرجل]

میں کچھ حرج نہیں پاتا' تم میں سے جو شخص اپنے بھائی کو فائدہ پہنچا سکتا ہے وہ اسے ضرور پہنچائے۔'' (۱)

(سید سابق) دموں اور دعاؤں کے ساتھ علاج جائز ہے جبکہ وہ شرک سے پاک ہوں۔ (۲)

شرکیہ دموں سے اجتناب ضروری ہے

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ كُنَّا نَرقِي فِي الجاهلية فقُلنا يا رسول الله ! كيف ترى في ذلك ؟ فقال : أَعرِضُوا عَلَيَّ رُقَاكُمْ ' **لَا بَأْسَ بِالرُّقَى مَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ شِرْكٌ** ﴾

''ہم جاہلیت میں دم کیا کرتے تھے۔ ہم نے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم مجھ پر اپنے دم پیش کرو' ایسا دم کرنے میں کوئی حرج نہیں جس میں شرک نہ ہو۔'' (۳)

شرکیہ اُمور سے بعض اوقات بیماری دور بھی ہو جاتی ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب بیان کرتی ہیں کہ

﴿ إن عبدَ الله رَأى في عُنقِي خيطًا ' فقال : مَا هذا ؟ فقلتُ : خيطٌ رُقِيَ لي فِيهِ ' قالتْ : فأخَذَهُ فقَطَعَهُ ' ثُم قَالَ : أَنْتُم آلُ عبدِ الله لَأغنياء عن الشِّرْكِ ! سَمعتُ رَسُولَ الله ﷺ يقولُ : إنَّ الرُّقَى وَالتمائمَ والتِّوَلَةَ شركٌ ' فقلتُ لِمَ تقولُ هَكَذا ؟ **لَقَد كانَت عَيْنِي تقذفُ ' فَكُنْتُ أختلفُ إلى فُلانِ اليُهُودِيِّ ' فَإذَا رَقَاهَا سَكَنَتْ** ' فقال عبدُ الله : **إنما ذلك عملُ الشَّيطانِ** ' كَانَ يَنخَسُهَا بيدِهِ ' فإذا رُقِيَ كَفَّ عنها ' إنما كان يكفيكَ أَنْ تَقُولِي كما كان رسولُ الله ﷺ يقولُ : أَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ إلَّا شِفَاؤُكَ ' شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا ﴾

''عبداللہ رضی اللہ عنہ نے میری گردن میں ایک دھاگہ دیکھا' انہوں نے دریافت کیا' یہ کیا ہے؟ میں نے

---

(۱) [مسلم (۲۱۹۹) كتاب السلام : باب استحباب الرقية من العين والنملة والحمة والنظرة ' ابن ماجة (۳۵۱۵) كتاب الطب : باب ما رخص فيه من الرقى ' نسائي في سنن الكبرى (۷۵٤۰) ابن حبان (٦۱۰۲) ' (٦۰۹۱) أبو يعلى (۲۲۹۹) ابن أبي شيبة (۳٤/۸) بيهقي (۳٤۹/۹)]

(۲) [فقه السنة (۲٤۵/۱)]

(۳) [مسلم (۲۲۰۰) كتاب السلام : باب لا بأس بالرقى ما لم يكن فيه شرك ' ابو داود (۳۸۸٦) كتاب الطب: باب ما جاء في الرقى ' ابن حبان (٦۰۹٤) طبراني كبير (۸۱/۱۸) بيهقي (۳٤۹/۹)]

جواب میں کہا' دھاگہ ہے جس پر دم کر کے مجھے دیا گیا ہے۔ زینب کہتی ہیں کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے دھاگے کو کاٹ دیا اور ڈانٹا کہ تم آلِ عبداللہ شرک سے مستغنی ہو۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے' آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک دم کرنا' منکے ہڈیاں وغیرہ لٹکانا اور جادو کرنا شرک ہے۔ (وہ کہتی ہیں) میں نے اعتراض کیا کہ آپ یہ بات کیسے کہتے ہیں حالانکہ میری آنکھ میں شدید درد ہوتا تو میں فلاں یہودی کی طرف جاتی جب وہ دم کرتا تو درد رک جاتا؟ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ تو شیطان کا کام ہے وہ اپنا ہاتھ آنکھ پر مارتا ہے اور جب دم کیا جاتا ہے تو وہ آنکھ پر ہاتھ مارنے سے رک جاتا ہے۔ تجھے تو اتنا ہی کافی تھا کہ تو دعا کرتی جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے ''اے لوگوں کے رب! بیماری دور فرما اور شفا عطا کر' تو ہی شفاء دینے والا ہے' تیری شفا کے علاوہ کوئی شفا نہیں' ایسی شفا عطا کر جو بیماری کو باقی نہ چھوڑے۔'' (۱)

مذکورہ حدیث میں جس دم سے منع کیا گیا ہے اس سے مراد شرکیہ دم ہے۔

(شیخ ابن عثیمینؒ) حدیث میں مذکور دم سے مراد ایسا دم ہے جس کے متعلق شرع میں کچھ موجود نہ ہو خواہ وہ مباح ہی ہو یا ایسا دم جس میں شرک ہو۔ (۲)

کسی زخم وغیرہ پر دم کرنے کا طریقہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

﴿ كَانَ إِذَا اشْتَكَى الإنسانُ الشَّيءَ منهُ ' أَو كَانتْ به قرحةٌ أو جرحٌ ' قال النبي ﷺ بإصبعهِ هكذا ـ ووضعَ سفيانُ سَبَّابتَه بالأرضِ ثم رَفَعَها ـ بِاسْمِ اللّٰه تُرْبَةُ أَرْضِنَا بِرِيقَةِ بَعْضِنَا لِيُشْفَى بِهِ سَقِيْمُنَا بِإِذْنِ رَبِّنَا ﴾

''جب کوئی انسان مریض ہوتا یا اسے کوئی زخم وغیرہ ہوتا تو نبی ﷺ اپنی انگلی کے ساتھ اس طرح کرتے۔ پھر راوی حدیث سفیان بن عیینہؒ نے (نبی ﷺ کے اس عمل کی وضاحت کے لیے) اپنی انگشت شہادت کو زمین پر رکھا پھر اسے اٹھایا اور کہا:

'' بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ أَرْضِنَا بِرِيقَةِ بَعْضِنَا لِيُشْفَى بِهِ سَقِيْمُنَا بِإِذْنِ رَبِّنَا '' یعنی اللہ کے نام کی مدد سے

---

(۱) [صحیح : صحیح ابن ماجۃ (۲۸۴۵) کتاب الطب : باب تعلیق التمائم ' الصحیحۃ (۳۳۱) المشکاۃ (۴۴۸۰) کتاب الطب والرقی ' ابو داود (۳۸۸۳) کتاب الطب : باب فی تعلیق التمائم ' مسند احمد (۳۶۱۵)]

(۲) [القول المفید علی کتاب التوحید (۱۸۱/۱)]

ہماری زمین کی مٹی ہم میں سے کسی کے تھوک کے ساتھ تا کہ ہمارا مریض شفا پا جائے ہمارے رب کے حکم سے۔'' (۱)

مریض خود بھی اپنے آپ کو دم کر سکتا ہے؟

حضرت عثمان بن أبي العاص ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ أَنَّهُ شَكَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَجَعًا يَجِدُهُ فِي جَسَدِهِ مُنْذُ أَسْلَمَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ضَعْ يَدَكَ عَلَى الَّذِي تَأَلَّمَ مِنْ جَسَدِكَ وَقُلْ بِسْمِ اللَّهِ ثَلَاثًا وَقُلْ سَبْعَ مَرَّاتٍ أَعُوذُ بِعِزَّةِ اللَّهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ ﴾

''انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے جسم میں تکلیف کی شکایت کی جسے وہ مسلمان ہونے سے محسوس کر رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنا ہاتھ جسم کے اُس حصے پر رکھو جس میں تم تکلیف محسوس کرتے ہو اور تین مرتبہ کہو ''بِسْمِ اللّٰهِ'' اور سات مرتبہ یہ کلمات کہو '' أَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ ''(۲)

کچھ دموں کا ذکر آئندہ باب ''مریض کی عیادت کا بیان'' کے تحت بھی آئے گا۔

دم کرانے میں جلدی نہ کرنے والے بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ هٰؤُلَاءِ أُمَّتُكَ وَمَعَ هٰؤُلَاءِ سَبْعُونَ أَلْفًا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴾

''(مجھ سے کہا گیا کہ) یہ تمہاری امت ہے اور اس میں سے ستر ہزار وہ لوگ ہوں گے جو بغیر حساب کے جنت میں داخل کیے جائیں گے۔'' پھر صحابہ اٹھ کر مختلف جگہوں میں چلے گئے اور آپ ﷺ نے اس کی وضاحت نہیں کی کہ یہ ستر ہزار کون لوگ ہوں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپس میں اس کے متعلق گفت وشنید کی اور کہا ہماری پیدائش تو شرک میں ہوئی تھی البتہ بعد میں ہم لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے لیکن یہ ستر ہزار ہمارے بیٹے ہوں گے جو پیدائش ہی سے مسلمان ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ کو یہ بات پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ هُمُ الَّذِينَ لَا يَتَطَيَّرُونَ ، وَلَا يَكْتَوُوْنَ ، وَلَا يَسْتَرْقُوْنَ ، وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴾

''یہ ستر ہزار وہ لوگ ہوں گے جو بدشگونی نہیں پکڑتے' نہ داغ لگواتے ہیں اور نہ ہی علاج کی غرض سے دم

---

(۱) [مسلم (۲۱۹٤) كتاب السلام : باب رقية المريض ' بخاري (۵۷٤۵) كتاب الطب : باب رقية النبي ﷺ ' ابو داود (۳۸۹۵) ابن ماجة (۳۵۲۱) نسائي في السنن الكبرى (۱۰۸٦۲) ابن حبان (۲۹۷۳) مستدرك حاكم (۸۲۷۷) شرح السنة للبغوي (۱٤۱٤)]

(۲) [مسلم (۲۲۰۲) كتاب السلام : باب استحباب وضع يده على موضع الألم مع الدعاء]

کراتے ہیں بلکہ اپنے پروردگار پر ہی بھروسہ کرتے ہیں۔'' (۱)

اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ دم کرانے میں کوئی شرعی قباحت موجود ہے بلکہ دیگر صریح دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ دم کرنا اور کرانا بلاشبہ جائز و مباح ہے جیسا کہ صحیح احادیث میں موجود ہے کہ نبی اکرم ﷺ خود بھی دم کیا کرتے تھے' آپ ﷺ کو حضرت جبرئیل امین علیہ السلام بھی دم کیا کرتے تھے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی آپ ﷺ کو دم کیا کرتی تھیں اور اسی طرح صحابہ کرام بھی ایک دوسرے کو دم کیا کرتے تھے۔ اس حدیث میں صرف ان لوگوں کی فضیلت کا بیان ہے جو اللہ عزوجل پر قوی اعتماد اور اس سے خصوصی تعلق کی وجہ سے علاج کی غرض سے دوسروں کے پاس جا جا کر دم طلب نہیں کریں گے۔

علاج کی غرض سے شرکیہ تعویذات استعمال کرنا جائز نہیں

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَن عَلَّقَ تَمِيمَةً فَقَدْ أَشْرَكَ ﴾ ''جس نے (علاج یا بیماری سے تحفظ کی غرض سے کوئی منکایا) تعویذ لٹکایا اس نے شرک کیا۔'' (۲)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيمَةً فَلَا أَتَمَّ اللَّهُ لَهُ ﴾ ''جس نے کوئی تعویذ لٹکایا' اللہ اس کی مراد پوری نہ کرے۔'' (۳)

کلونجی میں ہر بیماری کی شفا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) [بخاری (۵۷۵۲) کتاب الطب : باب من لم یرق ' مسلم (۲۲۰) کتاب الإیمان : باب الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین الجنة ' ترمذی (۲٤٤٦) کتاب صفة القیامة والرقائق والورع : باب ما جاء فی صفة أوانی الحوض ' أبو عوانة (۸۵/۱) ابن حبان (٦٤۳۰) ابن منده (۹۸٤،۹۸۳،۹۸۲) شرح السنة للبغوی (٤۳۲۲) بیهقی فی شعب الإیمان (۱۱٦۳)]

(۲) [صحیح : الصحیحة (٤۹۲) مسند احمد (۱۵٦/٤) حاکم (۲۱۹/٤) امام منذریؒ نے اور امام ہیثمیؒ نے کہا ہے کہ احمد کے راوی ثقہ ہیں۔ [الترغیب الترهیب (۳۰۷/٤) مجمع الزوائد (۱۰۳/۵)]

(۳) [مسند احمد (۱۵٤/٤) شرح معانی الآثار للطحاوی (۳۲۵/٤) حاکم (۲۱٦/٤) امام حاکمؒ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔ امام منذریؒ نے کہا ہے اس کی سند جید ہے۔ [الترغیب والترهیب (۳۰٦/٤)] امام ہیثمیؒ نے کہا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ [مجمع الزوائد (۱۰۳/۵)] حافظ ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ اس کے راویوں کی توثیق کی گئی ہے۔ [التعجیل (ص/۱۱٤)]

﴿ فِي الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ شِفَاءٌ مِن كُلِّ دَاءٍ إِلَّا السَّام ، قال ابنُ شِهابٍ : وَالسَّامُ الْمَوتُ وَالْحَبَّةُ السَّوداءُ الشُّونِيزُ ﴾

''سیاہ دانوں میں موت کے سوا ہر بیماری کی شفا ہے۔ابن شہاب نے کہا کہ'' سام'' سے مراد موت ہے اور ''سیاہ دانہ'' سے مراد کلونجی ہے۔'' (۱)

(نوویؒ) سیاہ دانہ سے مراد کلونجی ہے، یہی بات درست اور مشہور ہے جسے جمہور نے ذکر کیا ہے۔(۲)

سَنا مکی اور زیرے میں ہر بیماری کی شفا ہے

حضرت ابواُبی بن اُم حرام سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

﴿ عَلَيْكُم بِالسَّنَى وَالسَّنُوتِ فَإِنَّ فِيهِمَا شِفَاءً مِّنْ كُلِ دَاءٍ إِلا الْمَوت ﴾

''سنا مکی اور زیرہ استعمال کیا کرو کیونکہ ان دونوں میں موت کے علاوہ ہر بیماری کی شفاء ہے۔'' (۳)

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ ''سنوت'' کا مطلب شہد یا پنیر ہے۔(٤)

امام ابن اثیرؒ بیان کرتے ہیں کہ ''سنوت'' شہد کو کہتے ہیں، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد پھلوں کے رس کو پکا کر گاڑھا کیا ہوا شیرہ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد زیرہ ہے۔(٥)

شہد میں شفا ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ فِيهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ ﴾ [النحل : ٦٩] ''اس (یعنی شہد) میں شفا ہے۔''

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) [بخاری (٥٦٨٨) کتاب الطب : باب الحبة السوداء ' مسلم (٢٢١٥) کتاب السلام : باب التداوی بالحبة السوداء ' ترمذی (٢٠٤١) کتاب الطب : باب ما جاء في الحبة السوداء ' نسائی فی السنن الكبرى (٧٥٧٨) ابن ماجة (٣٤٤٧) کتاب الطب : باب الحبة السوداء ' حمیدی (٤٧١/٢) احمد (٩٠٦٦) تحفة الأشراف (١٣٢١٠)]

(۲) [شرح مسلم للنووی (٣١٤/٧)]

(۳) [**صحیح** : صحیح ابن ماجة (٢٧٨٤) کتاب الطب : باب السنا والسنوت ' الصحیحة (١٧٩٨) ابن ماجة (٣٤٥٧)]

(٤) [مصباح اللغات ' اردو (ص/٤٠٠)]

(٥) [النهاية لابن الأثير (٣٦٦/٢)]

﴿ الشِّفَاءُ فِي ثَلَاثَةٍ : فِي شَرْطَةِ مِحْجَمٍ ' أَوْ شَرْبَةِ عَسَلٍ ' أَوْ كَيَّةٍ بِنَارٍ وَأَنْهَى أُمَّتِي عَنِ الْكَيِّ ﴾

''شفا تین اشیا میں ہے: پچھنا لگوانے میں' شہد پینے میں اور آگ سے داغنے میں مگر میں اپنی امت کو آگ سے داغنے سے منع کرتا ہوں۔'' (۱)

داغنے سے ممانعت تنزیہی ہے یعنی اگر شدید ضرورت نہ ہو تو آگ سے داغنے سے گریز کرنا چاہیے۔

(3) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ : أَخِي يَشْتَكِي بَطْنَهُ فَقَالَ : اسْقِهِ عَسَلًا ' ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ ' فَقَالَ : اسْقِهِ عَسَلًا ' ثُمَّ أَتَاهُ الثَّالِثَةَ فَقَالَ : فَعَلْتُ ' فَقَالَ : صَدَقَ اللّٰهُ وَكَذَبَ بَطْنُ أَخِيكَ اسْقِهِ عَسَلًا ' فَسَقَاهُ فَبَرَأَ ﴾

''ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا میرا بھائی پیٹ کی تکلیف میں مبتلا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا' اسے شہد پلاؤ۔ پھر وہ دوسری مرتبہ آیا تو آپ ﷺ نے اسے پھر کہا کہ اسے شہد پلاؤ۔ پھر وہ تیسری مرتبہ آیا اور اس نے کہا کہ میں نے ایسا کیا (مگر شفا نہیں ہوئی)۔ آپ ﷺ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ سچا ہے اور تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے' اسے شہد ہی پلاؤ۔ چنانچہ اس نے شہد پلایا تو اسی سے وہ تندرست ہو گیا۔'' (۲)

شفا کے لیے زمزم کا پانی بھی استعمال کیا جا سکتا ہے

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

﴿ مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهُ ﴾

''زمزم کا پانی پینے سے وہ مقصد پورا ہو جاتا جس کے لیے اسے پیا جائے۔'' (۳)

کھنبی میں آنکھوں کی شفا ہے

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) [بخاری (٥٦٨١) كتاب الطب : باب الشفاء في ثلاث]

(۲) [بخاری (٥٦٨٤) كتاب الطب : باب الدواء بالعسل ' مسلم (٢٢١٧) كتاب السلام : باب التداوی بسقي العسل ' نسائي في السنن الكبرى (٧٥٦٠) احمد (١١١٤٦)]

(۳) [**صحيح** : صحيح ابن ماجة (٢٤٨٢) كتاب المناسك : باب الشرب من زمزم ' ابن ماجة (٣٠٦٢) مسند احمد (١٤٨٥٥)]

﴿ الْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِّلْعَيْنِ ﴾

''کھمبی مَن سے ہے اور اس کا پانی آنکھ کے لیے شفا ہے۔'' (١)

مَن سے مراد وہ حلوہ ہے جو بنی اسرائیل کے لیے آسمان سے بطورِ خوراک نازل کیا جاتا تھا۔

اِثمد سرمہ نظر تیز کرتا ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

﴿ عَلَيْكُمْ بِالْإِثْمِدِ عِنْدَ النَّوْمِ ، فَإِنَّهُ يَجْلُو الْبَصَرَ وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ ﴾

''سوتے وقت اِثمد سرمہ استعمال کیا کرو کیونکہ یہ نظر تیز کرتا ہے اور بال اُگاتا ہے۔'' (٢)

ایک روایت میں اِثمد سرمے کو سب سے بہترین سرمہ کہا گیا ہے۔ (٣)

بخار میں ٹھنڈا پانی استعمال کرنا چاہیے

جسے سخت بخار ہو اسے چاہیے کہ ٹھنڈے پانی سے نہائے یا اس کی پٹیاں کرے۔

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِنَّ شِدَّةَ الْحُمَّى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَأَبْرِدُوهَا بِالْمَاءِ ﴾

''بخار کی شدت جہنم کی تپش سے ہے لہٰذا اسے پانی کے ساتھ ٹھنڈا کرو۔'' (٤)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ الْحُمَّى كِيرٌ مِّنْ كِيرِ جَهَنَّمَ فَنَحُّوهَا عَنْكُمْ بِالْمَاءِ الْبَارِدِ ﴾

---

(١) [بخاری (٥٧٠٨) کتاب الطب : باب المن شفاء للعين ' مسلم (٢٠٤٩) کتاب الأشربة : باب فضل الكمأة ومداواة العين بها ' ترمذی (٢٠٦٧) کتاب الطب : باب ما جاء فی الكمأة والعجوة ' ابن ماجة (٣٤٥٤) کتاب الطب : باب الكمأة والعجوة ' مسند احمد (١٦٢٦)]

(٢) [**صحيح** : صحيح ابن ماجة (٢٨١٨) کتاب الطب : باب الكحل بالإثمد ' الصحيحة (٧٢٤) ابن ماجة (٣٤٩٦)]

(٣) [**صحيح** : صحيح ابن ماجة (٢٨١٩) کتاب الطب : باب الكحل بالإثمد ' ابن ماجة (٣٤٩٧)]

(٤) [**صحيح** : صحيح ابن ماجة (٢٧٩٦) کتاب الطب : باب الحمى من فيح جهنم فأبردوها بالماء ' ابن ماجة (٣٤٧٢) مسلم (٢٢٠٩) کتاب السلام : باب لكل داء دواء واستحباب التداوی ' بخاری (٣٢٦٤) نسائی فی السنن الكبرى (٧٦٠٩/٤) ابن حبان (٦٠٦٦) ابن ابی شيبة (٨١/٨) ابو نعيم فی حلية الأولياء (١٦١/٧) طبرانی أوسط (١٨٩٧) بيهقی (٢٢٥/١) مؤطا (١٧٦١) احمد (٤٧١٩)]

''بخار جہنم کی بھٹی میں سے ایک بھٹی ہے پس تم اسے ٹھنڈے پانی سے ختم کرو۔'' (۱)

مہندی کے ذریعے زخم کا علاج

حضرت سلمٰی اُم رافع رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿ كَانَ لَا يُصِيبُ النَّبِيَّ ﷺ قَرْحَةٌ وَلَا شَوْكَةٌ إِلَّا وَضَعَ عَلَيْهِ الْحِنَّاءَ ﴾

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بھی زخم آتا یا کانٹا چبھ جاتا تو اس پر مہندی لگا لیتے۔'' (۲)

(عبد الرحمن مبارکپوریؒ) زخم پر مہندی لگانے کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے دیتے کیونکہ اس کی ٹھنڈک زخم کی حرارت اور خون کی تکلیف میں تخفیف کر دیتی ہے۔ (۳)

خون روکنے کے لیے داغ لگانا

(1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ رُمِيَ أُبَيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَوْمَ الْأَحْزَابِ عَلَى أَكْحَلِهِ فَكَوَاهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ﴾

''جنگ احزاب کے دن حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے بازو کی ایک رگ میں تیر آ لگا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے داغنے کا حکم دیا۔'' (٤)

(2) ایک اور روایت میں ہے کہ

﴿ رُمِيَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فِي أَكْحَلِهِ فَحَسَمَهُ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ بِمِشْقَصٍ ثُمَّ وَرِمَتْ فَحَسَمَهُ الثَّانِيَةَ ﴾

''حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بازو کی رگ میں تیر لگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تیر کے پھل کے ساتھ

---

(۱) [**صحیح** : صحیح ابن ماجة (۲۷۹۹) كتاب الطب : باب الحمى من فيح جهنم فأبردوها بالماء ' ابن ماجة (۳٤۷٥) حافظ بوصیریؒ زوائد میں فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔]

(۲) [**صحیح** : صحیح ابن ماجة (۲۸۲۱) كتاب الطب : باب الحناء ' الصحيحة (۲۰٥۹) ابن ماجة (۳٥۰۲) ابو داود (۳۸٥۸) كتاب الطب : باب في الحجامة ' ترمذی (۲۰٥٤) كتاب الطب : باب ما جاء في التداوي بالحناء ' عبد الرحمن مبارکپوریؒ بیان کرتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ حدیث حسن درجہ کی ہے۔ (واللہ اعلم) [تحفة الأحوذی (۲۰٦/٦)]

(۳) [تحفة الأحوذی (۲۰٥/٦)]

(٤) [مسلم (۲۲۰۷) كتاب السلام : باب لكل داء دواء واستحباب التداوي ' ابو داود (۳۸٦٤) كتاب الطب : باب في قطع العرق وموضع الحجم ' ابن ماجه (۳٤۹۳) كتاب الطب : باب من اكتوى ' حاكم (۸۲۸٥) احمد (۱٤۳۸٦)]

داغا' پھر اس پر ورم آ گیا تو آپ ﷺ نے دوبارہ اسے داغا۔'' (۱)

(3) صحیح بخاری کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا خون روکنے کے لیے چٹائی کا ٹکڑا جلا کر زخم پر لگایا گیا تو اس سے خون رک گیا۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے غزوۂ احد کے موقع پر ہونے والے نبی کریم ﷺ کے زخموں کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا:

﴿ واللّٰه إنّي لأعرفُ مَن كانَ يغسلُ جُرحَ رسولِ اللّٰه ﷺ ومن كانَ يَسكبُ الماءَ وبما دُووِيَ ' قالَ : كانتْ فاطمةُ عليها السلامُ بنتُ رسولِ اللّٰه ﷺ تَغسِلُهُ وعليٌّ يسكبُ الماءَ بالمِجَنِّ فلمّا رأتْ فاطمةُ أنّ الماءَ لا يزيدُ الدّمَ إلا كثرةً أخذتْ قطعةً من حصيرٍ فأحرقتها وألصقتها فاستمسكَ الدّمُ ﴾

''اللہ کی قسم! میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کے زخموں کو کس نے دھویا تھا اور کون ان پر پانی ڈال رہا تھا اور کس دواء سے آپ ﷺ کا علاج کیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی خون دھو رہی تھیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ڈھال سے پانی ڈال رہے تھے۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ پانی ڈالنے سے خون اور زیادہ نکل رہا ہے تو انہوں نے چٹائی کا ایک ٹکڑا لے کر جلایا اور پھر اسے زخم پر چپکا دیا جس سے خون آنا بند ہو گیا۔'' (۲)

جس روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ وأنا أنهى أمّتي عنِ الكيّ ﴾ ''میں اپنی امت کو داغنے سے منع کرتا ہوں۔'' (۳)

اس میں ممانعت حرمت کے لیے نہیں ہے بلکہ اس میں یہ اشارہ ہے کہ جب تک انسان داغ لگوانے کی طرف مجبور نہ ہو جائے اس وقت تک اس سے احتراز کرے (کیونکہ اس سے مریض کو بے حد تکلیف ہوتی ہے اور اس لیے بھی اس کی کراہت ہے کیونکہ آگ کے ذریعے عذاب دینے سے منع کیا گیا ہے)۔ امام نوویؒ اسی کے قائل ہیں۔ (٤)

---

(۱) [مسلم (۲۲۰۸) كتاب السلام : باب لكل داء دواء واستحباب التداوي ' ابو داود (۳۸٦٦) كتاب الطب : باب في الكي ' ابن ماجة (۳٤۹٤) كتاب الطب : باب من اكتوى ' نسائي في السنن الكبرى (۸٦۷۹) دارمي (۲٥۰۹) حاكم (۸۲۸۷) أبو يعلى (۲۱٥۸) طيالسي (۱۷٤٥) ابن أبي شيبة (٦۳/۸) بيهقي (۳٤۲/۹) احمد (۱٤۷۷۹) ابن حبان (٦۰۸۳)]

(۲) [بخاري (٤۰۷٥) كتاب المغازي : باب ما أصاب النبي ﷺ من الجراح يوم أحد]

(۳) [بخاري (٥٦۸۰) كتاب الطب : باب الشفاء في ثلاثة ' ابن ماجه (۳٤۹۱)]

(٤) [شرح مسلم للنووي (۳۰٦/۷)]

(حافظ ابن حجرؒ) احادیث کا مجموعہ جس بات کا تقاضا کرتا ہے وہ یہ ہے کہ حدیث میں موجود داغ لگوانے کی ممانعت کراہت پر محمول ہے یا اس بات پر کہ ایسا نہ کرنا ہی بہتر ہے۔(۱)

(شوکانیؒ) داغ لگوانے کی ممانعت بھی آئی ہے اور اس کی رخصت بھی موجود ہے۔ رخصت بیانِ جواز کے لیے ہے جبکہ آدمی کسی دوسری دواء کے ذریعے بیماری کا علاج کرانے کی طاقت نہ رکھتا ہو اور ممانعت اس صورت میں ہے کہ جب آدمی کسی دوسری دواء کے ذریعے بیماری کا علاج کرانے کی طاقت رکھتا ہو کیونکہ داغ لگوانے میں آگ کے ذریعے عذاب دینے کی تمثیل موجود ہے اور یہ جائز نہیں ہے کہ آگ کے رب یعنی اللہ عزوجل کے علاوہ کوئی اور آگ کے ساتھ عذاب دے۔(۲)

پچھنے کے ذریعے دردِ شقیقہ یعنی آدھے سر کے درد کا علاج

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ أنَّ رسولَ اللّٰهِ ﷺ احتجمَ وهو مُحرِمٌ في رأسِهِ مِن شَقِيقَةٍ كانتْ بِهِ ﴾

''رسول اللہ ﷺ نے احرام کی حالت میں اپنے سر میں آدھے سر کے درد کی وجہ سے پچھنا لگوایا۔''(۳)

پچھنے لگوانے کے لیے سینگی لگوانا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے اور یہ سینگ وغیرہ کے ذریعے جسم کے کسی حصے سے خون نکلوانے کو کہتے ہیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ

﴿ حَدَّثَ رسولُ اللّٰه ﷺ عَنْ ليلةٍ أُسرِى بِهِ أنه لم يَمُرَّ عَلَى مَلَإٍ مِّنَ الْمَلائِكَةِ إِلَّا أَمَرُوهُ : مُرْ أُمَّتَكَ بِالْحِجَامَةِ ﴾

''رسول اللہ ﷺ نے معراج کی رات کے متعلق بیان کیا کہ آپ ﷺ فرشتوں کے جس گروہ کے بھی قریب سے گزرتے تو وہ آپ کو یہی حکم دیتے کہ اپنی امت کو پچھنے لگانے کا حکم دو۔''(۴)

---

(۱) [فتح الباری (۱۰/۱٦٤)]

(۲) [نیل الأوطار (۸/۲۱۳)]

(۳) [بخاری (۵۷۰۱) کتاب الطب : باب الحجم من الشقيقة والصداع]

(٤) [**صحیح** : هداية الرواة (٤/۲۷٤)' (٤٤۷۰) ترمذی (۲۰۵۲) کتاب الطب : باب ما جاء فی الحجامة ' ابن ماجة (۳٤۷۹) کتاب الطب : باب الحجامة ' احمد (۱/۳۵٤) مستدرك حاكم (٤/٤۰۹) طبرانی کبیر (۱/۱۳۹/۳) امام حاکمؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔]

پچھنے لگوا کر پاؤں کی موچ کا علاج

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ احْتَجَمَ عَلَى وَرِكِهِ مِنْ وَثْءٍ كَانَ بِهِ﴾

''رسول اللہ ﷺ نے (پاؤں میں) موچ کی وجہ سے اپنے کولہے پر پچھنے لگوائے۔'' (۱)

سنن نسائی کی حدیث میں یہ لفظ ہیں:

﴿أنّ رسولَ اللّٰهِ ﷺ احتجمَ وهو مُحرِمٌ علَى ظَهرِ الْقَدمِ مِنْ وَثْءٍ كان بِهِ﴾

''رسول اللہ ﷺ نے موچ کی وجہ سے دورانِ احرام اپنے پاؤں کے اوپر والے حصے پر پچھنے لگوائے۔'' (۲)

سنن ابن ماجہ کی روایت میں یہ وضاحت موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے گھوڑے سے گرنے کی وجہ سے موچ آئی تھی۔ (۳)

پسلی کے درد (نمونیہ وغیرہ) اور حلق کے درد میں عود ہندی کا استعمال

حضرت اُم قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

﴿عَلَيْكُم بهذَا العُودِ الْهِنْدِيِّ فَإِنَّ فِيهِ سبعةَ أَشْفِيَةٍ يُسْتَعَطُ بِهِ مِنَ الْعُذْرَةِ وَيُلَدُّ بِهِ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ﴾

''تم لوگ اس عود ہندی کا استعمال کیا کرو کیونکہ اس میں سات بیماریوں کا علاج ہے۔ حلق کے درد میں اسے ناک میں ڈالا جاتا ہے اور پسلی کے درد میں چبائی جاتی ہے۔'' (٤)

عود ہندی کے متعلق امام ابن اثیرؒ فرماتے ہیں کہ اس کے متعلق کہا گیا ہے کہ یہ قُسطِ بحری ہی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ایک ایسی لکڑی ہے جس کے ذریعے دھونی دے کر خوشبو حاصل کی جاتی ہے۔ (٥)

---

(١) [**صحيح** : صحيح ابو داود (٣٢٧٢) كتاب الطب : باب فى قطع العرق وموضع الحجم ' ابو داود (٣٨٦٣)]

(٢) [**صحيح** : صحيح نسائى (٢٦٦٧) كتاب مناسك الحج : باب حجامة المحرم على ظهر القدم ' نسائى (٢٨٥٢)]

(٣) [**صحيح** : صحيح ابن ماجة (٢٨٠٧) كتاب الطب : باب موضع الحجامة ' ابن ماجة (٣٤٨٥)]

(٤) [بخارى (٥٦٩٢) كتاب الطب : باب السعوط بالقسط ' مسلم (٢٢١٤) كتاب السلام : باب التداوى بالعود الهندى وهو الكست ' ابو داود (٣٨٧٧) ابن ماجة (٣٤٦٢) نسائى فى السنن الكبرى (٧٥٨٣) حميدى (٣٤٤) ابن حبان (٦٠٧٠) ابن ابى شيبة (٩/٨) عبد الرزاق (٢٠١٦٨) شرح السنة للبغوى (٣٢٣٨) بيهقى (٣٤٦/٩)]

(٥) [النهاية لابن الأثير (٢٨٦/٣)]

دل کے مریض کے لیے حریرہ پکانا

حضرت عروہ نے بیان کیا کہ

﴿ عن عائشة رضى الله عنها أنها كانت تأمر بالتلبين للمريض وللمحزون على الهالك ' وكانت تقول إني سمعت رسول الله ﷺ يقول : إن التلبينة تجم فؤاد المريض و تذهب ببعض الحزن ﴾

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مریض کے لیے اور میت کے سوگواروں کے لیے تلبینہ (حریرہ) پکانے کا حکم دیتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا' تلبینہ مریض کے دل کو سکون پہنچاتا ہے اور غم کو دور کرتا ہے۔'' (۱)

تلبینہ سے مراد ایسا حلوہ ہے جسے سوجی (روا)' دودھ اور شہد ملا کر تیار کیا جاتا ہے۔

(نوویؒ) تلبینہ ایسے کھانے کو کہتے ہیں جو آٹے یا چھان میں پانی ملا کر تیار کیا جاتا ہے اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس میں کبھی کبھار شہد بھی ڈال لیا جاتا ہے۔ ہروی وغیرہ نے کہا ہے کہ اس کا نام تلبینہ اس لیے رکھا گیا ہے کیونکہ یہ اپنی سفیدی اور باریکی میں دودھ کے مشابہ ہوتا ہے۔ اور اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ غمگین آدمی کو حریرہ کھلانا مستحب ہے۔ (۲)

جامع ترمذی میں تلبینہ کی جگہ لفظ حساء بھی استعمال ہوا ہے۔

(عبدالرحمن مبارکپوریؒ) حساء ایسا کھانا ہے جو آٹا' پانی اور تیل کو ملا کر پکایا جاتا ہے' بعض اوقات اس میں میٹھا بھی ڈالا جاتا ہے۔ یہ اس قدر رقیق (یعنی مائع) ہوتا ہے کہ اسے پیا جا سکتا ہے۔ (۳)

(ملا علی قاریؒ) بعض حضرات نے اس کھانے میں تیل کی جگہ گھی کا ذکر کیا ہے۔ اہل مکہ اسے حریرہ کا نام دیتے ہیں۔ (٤)

جوڑوں کے درد کا علاج

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

---

(۱) [بخاری (٥٦٨٩) کتاب الطب : باب التلبينة للمريض ' مسلم (٢٢١٦) كتاب السلام : باب التلبينة مجمة لفؤاد المريض ' ترمذی (۲۰۳۹) كتاب الطب : باب ما جاء ما يطعم المريض ' نسائی فی السنن الكبرى (٧٥٧٢) احمد (٣٢/٦) ' (٢٥٢٧٤) تحفة الأشراف (١٦٥٤٩)]

(۲) [شرح مسلم للنووی (٣١٥/٧)]

(۳) [تحفة الأحوذی (١٨٢/٦)]

(٤) [مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح (٦١/٨)]

﴿ شِفَاءُ عِرْقِ النَّسَا ، أَلْيَةُ شَاةٍ أَعْرَابِيَّةٍ تُذَابُ ، ثُمَّ تُجَزَّأُ ثَلَاثَةَ أَجْزَاءٍ ، ثُمَّ يُشْرَبُ عَلَى الرِّيقِ فِي كُلِّ يَوْمٍ جُزْءٌ ﴾

''عرق النساء یعنی جوڑوں کے درد کی شفا جنگلی بکری کے چوتڑ میں ہے۔ اسے گلایا جائے' پھر اس کے تین حصے کیے جائیں اور پھر ہر روز ایک حصہ نہار منہ پیا جائے۔'' (۱)

''عرق النساء'' سے مراد جوڑوں کے درد کی وہ قسم ہے جو ران سے شروع ہو کر گھٹنے یا قدم تک پہنچتی ہے۔(۲)

بچھو وغیرہ کے ڈسنے کی وجہ سے علاج کا طریقہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ بَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ يُصَلِّي فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى الْأَرْضِ فَلَدَغَتْهُ عَقْرَبٌ فَنَاوَلَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِنَعْلِهِ فَقَتَلَهَا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: لَعَنَ اللَّهُ الْعَقْرَبَ ، مَا تَدَعُ مُصَلِّيًا وَلَا غَيْرَهُ ، أَوْ نَبِيًّا وَغَيْرَهُ ، ثُمَّ دَعَا بِمِلْحٍ وَمَاءٍ فَجَعَلَهُ فِي إِنَاءٍ ثُمَّ جَعَلَ يَصُبُّهُ عَلَى إِصْبَعِهِ حَيْثُ لَدَغَتْهُ وَيَمْسَحُهَا وَيُعَوِّذُهَا بِالْمُعَوِّذَتَيْنِ ﴾

''ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ رات کو نماز ادا کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ زمین پر رکھا تو بچھو نے آپ ﷺ کو ڈس لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے جوتے کے ساتھ اسے مار ڈالا اور جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا' بچھو پر اللہ کی لعنت ہو۔ نمازی غیر نمازی' پیغمبر غیر پیغمبر کسی کو معاف نہیں کرتا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے پانی اور نمک منگوایا' اسے برتن میں ڈالا۔ آپ ﷺ وہ پانی اپنی انگلی پر گرا رہے تھے جہاں بچھو نے ڈسا تھا' نیز اس جگہ پر ہاتھ پھیر رہے تھے اور معوذتین سورتوں کے ساتھ دم کر رہے تھے۔'' (۳)

نظر بد برحق ہے

(1) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿ الْعَيْنُ حَقٌّ ﴾ ''نظر بد لگنا حق ہے۔''

صحیح مسلم کی روایت میں یہ لفظ ہیں:

---

(۱) [**صحیح** : صحیح ابن ماجه (۲۷۸۸) کتاب الطب ، باب دواء عرق النساء ، الصحیحة (۱۸۹۹) ابن ماجه (۳۴۶۳)]

(۲) [مصباح اللغات ' اردو (ص/۵۴۶)]

(۳) [**صحیح** : الصحیحة (۵۴۸) هدایة الرواة (۴/۲۸۳) ' (۴۴۹۱) بیهقي في شعب الإیمان (۲۵۷۵)]

﴿ اَلْعَيْنُ حَقٌّ ، وَلَوْ كَانَ شَيْئٌ سَابَقَ الْقَدَرَ ، سَبَقَتْهُ الْعَيْنُ ﴾

''نظر بد لگ جانا برحق ہے اور اگر کوئی چیز تقدیر پر غالب آتی تو وہ نظر ہوتی۔''(۱)

(2) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِنَّ الْعَيْنَ لَتُولِعُ بِالرَّجُلِ بِإِذْنِ اللّٰهِ تَعَالٰى حَتّٰى يَصْعَدَ حَالِقًا ثُمَّ يَتَرَدّٰى مِنْهُ ﴾

''بلاشبہ نظر بد انسان پر اللہ کے حکم سے اثر انداز ہوتی ہے حتی کہ اگر وہ کسی اونچی جگہ پر ہو تو وہ نظر بد کی وجہ سے نیچے گر سکتا ہے۔(۲)

(3) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ أَكْثَرُ مَنْ يَّمُوْتُ مِنْ أُمَّتِي بَعْدَ قَضَاءِ اللّٰهِ وَقَدْرِهِ بِالْعَيْنِ ﴾

''میری امت میں قضاو تقدیر الٰہی کے بعد سب سے زیادہ اموات نظر بد کی وجہ سے ہوں گی۔''(۳)

(ابن حجرؒ) نظر بد کی حقیقت یہ ہے کہ کوئی بری طبیعت کا مالک اپنی حسد بھری نظر کسی پر ڈال کر اسے کوئی نقصان پہنچائے۔(٤)

(ابن کثیرؒ) اللہ کے حکم سے نظر بد کا لگنا اور اس کی تاثیر برحق ہے۔(٥)

(ابن قیمؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٦)

نظر بد کا علاج

❶ نظر بد لگ جانے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دم کرنے کا حکم دیا کرتے تھے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿ أَمَرَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَوْ أَمَرَ أَنْ يُّسْتَرْقٰى مِنَ الْعَيْنِ ﴾

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا یا (آپ رضی اللہ عنہا نے یوں بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) حکم دیا کہ نظر بد

---

(۱) [بخاری (٥٧٤٠) كتاب الطب : باب العين حق ' مسلم (٢١٨٨) كتاب السلام : باب الطب والمرض والرقى ' ترمذی (٢٠٦٢) ابن حبان (٦١٠٧) ابن ابی شيبة (٥٩/٨) عبد الرزاق (١٩٧٧٠) طبرانی كبير (١٠٩٠٥) شرح السنة للبغوی (٣٢٤٦) بيهقی (٣٥١/٩)]

(۲) [**صحيح** : صحيح الجامع الصغير (١٦٨١) الصحيحة (٨٨٩)]

(۳) [**حسن** : صحيح الجامع الصغير (١٢٠٦) الصحيحة (٧٤٧)]

(٤) [فتح البارى (٢٠٠/١٠)]

(٥) [تفسير ابن كثير (٤١٠/١٠)]

(٦) [زاد المعاد (١٦٥/٤)]

لگ جانے پر (معوذتین وغیرہ جیسے پناہ کے کلمات پڑھ کر) دم کر لیا جائے۔''(۱)

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں ہے کہ

﴿ أَنَّ النبيَّ ﷺ رَأَى فِي بَيْتِهَا جارِيَةً فِي وَجْهِهَا سَفْعَةٌ فقالَ : اسْتَرْقُوا لَهَا فَإِنَّ بِهَا النَّظْرَةَ ﴾

''نبی کریم ﷺ نے ان کے گھر میں ایک لڑکی دیکھی جس کے چہرے پر (نظر بد کی وجہ سے) سیاہ دھبے پڑے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس پر دم کرو کیونکہ اسے نظر بد لگ گئی ہے۔''(۲)

نبی کریم ﷺ نظر بد سے بچاؤ کے لیے معوذتین سورتیں (یعنی سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) پڑھا کرتے تھے جیسا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يتعوذُ مِنَ الْجَانِ وِعَيْنِ الْإِنْسَانِ حَتَّى نَزلَتِ الْمُعَوِّذَتَانِ فلمَّا نزلتْ أَخذَ بِهِمَا وَتَرَكَ مَا سِوَاهُمَا ﴾

''رسول اللہ ﷺ جنات سے اور انسانوں کی نظر سے پناہ مانگا کرتے تھے یہاں تک کہ ''معوذتین سورتیں'' نازل ہوئیں' پس جب وہ نازل ہوئیں تو آپ ﷺ نے ان کے ساتھ دم کرنا شروع کیا اور ان کے علاوہ تمام دموں کو چھوڑ دیا۔''(۳)

واضح رہے کہ ہر نظر لگانے والا حاسد ہی ہوتا ہے جبکہ ہر حاسد نظر لگانے والا نہیں ہوتا لہٰذا جب حاسد سے پناہ مانگ لی جائے گی تو نظر لگانے والے سے پناہ بھی اسی میں آ جائے گی۔ سورۃ الفلق میں حاسد سے پناہ مانگنے کا ذکر ہے لہٰذا نظر بد سے بچنے کے لیے یہ سورت پڑھتے رہنا چاہیے اور مزید یہ کہ نبی اکرم ﷺ کا بھی یہی معمول تھا جیسا کہ مندرجہ بالا حدیث میں موجود ہے۔ معوذتین کے علاوہ آیت الکرسی' سورۂ فاتحہ اور اللہ سے پناہ مانگنے والی دعائیں پڑھنی چاہیے۔ ان دعاؤں میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ كَانَ رَسولُ اللّٰهِ ﷺ يُعَوِّذُ الحسنَ والحُسَيْنَ يقولُ ' إِنَّ أباكُما كانَ يُعَوِّذُ بِهَا إسماعيلَ

---

(۱) [بخاری (۵۷۳۸) کتاب الطب : باب رقیة العین ' مسلم (۲۱۹۵) کتاب السلام : باب استحباب الرقیة من العین والنملة والحمة والنظرة ' ابن ماجة (۳۵۱۲) نسائی فی السنن الکبری (۷۵۳۶) ابن حبان (۶۱۰۳) شرح السنة للبغوی (۳۲۴۲) بیهقی (۳۴۷/۹)]

(۲) [بخاری (۵۷۳۹) کتاب الطب : باب رقیة العین ' مسلم (۲۱۹۷) کتاب السلام : باب استحباب الرقیة من العین والنملة الحمة والنظرة ' تحفة الأشراف (۱۸۲۶۶)]

(۳) [**صحیح** : هدایة الرواة (۲۸۲/۴) ترمذی (۲۰۵۸) کتاب الطب : باب ما جاء فی الرقیة بالمعوذتین]

وإسحاق ﴿ أعوذ بكلمات الله التامة من كل شيطان وهامة ومن كل عين لامة ﴾

''نبی کریم ﷺ حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے لیے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگا کرتے تھے اور فرماتے تھے:
بے شک تمہارے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام (اپنے بیٹوں) حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے لیے ان کلمات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگا کرتے تھے:

''أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَ هَامَّةٍ وَ مِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ'' یعنی اللہ تعالیٰ کے پورے کلموں کے ذریعے سے ہر شیطان اور زہریلے' ہلاک کرنے والے جانور سے اور ہر نظر لگانے والی آنکھ سے پناہ مانگتا ہوں۔''(۱)

(2) ایک روایت میں پناہ مانگنے کے یہ کلمات موجود ہیں:

﴿ أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَمِنْ شَرِّ عِبَادِهِ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَنْ يَحْضُرُونَ ﴾

''میں اللہ تعالیٰ کے کلماتِ تامہ کے ذریعے پناہ مانگتا ہوں' اس کے غضب سے' اس کے عذاب سے اور اس کے بندوں کے شر سے اور شیطانوں کے وسوسے سے اور ان کے میرے پاس حاضر ہونے سے۔''(۲)

❷ نظر بد کے علاج کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ نظر زدہ شخص کے سر پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھی جائے:

''بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْئٍ يُؤْذِيكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنِ حَاسِدٍ اَللّٰهُ يَشْفِيكَ بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيكَ'' یا یہ دعا پڑھی جائے ''بِسْمِ اللّٰهِ يُبْرِيكَ مِنْ كُلِّ دَاءٍ يَشْفِيكَ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ ذِي عَيْنٍ''۔(۳)

مذکورہ بالا دونوں دعاؤں کے علاوہ مریض کے سر پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا بھی پڑھی جا سکتی ہے۔

''أَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا''(٤)

❸ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ جس کی نظر لگی ہے اگر اس کا پتہ چل جائے تو اس سے غسل کروایا جائے اور پھر جس پانی

---

(۱) [بخاری (۳۳۷۱) کتاب احادیث الأنبیاء: باب ' ابو داود (٤٧٣٧) کتاب السنة: باب في القرآن ' ترمذی (۲۰٦۰) کتاب الطب: باب ما جاء في الرقية من العين]

(۲) [حسن: صحیح ابو داود (۳۲۹٤) کتاب الطب: باب كيف الرقى ' ابو داود (۳۸۹۳) ترمذی (۳۵۲۸) كتاب الدعوات: باب دعا الفزع في النوم]

(۳) [مسلم (۲۱۸٦) کتاب السلام: باب الطب والمرض والرقى]

(٤) [بخاری (٥٧٥٠) کتاب الطب: باب مسح الراقي الوجع بيده اليمنى]

سے اس نے غسل کیا ہے اسے نظر زدہ شخص کے جسم پر بہا دیا جائے۔

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ وَإِذَا اسْتُغْسِلْتُمْ فَاغْسِلُوا ﴾ ''جب تم سے غسل طلب کیا جائے تو غسل کرو۔''(۱)

ایک طویل روایت میں موجود ہے کہ حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سفید رنگ اور خوبصورت جسم کے مالک تھے وہ ایک مرتبہ غسل کر رہے تھے کہ ان کے قریب سے حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا' انہوں نے یہ کہہ دیا' میں نے آج کے دن کی مانند کوئی دن نہیں دیکھا اور نہ ہی ایسا خوبصورت جسم۔ بس یہ سننا تھا کہ حضرت سہل رضی اللہ عنہ (نظر لگنے کی وجہ سے) زمین پر گر پڑے۔ انہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا تو آپ نے دریافت کیا کہ تم کس پر اس (کو نظر لگانے) کا الزام لگاتے ہو؟ تو لوگوں نے عامر بن ربیعہ کا نام پیش کیا۔ پس آپ ﷺ نے عامر رضی اللہ عنہ کو بلا لیا اور ان پر غصے ہوئے اور فرمایا ﴿ عَلَامَ يَقْتُلُ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ ؟ هَلَّا إِذَا رَأَيْتَ مَا يُعْجِبُكَ بَرَّكْتَ ' ثُمَّ قَالَ ' اغْتَسِلْ لَهُ ﴾ ''کس وجہ سے تمہارا ایک اپنے بھائی کو قتل کرتا ہے؟ جب تو نے ایسی چیز کو دیکھا جو تجھے اچھی لگی تو تم نے اس کے حق میں برکت کی دعا کیوں نہ کی۔ پھر آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ اس (یعنی سہل) کے لیے غسل کرو۔''

چنانچہ انہوں نے اپنا چہرہ' اپنے ہاتھ' اپنی کہنیاں' اپنے گھٹنے' اپنے قدموں کے اطراف اور اپنے ازار کے اندرونی حصے کو ایک برتن میں دھویا۔ پھر ایک آدمی نے اس پانی کو پیچھے سے سہل کے سر اور کمر پر ڈالا پھر اس برتن (کے سارے پانی کو اس پر) انڈیل دیا گیا۔ یوں سہل رضی اللہ عنہ (تندرست ہو گئے اور) لوگوں کے ساتھ واپس گئے تو انہیں کوئی تکلیف بھی نہیں تھی۔

سنن ابن ماجہ اور مؤطا کی روایت میں عامر رضی اللہ عنہ کو غسل کی جگہ وضوء کا حکم دینے کا ذکر ہے۔(۲)

---

(۱) [مسلم (۲۱۸۸) كتاب السلام: باب الطب والمرض والرقى' ترمذى (۲۰۶۲) كتاب الطب: باب ما جاء أن العين حق والغسل لها' ابن حبان (۶۱۰۷) ابن أبي شيبة (۵۹/۸) عبد الرزاق (۱۹۷۷۰) طبرانى كبير (۱۰۹۰۵) شرح السنة للبغوى (۳۲۴۶) بيهقى (۳۵۱/۹)]

(۲) [**صحيح** : هداية الرواة (۲۸۳/۴) (۴۴۸۷)' صحيح ابن ماجة (۲۸۲۸) كتاب الطب: باب العين' مسند احمد (۴۸۶/۳) شرح السنة (۳۲۶/۳-۳۲۷) ابن ماجة (۳۵۰۹) موطا (۱۴۷۱) (۹۳۹/۲) كتاب الجامع: باب الوضوء من العين' نسائى فى السنن الكبرى (۷۶۱۸) بيهقى فى دلائل النبوة (۱۶۳/۶) عبد الرزاق (۱۹۷۶۶) شرح مشكل الآثار (۲۸۹۵) طبرانى كبير (۵۵۷۳) ابن عبد البر فى التمهيد (۲۴۳/۶) شیخ شعیب ارناؤط نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ [illegible] حبان نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔]

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو چیز اچھی لگے اسے دیکھ کر اُس کے حق میں برکت کی دعا کرنی چاہیے یعنی بَارَکَ اللّٰہ یا مَا شَاءَ اللّٰہ کہہ دینا چاہیے' اس سے نظر بد نہیں لگتی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ مَنْ رَأَى شَيْئًا فَأَعْجَبَهُ فَقَالَ : مَا شَاءَ اللّٰهُ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ' لَمْ يَضُرُّهُ ﴾ ''جو شخص کوئی چیز دیکھے اور وہ اسے اچھی لگے تو کہے '' مَا شَاءَ اللّٰهُ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ'' تو اسے (کوئی) نقصان نہیں پہنچے گا۔'' (۱)

جادو کے ذریعے جادو کا علاج جائز نہیں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنِ النُّشْرَةِ فَقَالَ : هُوَ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ ﴾

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نشرہ (یعنی جادو کے ذریعے جادو کا علاج کرنے) کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' یہ شیطانی کام ہے۔'' (۲)

نشرہ سحر زدہ شخص سے جادو کو دور کرنے کو کہتے ہیں۔ اس کی ایک قسم تو وہ ہے جو اہل جاہلیت میں مروج تھی اور وہ یہ ہے کہ جادو کے ذریعے ہی جادو کا علاج کرنا' یہ قطعاً ناجائز ہے۔ علاوہ ازیں مسنون اذکار' دعاؤں اور شرک سے پاک کلام کے ذریعے جادو کا علاج کرنا درست ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ قتادہؒ نے بیان کیا کہ میں نے سعید بن مسیبؒ سے دریافت کیا کہ

﴿ رَجُلٌ بِهِ طِبٌّ أَوْ يُؤَخَّذُ عَنِ امْرَأَتِهِ أَيُحَلُّ عَنْهُ أَوْ يُنَشَّرُ ؟ قَالَ : لَا بَأْسَ بِهِ ' إِنَّمَا يُرِيْدُوْنَ بِهِ الْإِصْلَاحَ فَأَمَّا مَا يَنْفَعُ فَلَمْ يُنْهَ عَنْهُ ﴾

''اگر کسی پر جادو ہو جائے یا کوئی ایسا عمل ہو جائے جس کی وجہ سے اسے اس کی بیوی کے پاس جانے سے روک دیا جائے تو اس کا دفعیہ کرنا یا اسے زائل کرنے کے لیے کلام استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟ انہوں نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں (بشرطیکہ وہ کلام شرک پر مشتمل نہ ہو) کیونکہ اس سے پڑھنے والے کا مقصود اصلاح ہے' جو چیز نفع رساں ہو اس کے استعمال میں کوئی ممانعت نہیں۔'' (۳)

---

(۱) [رواه ابن السنی والبزار کما فی تحفة الأحوذی (۲۱۸/٦)]

(۲) [**صحيح** : هداية الرواة (۲۷۹/٤) ابو داود (۳۸٦۸) كتاب الطب : باب النشرة' مستدرك حاكم (٤١٨/٤) امام حاکمؒ نے اسے صحیح کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔]

(۳) [بخاری تعليقا (قبل الحديث / ٥٧٦٥) كتاب الطب : باب هل يستخرج السحر]

(ابن قیمؒ) سحر زدہ شخص سے جادو ختم کرنے کو "نشرہ" کہتے ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم یہ ہے کہ جادو کو جادو کے ذریعے ہی ختم کیا جائے۔ یہ ناجائز اور شیطانی عمل ہے۔.......... دوسری صورت یہ ہے کہ دم' تعوذات' ادویات اور مباح دعاؤں کے ذریعے اس کا علاج کیا جائے۔ یہ عمل بلا تردد جائز ہے۔(۱)

جادو سے بچاؤ کے لیے عجوہ کھجور کا استعمال

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

﴿ مَنْ تَصَبَّحَ سَبْعَ تَمَرَاتٍ عَجْوَةً لَمْ يَضُرُّهُ ذٰلِكَ الْيَوْمَ سُمٌّ وَلَا سِحْرٌ ﴾

"جس نے صبح کے وقت سات عجوہ کھجوریں کھالیں اس دن اسے نہ زہر نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ جادو۔"(۲)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) عجوہ مدینہ منورہ کی عمدہ کھجوروں کی ایک قسم ہے۔(۳)

(ابن اثیرؒ) عجوہ مدینہ کی کھجور کی ایک قسم ہے جو سیاہ رنگ کی ہوتی ہے اور اس کا بیج نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لگایا تھا۔(٤)

(مناویؒ) یہ عجوہ کھجور شکل وصورت اور نام میں جنت کی عجوہ کھجور کے مشابہ ہے لیکن لذت اور ذائقے میں نہیں۔(٥)

مکھی کے ایک پر میں بیماری ہے اور دوسرے میں شفا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْمِسْهُ كُلَّهُ ثُمَّ لِيَطْرَحْهُ فَإِنَّ فِي أَحَدِ جَنَاحَيْهِ شِفَاءً وَفِي الْآخَرِ دَاءً "وَزَادَ أَبُو دَاوُدَ: وَإِنَّهُ يَتَّقِي بِجَنَاحِهِ الَّذِي فِيهِ الدَّاءُ ﴾

"تم میں سے کسی ایک کے برتن میں جب مکھی گر جائے تو وہ پوری مکھی کو برتن میں ڈبو دے اور پھر اسے نکال کر پھینک دے کیونکہ اس کے ایک پر میں شفا ہے اور دوسرے میں بیماری ہے۔ سنن ابی داود میں یہ لفظ زائد ہیں کہ مکھی مشروب میں اپنا وہ پر ڈبوتی ہے جس میں بیماری ہوتی ہے۔"(٦)

---

(۱) [زاد المعاد (١٢٤/٤) كتاب التوحيد للإمام محمد بن عبد الوهاب ' باب ما جاء في النشرة]

(۲) [بخاري (٥٧٦٩) كتاب الطب : باب الدواء بالعجوة للسحر]

(۳) [تحفة الأحوذي (٢٢٦/٦)]

(٤) [النهاية لابن الأثير (١٨٨/٣)]

(٥) [فيض القدير (٣٧٦/٤)]

(٦) [بخاري (٥٧٨٢) كتاب الطب : باب إذا وقع الذباب في الإناء ' ابو داود (٣٨٤٤) كتاب الأطعمة : باب في الذباب يقع في الطعام ' ابن ماجة (٣٥٠٤) كتاب الطب : باب يقع الذباب في الإناء ' ابن خزيمة (١٠٥) ابن حبان في الإحسان (١٢٤٦_١٢٤٧) نسائي (١٧٨/٧) دارمي (٩٨/٢) احمد (٢٢٩/٢) بيهقي (٢٥٣/١) تلخيص الحبير (٢٦/١)]

14217

(عبداللہ بن عبدالرحمٰن بسام) اللہ تعالیٰ کی کمال حکمت ہے کہ اس نے مکھی کا وہ پر ڈبونے کا حکم دیا جس میں شفا ہے تا کہ اس کی دواء اس کی بیماری کے بالمقابل ہو جائے اور وہ اس کی ضد بن کر اس کا نقصان رفع کر دے۔(۱)

اغلب یہی ہے کہ ڈبونے سے یقیناً مکھی مر جائے گی خواہ پانی گرم ہو یا سرد لہٰذا اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دفع ضرر کے لیے مکھی کو مارنا جائز ہے۔

وضو کا بچا ہوا پانی موجب شفا ہے

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ دَخلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ وَأنا مَرِيضٌ فتوَضَّأَ وصَبَّ عَلَيَّ أو قالَ : صُبُّوا عَلَيهِ ' فَعَقَلْتُ ' فَقُلْتُ : يا رَسُولَ اللّٰهِ ! لَا يَرِثُنِي إلَّا كَلالَةٌ فكَيْفَ المِيرَاثُ ؟ فَنَزَلَتْ آيَةُ الْفَرائِضِ ﴾

”نبی کریم ﷺ میرے ہاں تشریف لائے میں بیمار تھا۔ آپ ﷺ نے وضوء کیا اور وضوء کا پانی مجھ پر ڈالا یا فرمایا اس پر یہ پانی ڈال دو۔ اس سے مجھے ہوش آ گیا۔ میں نے عرض کیا کہ میں تو کلالہ (جس کے والدین اور اولاد نہ ہو) ہوں میرے ترکے میں تقسیم کیسے ہوگی؟ تو اس پر آیت میراث نازل ہوگئی۔“(۲)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس پانی سے وضوء کیا گیا ہو وہ باعثِ شفاء ہوتا ہے۔

مریضوں کو کھانے پینے پر مجبور نہیں کرنا چاہیے

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَا تُكرِهوا مَرضَاكُم عَلَى الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ فَإِنَّ اللّٰهَ يُطعِمُهُم وَيَسقِيهِم ﴾

”اپنے مریضوں کو کھانے پینے پر مجبور مت کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ انہیں کھلاتے پلاتے ہیں۔(۳)

---

(۱) [توضیح الأحکام شرح بلوغ المرام (۱۴۸/۱)]

(۲) [بخاری (۵۶۷۶) کتاب المرضی : باب وضوء العائد للمریض]

(۳) [**صحیح** : صحیح ابن ماجة (۲۷۷۷) کتاب الطب : باب لا تکرهوا المریض علی الطعام ' الصحیحة (۷۲۷) ابن ماجة (۳۴۴۴) ترمذی (۲۰۴۰) کتاب الطب : باب ما جاء لا تکرهوا مرضاکم علی الطعام والشراب]

باب عيادة المريض — بیماری کی عیادت کا بیان

مریض کی عیادت کرنا مسنون ہے

(1) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ : رَدُّ السَّلَامِ وَعِيَادَةُ الْمَرِيضِ ' وَاتِّبَاعُ الجنائزِ ' وَإِجابَةُ الدَّعوةِ ' وَتَشمِيتُ العَاطِسِ ﴾

''مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں: سلام کا جواب دینا' مریض کی عیادت کرنا' جنازے میں شرکت کرنا' دعوت قبول کرنا' جسے چھینک آئے اسے **یرحمک اللہ** کہنا۔''(۱)

صحیح مسلم کی روایت میں چھ حقوق کا ذکر ہے اور ان الفاظ کا اضافہ ہے:

﴿ وَإِذَا اسْتَنْصَحَكَ فَانْصَحْهُ ﴾

''اور جب وہ خیر خواہی طلب کرے تو اس کی خیر خواہی کرو۔''(۲)

(2) حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ أَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَ **عُودُوا الْمرِيضَ** وفُكُّوا الْعَانِي ﴾

''بھوکے کو کھانا کھلاؤ' مریض کی عیادت کرو اور قیدی کو آزاد کراؤ۔''(۳)

(3) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ أَمَرَنَا النبيُّ ﷺ بِسَبعٍ ونَهانَا عن سبعٍ : **أَمَرنَا بِعِيَادَةِ الْمَرِيْضِ** وَاتِّبَاعِ الجنائزِ وتشميتِ

---

(۱) [بخاری (۱۲٤۰) كتاب الجنائز : باب الأمر باتباع الجنائز' مسلم (۲۱٦۲) كتاب السلام : باب من حق المسلم للمسلم رد السلام' أبو داود (۵۰۳۰) ابن ماجة (۱٤۳۵) أحمد (۳۳۲/۲) بيهقى فى السنن الكبرى (۳۸٦/۳) شرح السنة (۱۳۹۸) ابن حبان فى صحيحه (۲٤۱)]

(۲) [مسلم (۲۱٦۲) كتاب السلام : باب من حق المسلم للمسلم رد السلام' احمد (۳۷۲/۲ـ٤۱۲) ترمذى (۲۷۳۷) نسائى (۵۳/٤) بيهقى فى السنن الكبرى (۳٤۷/۵) شرح السنة (۱۷۱/۳) ابن حبان (۲٤۲) بخارى فى الأدب المفرد (۹۲۵) عن أبى هريرة]

(۳) [بخارى (۵٦٤۹) كتاب المرضى : باب وجوب عيادة المريض' أبو داود (۳۱۰۵) كتاب الجنائز : باب الدعاء للمريض بالشفاء عند العيادة' نسائى فى السنن الكبرى (۸٦٦٦) أحمد (۳۹٤/٤) عبد بن حميد (۵۵٤)]

الْعَاطِسِ وردِّ السَّلامِ وَإجابةِ الدَّاعِي وإبرارِ الْمُقسِم ونصرِ الْمَظْلُومِ ونهانا عن خاتمِ الذَّهَبِ وَعَن الحَرِيرِ والْإِستَبرَقِ والديباجِ والميثرةِ الحمراءِ القَسِي وآنيةِ الْفِضةِ ﴾

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سات کاموں کا حکم دیا اور سات کاموں سے منع کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بیمار کی عیادت' جنازے کے ساتھ جانے' چھینک مارنے والے کی چھینک کا جواب دینے' سلام کا جواب دینے' دعوت دینے والے کی دعوت کو قبول کرنے' قسم اٹھانے والے کی تصدیق کرنے اور مظلوم کی مدد کرنے کا حکم دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سونے کی انگوٹھی (یعنی ہمارے مردوں کے لیے)' ریشم' استبرق (موٹا ریشم)' دیباج (باریک ریشم)' سرخ گدوں اور قس بستی کے بنے ہوئے کپڑے پہننے اور چاندی کے برتنوں کے استعمال سے منع کیا۔'' (۱)

(شوکانیؒ) حدیث کے ان الفاظ'' **عيادة المريض** '' میں یہ ثبوت موجود ہے کہ مریض کی عیادت کرنا مشروع ہے اور اس مشروعیت پر اجماع ہے۔ امام بخاریؒ نے تو بالجزم عیادتِ مریض کو واجب قرار دیا ہے جیسا کہ انہوں نے یہ باب قائم کیا ہے کہ'' مریض کی عیادت کے وجوب کا بیان۔''

(ابن بطالؒ) انہوں نے کہا ہے کہ ممکن ہے اس وجوب سے مراد وجوب کفایہ ہو جیسا کہ بھوکے کو کھانا کھلانا اور قیدی کو چھڑانا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس ضمن میں جو دلائل موجود ہیں وہ استحباب پر محمول ہوں۔

(جمہور) مریض کی عیادت مستحب ہے۔

(نوویؒ) انہوں نے مریض کی عیادت کے عدم وجوب پر اجماع نقل کیا ہے۔(۲)

(ابن قدامہؒ) مریض کی عیادت کرنا مستحب ہے۔(۳)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل

(1) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ عَادَنِي النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم مِنْ وَجَعٍ كَانَ بِعَيْنَيَّ ﴾

---

(۱) [بخاری (۱۲۳۹) كتاب الجنائز : باب الأمر باتباع الجنائز' مسلم (۲۰۶٦) كتاب اللباس : باب تحريم استعمال إناء الذهب والفضة' ترمذی (۲۸۰۹) كتاب الأدب : باب ما جاء في كراهية لبس المعصفر للرجل والقسي' نسائی (۵٤/٤)]

(۲) [نيل الأوطار (٦٦١/٢)]

(۳) [المغني لابن قدامة (۳٦۱/۳)]

''میری آنکھوں میں تکلیف تھی تو رسول اللہ ﷺ نے میری عیادت کی۔'' (۱)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿لَمَّا أُصِيبَ سعدُ بنُ معاذٍ رضى الله عنه يومَ الخَندقِ ضَرَبَ عليهِ رسولُ الله ﷺ خيمةً فِي المسجدِ' لِيَعُودَهُ مِنْ قَرِيبٍ﴾

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ غزوۂ احزاب کے روز زخمی ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کا خیمہ مسجد میں لگوا دیا' تاکہ قریب سے ان کی عیادت کرسکیں۔'' (۲)

مریض کی عیادت نہ کرنے کا انجام

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إن اللّٰه تعالى يقولُ يَومَ القيامةِ يا بنَ آدمَ ! مرضتُ فلم تَعُدنى قال يا ربِّ كيفَ أَعُودك وأنت رَبُّ العالمين ؟ قال **أَمَا علمتَ أَنَّ عَبدِى مَرِضَ فلَم تعُدْه أَمَا علِمتَ أَنك لو عُدْتَهُ لَوَجَدْتَنِي عِندَهُ** ' يا بنَ آدمَ استطعمتُكَ فلم تُطعِمْنِى قال يا ربِّ كيفَ أُطعِمُكَ وأنت رَبُّ العالمين؟ قال أما علمتَ أنَّهُ استطعمك عبدِى فلانٌ فلم تُطعِمْهُ أمَا علمتَ أنَّكَ لو أطعمتَه لوجدتَ ذلك عندِى يا بنَ آدمَ استسقيتُك فلم تَسقِنِى قال يا ربِّ كيفَ أَسقِيْكَ وأنتَ رَبُّ العالمين ؟ قالَ استسقاك عبدى فلانٌ فلم تَسقِه أما علمتَ أنكَ لو سَقَيتَ وجدتَّ ذلك عندِى﴾

''اللہ تعالیٰ روز قیامت کہیں گے اے ابن آدم! میں بیمار ہوا اور تو نے میری عیادت نہیں کی۔ وہ کہے گا اے میرے رب! میں تیری عیادت کیسے کرسکتا تھا تو تو رب العالمین ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے' کیا تمہیں علم نہیں تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہے پھر بھی تم نے اس کی عیادت نہیں کی' کیا تمہیں علم نہیں تھا کہ اگر تم اس کی عیادت کرتے تو مجھے اس کے پاس پاتے؟ (پھر کسی اور سے اللہ تعالیٰ سوال کریں گے کہ) اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا طلب کیا لیکن تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا۔ وہ کہے گا اے میرے رب! میں تجھے کیسے کھلا سکتا تھا تو تو رب العالمین ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے' کیا تمہیں علم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا مگر تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا' کیا تمہیں علم نہیں کہ اگر تو اسے کھانا کھلاتا تو آج تمہیں اس کا اجر میرے پاس ملتا؟ (پھر اللہ تعالیٰ ایک اور

---

(۱) [**حسن** : صحيح أبو داود (۲٦٥٩) كتاب الجنائز : باب في العيادة من الرمد' أحمد (۳۷٥/٤) أبو داود (۳۱۰۲) بخاري في الأدب المفرد (٥۳۲) حاكم (۳٤۲/۱)]

(۲) [**صحيح** : صحيح أبو داود (۲٦٥۸) كتاب الجنائز : باب في العيادة مرار' أبو داود (۳۱۰۱)]

آدمی سے پوچھیں گے کہ) اے ابن آدم! میں نے تم سے پانی مانگا لیکن تم نے مجھے پانی نہیں پلایا۔ وہ کہے گا اے میرے رب! میں تجھے کیسے پانی پلا سکتا تھا تو تو رب العالمین ہے؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا لیکن تم نے اسے پانی نہیں پلایا' کیا تمہیں علم نہیں کہ اگر تم اسے پانی پلاتے تو آج میرے پاس اس کا اجر حاصل کرتے۔'' (۱)

عیادتِ مریض کی فضیلت

(1) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا عَادَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ لَمْ يَزَلْ فِي مَخْرَفَةِ الْجَنَّةِ حَتَّى يَرْجِعَ ﴾

''بلاشبہ جب مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو واپسی تک جنت کے باغیچے میں رہتا ہے۔'' (۲)

(2) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَعُودُ مُسْلِمًا غُدْوَةً إِلا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتَّى يُمْسِيَ وَإِنْ عَادَهُ عَشِيَّةً إِلَّا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتَّى يُصْبِحَ وَكَانَ لَهُ خَرِيفٌ فِي الْجَنَّةِ ﴾

''جب کوئی مسلمان عیادت کی غرض سے اپنے مسلمان بھائی کے پاس بیٹھتا ہے' اگر وہ صبح کو عیادت کرے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں اور اگر شام کو عیادت کرے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ اور اس کے لیے جنت میں ایک باغ لگ جاتا ہے۔'' (۳)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَنْ عَادَ مَرِيضًا نَادَى مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاكَ وَتَبَوَّأْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا ﴾

''جو مریض کی عیادت کرتا ہے تو آسمان سے ایک منادی اعلان کرتا ہے کہ تو خوش ہو جا اور تیرا (عیادت کی غرض سے) چلنا اچھا ہے اور تو نے جنت میں ایک گھر بنا لیا ہے۔'' (٤)

---

(۱) [مسلم (۲۵٦۹) کتاب البر والصلة والآداب : باب فضل عيادة المريض]

(۲) [مسلم (۲۵٦۸) کتاب البر والصلة والآداب : باب فضل عيادة المريض' بخاری فی الأدب المفرد (۵۱۹) أحمد (۲۷٦/۵) ترمذی (۹٦۷) امام ترمذی نے اس حدیث کی سند کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔]

(۳) [**صحيح** : صحيح ترمذی (۷۷۵) کتاب الجنائز : باب ما جاء فی عيادة المريض' الصحيحة (۱۳٦۷) ترمذی (۹٦۹) أبو داود (۳۰۹۸) ابن ماجة (۱٤٤۲)]

(٤) [**حسن** : صحيح ابن ماجة (۱۱۸٤) کتاب الجنائز : باب ما جاء فی ثواب من عاد مريضا' ابن ماجة (۱٤٤۳) ترمذی (۲۰۰۸) کتاب البر والصلة : باب ما جاء فی زيارة الإخوان]

کیا باوضوء ہو کر مریض کی عیادت کرنی چاہیے؟

جس روایت میں یہ مذکور ہے وہ ضعیف ہونے کی وجہ سے قابل حجت نہیں جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَن تَوضأَ فَأَحُسَنَ الوُضُوءَ وَعَادَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ مُحْتَسِبًا بُوعِدَ مِنْ جَهَنَّمَ مَسِيْرَةَ سَبْعِيْنَ خَرِيفًا ﴾ ''جس نے وضوء کیا اور اچھا وضوء کیا پھر اجر و ثواب کی نیت سے اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کی' اسے جہنم سے ستر (70) سال کی مسافت کے برابر دور کر دیا جائے گا۔''(۱)

عیادت کے وقت مریض کو دعا دینا

(1) حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِذَا جَاءَ الرَّجُلُ يعودُ مَرِيضًا فَلْيَقُل اللّٰهُمَّ اشْفِ عَبْدَكَ يَنكَأُ لَكَ عَدُوًّا أَوْ يَمْشِي لَكَ جَنَازَةً ﴾

''جب کوئی آدمی کسی مریض کی عیادت کے لیے آئے تو کہے'' **اَللّٰهُمَّ اشْفِ عَبْدَكَ يَنكَأُ لَكَ عَدُوًّا أَوْ يَمْشِيْ لَكَ جَنَازَةً** ''یعنی اے اللہ! اپنے بندے کو شفا عطا فرما' تیرے لیے دشمن کو قتل کرے گا یا تیری خاطر کسی جنازے کے پیچھے چلے گا۔''(۲)

(2) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿ اشْتَكَيْتُ بِمَكَّةَ فَجَاءَنِي النَّبِيُّ ﷺ يَعُودُنِي وَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى جَبْهَتِي ثُمَّ مَسَحَ صَدْرِي وَبَطْنِي ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اشْفِ سَعْدًا وَأَتْمِمْ لَهُ هِجْرَتَهُ ﴾

''میں مکہ میں تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے اور آپ نے اپنا ہاتھ میری پیشانی پر رکھا' پھر میرے سینے اور میرے پیٹ پر ہاتھ پھیرا پھر کہا '' **اَللّٰهُمَّ اشْفِ سَعْدًا وَأَتْمِمْ لَهُ هِجْرَتَهُ** '' یعنی اے اللہ! سعد کو شفا عطا فرما اور اس کے لیے اس کی ہجرت کو پورا کر دے۔''(۳)

---

(۱) [**ضعيف** : ضعيف ابو داود (۶۸۲) كتاب الجنائز : باب في فصل العيادة على وضوء' المشكاة (۱۵۵۲) ابو داود (۳۰۹۷) اس کی سند میں الفضل بن دلہم راوی ہے اسے امام یحیی بن معین نے ضعیف الحدیث قرار دیا ہے۔[تهذيب الكمال (۲۲۰/۲۳)]

(۲) [**صحيح** : صحيح أبو داود (۲۶۶۴) كتاب الجنائز : باب الدعاء للمريض عند العيادة' الصحيحة (۱۵۰۴) أبو داود (۳۱۰۷) احمد (۱۷۲/۲) عبد بن حميد (۳٤٤)]

(۳) [**صحيح** : صحيح أبو داود (۲۶۶۱) كتاب الجنائز : باب الدعاء للمريض بالشفاء عند العيادة' أبو داود (۳۱۰٤)]

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَنْ عَادَ مَرِيضًا لَمْ يحضُرْ أجلُهُ فقالَ عِندَهُ سَبعَ مِرَارٍ' أسأَلُ اللّٰه العظيمَ رَبَّ العَرشِ العَظيمِ أَنْ يَّشْفِيَكَ إلا عَافَاهُ اللّٰهُ مِن ذَلِكَ الْمَرَضِ ﴾

''جوشخص کسی مریض کی عیادت کے دوران اس کے پاس سات مرتبہ کہے '' **أَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ أَنْ يَّشْفِيَكَ** '' اگراس کی وفات کا وقت نہیں آیا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اسے اس بیماری سے عافیت عطا فرمائیں گے۔'' (۱)

(4) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ أنَّ جِبريلَ أتَى النبيَّ ﷺ فَقالَ يَا مُحمدُ ! اشتكيتَ قَال نَعمْ ' قَال بِسْمِ اللّٰه أرقيكَ مِن كُل شَيئٍ يُؤذيكَ مِن شَرِّ كُل نفسٍ أو عينٍ حاسدٍ' اللّٰه يشفيكَ بسمِ اللّٰه أَرقيكَ ﴾

''بے شک جبرئیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں سے کہا اے محمد! کیا تو بیمار ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' ہاں۔ تو جبرئیل علیہ السلام نے ان کلمات کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دم کیا '' **بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْئٍ يُؤْذِيْكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنِ حَاسِدٍ اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيْكَ** '' یعنی اللہ کے نام کے ساتھ میں آپ کو ہر اُس چیز سے جو آپ کو تکلیف دیتی ہے اور ہر نفس یا ہر حاسد کی نظر کی برائی سے دم کرتا ہوں' اللہ آپ کو شفا عطا فرمائے' اللہ کے نام کے ساتھ میں آپ کو دم کرتا ہوں۔'' (۲)

(5) سورۂ فاتحہ کے ساتھ بھی مریض کو دم کیا جا سکتا ہے کیونکہ صحیح بخاری کی ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورۃ کو دم کہا جیسا کہ اس میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ فاتحہ کے ساتھ دم کرنے والے صحابی سے کہا ﴿ وَمَا يُدْرِيكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ ﴾ ''تمہیں کیسے معلوم ہو گیا تھا کہ یہ سورۃ بطور دم پڑھی جا سکتی ہے۔'' (۳)

---

(۱) [**صحيح** : صحيح أبو داود (۲٦٦۳) كتاب الجنائز : باب الدعاء للمريض عند العيادة' أبو داود (۳۱۰٦) ترمذی (۲۰۸۳) حاكم (٤۱٦/٤) ابن حبان (۷۱٤۔الموارد)]

(۲) [مسلم (۲۱۸٦) كتاب السلام : باب الطب والمرض والرقى' ترمذی (۹۷۲) كتاب الجنائز : باب ما جاء فی التعوذ للمريض' ابن ماجة (۳۵۲۳) كتاب الطب : باب ما عوذ به النبی وما عوذ به' نسائی فی السنن الكبرى (۱۰۸٤۳)]

(۳) [بخاری (۵۷٤۹) كتاب الطب : باب النفث فی الرقية' مسلم (۲۲۰۱) كتاب السلام : باب جواز أخذ الأجرة على الرقية بالقرآن والأذكار' ابو داود (۳٤۱۸) كتاب البيوع : باب فی كسب الأطباء' ترمذی (۲۰٦۳) كتاب الطب : باب ما جاء فی أخذ الأجر على التعويذ' ابن ماجة (۲۱۵٦) كتاب التجارات : باب أجر الراقی' نسائی فی السنن الكبرى (۷۵۳۳) وفی عمل اليوم والليلة (۱۰۳٦) احمد (۱۰۹۸۵) ابن حبان (٦۱۱۳) ابن أبی شيبة (۵۳/۸) دارقطنی (٤٦/۳)]

(6) حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إذَا حَضَرْتُمُ الْمَرِيْضَ أوِ الميتَ فقولُوا خيرًا فإنَّ الملائكةَ يُؤَمِّنُوْنَ عَلَى مَا تَقُوْلُوْنَ ﴾

''جب تم مریض یا میت کے پاس موجود ہو تو اچھی بات کہو کیونکہ فرشتے تمہاری کہی ہوئی بات پر آمین کہتے ہیں۔'' (۱)

(نوویؒ) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مریض کے قریب یا وفات کے وقت دعا و استغفار جیسے خیر کے کلمات ہی کہنے چاہییں۔(۲)

مریض کو تسلی دینی چاہیے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ أنَّ النبيَّ ﷺ دَخلَ عَلَى أعرابيٍّ يَعُودُهُ قالَ و كانَ النَّبيُّ ﷺ إِذَا دَخلَ عَلَى مَرِيْضٍ يَعُوْدُهُ فقالَ لَهُ لَا بأسَ طهورٌ إن شاء اللّٰه ﴾

''بلاشبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دیہاتی کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے (راوی نے کہا کہ) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مریض کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تو اسے کہتے '' لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ '' یعنی کوئی حرج نہیں یہ بیماری انشاءاللہ تجھے گناہوں سے پاک کرنے والی ہے۔''(۳)

کیا مریض کی عیادت تین روز کے بعد کرنی چاہیے؟

یہ بات درست نہیں کیونکہ جس روایت میں یہ مذکور ہے وہ ضعیف ہونے کی بنا پر قابل حجت نہیں بلکہ شیخ البانیؒ نے تو اسے موضوع یعنی من گھڑت روایت قرار دیا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ كَانَ النبيُّ ﷺ لَا يَعُودُ مريضًا إِلا بَعد ثلاثٍ ﴾

---

(۱) [مسلم (۹۱۹) كتاب الجنائز : باب مايقال عند المريض و الميت' ابو داود (۳۱۱۵) ترمذی (۹۷۷) نسائی فی المجتبی (۱۸۲۴) وفی السنن الكبرى (۱۰۹۰۸/٦) ابن ماجة (۱٤٤۷) ابن حبان (۳۰۰۵) حاكم (٦۷۵۸/٤) طبرانی كبير (۷۲۳/۲۳) عبد الرزاق (٦۰٦٦) ابن أبی شيبة (۲۳٦/۳) شرح السنة (۱٤٦۱) بيهقی (۳۸۳/۳) احمد (۲٦۵۵۹)]

(۲) [شرح مسلم (۲۳۷/٤)]

(۳) [بخاری (۵٦۵٦) كتاب المرضى : باب عيادة الأعراب]

''نبی ﷺ مریض کی عیادت تین روز کے بعد ہی کیا کرتے تھے۔'' (۱)

(شوکانیؒ) یہ روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مریض کی زیارت اُس کے مرض کی ابتداء سے تین دن گزر جانے کے بعد کرنی چاہیے اور زیارتِ مریض کے ضمن میں وارد شدہ مطلق احادیث اسی کے ساتھ مقید ہونی چاہییں لیکن یہ روایت نہ تو صحیح ہے اور نہ ہی حسن لہٰذا اس سے ایسا کچھ بھی ثابت نہیں ہوتا۔ (۲)

عورتیں بھی مردوں کی عیادت کر سکتی ہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

﴿ لَـمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الـمـدينة وُعِكَ أبـو بـكرٍ و بلالٌ رضى الله عنهما قَالت فدخلتُ عليهما فَقلتُ يَا أبتِ كَيْفَ تَجِدُكَ ؟ وَيا بلالُ كَيفَ تَجِدُكَ ﴾

جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابوبکر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ بخار کے مرض میں مبتلا ہو گئے۔ (عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ) پس میں ان دونوں کے پاس گئی اور کہا اے میرے والد! آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ اور اے بلال! آپ کیسا محسوس کر رہے ہیں۔'' (۳)

مشرک کی عیادت کا حکم

مشرک کی عیادت کرنا جائز ہے جیسا کہ یہ نبی ﷺ کے عمل سے ثابت ہے۔

(1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ أن غُلامًا لِيَهُودَ كان يَخدِمُ النبيَ ﷺ فمرِضَ فأتاهُ النبيُ ﷺ يَعُودُه فقال أَسْلِم فأَسْلَمَ ﴾

''ایک یہودی غلام نبی ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا وہ بیمار ہو گیا تو آپ ﷺ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور اسے کہا تم اسلام قبول کر لو تو وہ مسلمان ہو گیا۔''

اور حضرت سعید بن مسیبؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ

---

(۱) [موضوع : ضعيف ابن ماجة (۳۰۲) كتاب الجنائز : باب ما جاء فی عيادة المريض' الضعيفة (۱٤٥) المشكاة (۱٥۸۷) ابن ماجة (۱٤۳۷) طبرانی صغير (۱٤۷/۱) امام ابن اَبی حاتمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد (یعنی امام ابوحاتمؒ) سے اس حدیث کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا یہ حدیث باطل اور موضوع ہے۔ [العلل (۳۱٥/۲)]

(۲) [نيل الأوطار (٦٦٤/۲)]

(۳) [بخاری (٥٦٥٤) كتاب المرضى : باب عيادة النساء الرجال]

﴿ لَمَّا حُضِرَ أَبُو طَالِبٍ جَاءَهُ النبيُّ ﷺ ﴾ ''جب (نبی ﷺ کے چچا) ابو طالب کی وفات کا وقت آیا تو آپ ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے۔''(۱)

(سید سابق) مسلمان کسی کافر کی عیادت کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔(۲)

مریض کے گھر والوں سے اس کا حال پوچھنا مستحب ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ أَنَّ عَلِيَّ بنَ أبي طالبٍ رضي الله عنه خَرَجَ مِن عندِ النبي ﷺ فِي وَجعِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فيهِ فقالَ الناسُ يَا أَبا حسنٍ كَيفَ أَصْبَحَ رَسولُ اللّٰهِ ﷺ قال أَصْبَحَ بِحَمدِ اللّٰهِ بَارِئًا ﴾

''بلاشبہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی اس بیماری میں جس میں آپ فوت ہوئے تھے آپ کے گھر سے نکلے تو لوگوں نے کہا اے ابو الحسن! رسول اللہ ﷺ نے کس حال میں صبح کی ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا الحمدللہ آپ نے تندرستی کی حالت میں صبح کی ہے۔''(۳)

---

(۱) [بخاری (۵٦۵۷) کتاب المرضی : باب عیادة المشرك]

(۲) [فقه السنة (۱/۳٤۳)]

(۳) [بخاری (٦۲٦٦) کتاب الاستئذان : باب المعانقة وقول الرجل کیف أصبحت]

باب أحكام المحتضر قریب المرگ شخص کے متعلق احکام کا بیان

جسے اپنی موت کا یقین ہو جائے وہ یہ کلمات کہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

﴿ أنهـا سـمعتِ النبيَ ﷺ وأصـغـتُ إليـه قبـلَ أن يَّمُوتَ وهوَ مُسْتَنِدٌ إلىٰ ظَهْرِهِ يقُولُ : اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَأَلْحِقْنِيْ بِالرَّفِيْقِ ﴾

انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی وفات سے پہلے قدرے جھک کر آپ کی بات سنی اور (بیان کرتی ہیں کہ) اس وقت آپ نے میرے ساتھ اپنی پشت کی ٹیک لگائی ہوئی تھی' آپ فرما رہے تھے کہ "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَأَلْحِقْنِيْ بِالرَّفِيْقِ" یعنی اے اللہ! مجھے بخش دے' مجھ پر رحم فرما اور مجھے رفیق اعلیٰ سے ملا دے۔" (۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی جس روایت میں ہے کہ

﴿ رَأَيْتُ رسولَ اللّه ﷺ وهو بالموتِ وعنده قدحٌ فيه ماءٌ وهو يدخل يدَه في قدحٍ ثم يمسَحُ وجهَه بِالمَاءِ ثم يقولُ اَللّٰهم أعِني علَى غَمراتِ الموتِ أو سكراتِ الموتِ ﴾

"میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور آپ موت کی حالت سے دوچار تھے اور آپ کے پاس ایک پیالہ تھا جس میں پانی تھا۔ آپ اپنا ہاتھ اس پیالے میں داخل کرتے تھے اور پھر پانی کو اپنے چہرے پر ملتے تھے پھر کہتے تھے "اَللّٰهُمَّ أَعِنِّيْ عَلىٰ غَمَرَاتِ الْمَوْتِ أَوْ سَكَرَاتِ الْمَوْتِ" یعنی اے اللہ! موت کی سختیوں پر میری مدد فرما۔" وہ ضعیف ہے۔ (۲)

قریب الموت شخص کو کلمہ شہادت کی تلقین کرنی چاہیے

(1) حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَقِّنُوا مَوتَاكُم لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه ﴾

---

(۱) [بخاری (۴۴۴۰) كتاب المغازی : باب مرض النبی ووفاته]

(۲) [ضعیف : ضعیف ترمذی (۱٦٤) كتاب الجنائز : باب ما جاء فی التشدید عند الموت' المشكاة (۱٥٦٤) ترمذی (۹۷۸) ابن ماجة (۱٦۲۳) كتاب الجنائز : باب ما جاء فی ذكر مرض رسول الله' احمد (٦٤/٦۔۷۰۔۷۷۔۱٥۱)]

''قریب المرگ آدمی کو " لا إله إلا الله'' کی تلقین کرو۔'' (۱)

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ایک انصاری شخص کی عیادت کی تو فرمایا:

﴿ يَا خالِ قُلْ لَا إِلَه إِلا الله ﴾ ''اے ماموں! " لا إله الا الله'' کہہ دو۔'' (۲)

(3) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَنْ كَان آخرُ كَلامِهِ لَا إِلَه إِلَّا اللّٰه دَخلَ الْجَنَّةَ ﴾

''جس کا آخری کلام " لا إله إلا الله'' ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا۔'' (۳)

(4) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی انہی الفاظ میں حدیث مروی ہے۔ (٤)

(عبیداللہ رحمانی مبارکپوری رحمہ اللہ) نبی ﷺ نے جو یہ فرمایا ہے کہ اپنے مرنے والوں کو " لا إلـه إلا الـلـه'' کی تلقین کرو اس کا مطلب یہ ہے کہ وفات کے وقت انہیں یہ تلقین کرو یہ مطلب نہیں ہے کہ تدفین کے وقت تلقین کی جائے۔ (٥)

(نووی رحمہ اللہ) اس تلقین کا حکم استحباب پر مبنی ہے۔ (٦)

(ملا علی قاری رحمہ اللہ) جمہور کا کہنا ہے کہ یہ تلقین مستحب ہے لیکن حدیث کا ظاہر اس کے وجوب کا تقاضا کرتا ہے۔ ایک جماعت اسی کی قائل ہے بلکہ بعض مالکیہ نے اس پر اتفاق بھی نقل کیا ہے۔ (۷)

(عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ) اسی کے قائل ہیں۔ (۸)

---

(۱) [مسلم (۹۱٦) كتاب الجنائز : باب تلقين الموتى لا إله إلا الله' أبو داود (۳۱۱۷) كتاب الجنائز : باب في التلقين' أحمد (۳۱۳) ترمذى (۹۸٦) كتاب الجنائز : باب ما جاء في تلقين المريض عند الموت والدعاء له عنده' نسائى (٤/٥) ابن ماجة (١٤٤٥) كتاب الجنائز : باب ما جاء في تلقين الميت لا إله إلا الله' بيهقى (۳/۳۸۳) عبد بن حميد (۹۷۳) أبو يعلى (١٠٩٦) شرح السنة (۳/۱۱۷) الحلية لأبى نعيم (۹/۲۲٤)]

(۲) [**صحيح** : أحكام الجنائز (ص ۱۰) أحمد (۱۵۲۰۳) شیخ البانی رحمہ اللہ نے مسلم کی شرط پر اسے صحیح کہا ہے۔]

(۳) [**صحيح** : صحيح أبو داود (۲٦۷۳) كتاب الجنائز : باب في التلقين' أبو داود (۳۱۱٦) أحمد (۵/۲۳۳) حاكم (۱/۳۵۱)]

(٤) [مسلم (۹۱۸) كتاب الجنائز : باب ما يقال عندالمصيبة ' ابن ماجة (١٤٤٤) ابن الجارود (۵۱۳) أبو يعلى (٦١٨٤) بيهقى (۳/۳۸۳) المحلى لابن حزم (۵/۱۵۷)]

(٥) [مرعاة المفاتيح (۵/۲۳۰)]

(٦) [المجموع (۵/۱۰۵)]

(۷) [مرقاة المفاتيح (٤/۸٤)]

(۸) [تحفة الأحوذى (٤/۲۳)]

کیا قریب المرگ شخص کو قبلہ رخ کرنا ثابت ہے؟

قریب المرگ انسان کو قبلہ رخ کرنا تا کہ اسی حالت میں اس کی وفات ہو کسی صحیح مرفوع حدیث سے ثابت نہیں۔

(البانیؒ) انہوں نے اس عمل کو بدعات میں شمار کیا ہے۔(۱)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ قریب المرگ شخص کو قبلہ رخ کرنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔(۲)

البتہ جو لوگ قبلہ رخ کرنے کے قائل ہیں وہ مندرجہ ذیل روایات سے استدلال کرتے ہیں:

(1) رسول اللہ ﷺ نے کبیرہ گناہوں کی تعداد نو (9) بتلائی اور انہیں اس طرح شمار کیا کہ شرک، جادو، ناحق کسی جان کا قتل، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جنگ کے وقت پیٹھ پھیر کر بھاگ جانا، پاک دامنہ عورتوں پر تہمت لگانا، والدین کی نافرمانی کرنا اور ﴿ اِسۡتِحۡلَالُ الۡبَیۡتِ الۡحَرَامِ قِبۡلَتِکُمۡ أَحۡیَاءً وَأَمۡوَاتًا ﴾ ”بیت حرام کو حلال سمجھ لینا حالانکہ وہ تو زندہ اور مردہ حالت میں تمہارا قبلہ ہے۔“(۳)

اس حدیث میں محل شاہد یہ ہے کہ ”بیت اللہ کو حلال سمجھ لینا حالانکہ وہ زندہ اور مردہ حالت میں تمہارا قبلہ ہے۔“ لیکن یہ بات مذکورہ مسئلے کی دلیل نہیں بنتی کیونکہ اس میں مردہ حالت میں بیت اللہ کو قبلہ کہا گیا ہے نہ کہ قریب المرگ انسان کے لیے۔ علاوہ ازیں زندوں کے لیے بیت اللہ نماز کے وقت قبلہ ہے اور مردوں کے لیے قبر میں لہٰذا قریب المرگ انسان ان دونوں میں شامل نہیں ہے۔ تاہم اگر اس منطق کو تسلیم کر لیا جائے تو ہر زندہ شخص پر قبلہ رخ ہونا لازم ہوگا قطع نظر اس بات سے کہ نماز کا وقت ہو یا نہ ہو تو یقیناً یہ بات نقل و عقل کے خلاف ہے۔

(2) حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ جب ان کی وفات کا وقت آئے تو انہیں قبلہ رخ کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے متعلق فرمایا ﴿ أَصَابَ الۡفِطۡرَةَ ﴾ ”یہ تو فطرت کو پہنچ گیا ہے۔“(٤)

(3) رسول اللہ ﷺ کی لخت جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وفات کے وقت قبلہ رخ ہو کر اپنے دائیں ہاتھ کا تکیہ بنا لیا۔(٥)

اس کے علاوہ حضرت سعید بن مسیبؒ کے متعلق مروی ہے کہ انہوں نے قریب المرگ انسان کو قبلہ رخ کرنا

---

(۱) [أحكام الجنائز (ص/۳۰۷)]

(۲) [أحكام الجنائز (ص/۲۰)]

(۳) [حسن: صحيح أبو داود (۲٤۹۹) كتاب الوصايا: باب ما جاء في التشديد في أكل مال اليتيم، أبو داود (۲۸۷٥) نسائي (۸۹/۷) حاكم (۲٥۹/٤)]

(٤) [تلخيص الحبير (۲۰۸/۲) حافظ ابن حجرؒ نے اسے نقل تو کیا ہے لیکن اس پر سکوت فرمایا ہے۔]

(٥) [أحمد (٤٦۱/٦-٤٦۲)]

ناپسند کیا ہے۔(۱)

قریب المرگ کافر کے پاس دعوتِ اسلام کے لیے جانا جائز ہے

جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ كَانَ غلامٌ يهوديٌّ يخدمُ النبيَّ ﷺ فمرضَ، فأتاهُ النبيُّ ﷺ يعودُهُ، فقعدَ عندَ رأسِه، فقالَ لَه: أسلِمْ، فنظرَ إلى أبيه وهو عندهُ؟ فقالَ لَهُ: أطِعْ أبا القاسِمِ ﷺ، فأسلمَ فخرجَ النَّبيُّ ﷺ وهو يقولُ: اَلْحمدُ لِلّٰه الَّذي أنْقَذَهُ مِنَ النّارِ، فلمّا ماتَ قالَ: صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُم ﴾

ایک یہودی بچہ نبی کریم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا وہ بیمار ہوا تو نبی ﷺ اس کی عیادت کے لیے اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس کے سر کے پاس بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے اسے کہا' تو مسلمان ہو جا۔ اس نے قریب موجود اپنے والد کی طرف دیکھا تو اس نے بچے کو کہا کہ ابوالقاسم کی بات مان لو' پھر وہ بچہ مسلمان ہو گیا لہٰذا نبی کریم ﷺ یہ کہتے ہوئے باہر نکل گئے کہ تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے اسے آگ سے بچا لیا۔ پھر جب وہ بچہ فوت ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا' اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھو۔"(۲)

(البانیؒ) ایسے قریب المرگ کافر کے پاس دعوتِ اسلام کے لیے جانے میں کوئی حرج نہیں جس سے اسلام قبول کرنے کی توقع ہو۔(۳)

مریض کو چاہیے کہ اپنے رب کے فیصلے پر راضی رہے اور اس پر اچھا گمان رکھے

(1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَا يَمُوتَنَّ أَحَدُكُم إلا وهو يُحسِنُ باللّٰه الظنَّ ﴾

"تم میں سے ہرگز کوئی فوت نہ ہو مگر صرف اس حال میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھا گمان رکھتا ہو۔"(٤)

(2) حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) [أحكام الجنائز (ص/۲۰)]

(۲) [أحمد (۱۷۵/۳) أحكام الجنائز (ص/۲۱)]

(۳) [أحكام الجنائز (ص/۲۱)]

(٤) [مسلم (۲۸۷۷) كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها: باب الأمر بحسن الظن بالله تعالى عند الموت' أبو داود (۳۱۱۳) كتاب الجنائز: باب ما يستحب من حسن الظن بالله عند الموت' ابن ماجة (٤١٦٧) كتاب الزهد: باب التوكل واليقين]

﴿ عَجَبًا لِأَمرِ المُؤمنِ إِنَّ أَمرَه كُلَّهُ خيرٌ وليس ذاكَ لِأَحدٍ إلا للمُؤمنِ' إن أصابَته سَرَّاءُ شَكرَ فكانَ خيرًا لَهُ ' وَإِنْ أَصابَته ضَرَّاءُ صَبَرَ فكانَ خيرًا لَهُ ﴾

''مومن کا معاملہ بڑا ہی عجیب ہے' یقیناً اس کا معاملہ سارے کا سارا خیر و بھلائی کا ہی ہے اور یہ صرف مومن کے لیے ہی ہے کہ اگر اسے کوئی خوشی ملتی ہے تو اللہ کا شکر کرتا ہے یہ اس کے لیے بہتر ہے اور اگر کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے اور یہ بھی اس کے لیے بہتر ہے۔'' (۱)

(3) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ أنَّ النبيَّ ﷺ دَخلَ علىٰ شَابٍّ وَهو يموتُ' فقال : كيفَ تَجدُكَ ؟ قال : وَاللّٰهِ يا رَسولَ اللّٰهِ ''**إِنِّي أَرجُو اللّٰهَ وإِنِّي أَخَافُ ذُنُوبِي**'' فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : **لَا يَجْتَمِعَانِ فِي قَلبِ عبدٍ فِي مِثْلِ هَذَا الْمَوطِنِ إِلا أَعْطَاهُ اللّٰهُ مَا يَرجُو وَآمَنَهُ مِمَّا يَخَافُ** ﴾

''نبی کریم ﷺ ایک ایسے نوجوان کے پاس گئے جو قریب المرگ تھا تو آپ ﷺ نے دریافت کیا ''تم اپنے آپ کو کیسا محسوس کرتے ہو؟ تو اس نے کہا' میں اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں اور اپنے گناہوں سے خائف ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جس بندے کے دل میں اس وقت یہ دونوں چیزیں جمع ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اسے وہی عطا فرما دیتے ہیں جس کی وہ امید رکھتا ہے اور اسے اس چیز سے امن بخش دیتے ہیں جس سے وہ خائف ہوتا ہے۔'' (۲)

(سید سابق) مریض کو چاہیے کہ اللہ کی وسیع رحمت کو یاد کرے اور اپنے رب سے اچھا گمان رکھے۔ (۳)

قریب المرگ شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی آرزو رکھے

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ أَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهُ وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهُ ﴾

''جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند کرتے ہیں اور جو شخص اللہ

---

(۱) [مسلم (۲۹۹۹) کتاب الزهد والرقائق : باب المؤمن أمره كله خير' دارمی (۲۷۷۷) ابن حبان (۲۸۹۶) طبرانی کبیر (۸۳۱۶/۸) بیهقی (۳۷۵/۳) احمد (۱۸۹۵۶)]

(۲) [**حسن** : صحیح ابن ماجة (۳۴۳۶) ترمذی (۹۸۳) کتاب الجنائز : باب ما جآء أن المومن يموت بعرق الجبين' ابن ماجة (۴۲۶۱)] حافظ ابن حجرؒ نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔[كما فی الترغيب (۲۶۸/۴)]

(۳) [فقه السنة (۲۵۰/۱)]

تعالیٰ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو ناپسند کرتے ہیں۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے کسی نے (یہ فرمان سن کر) عرض کیا کہ مرنا تو ہم بھی ناپسند کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے ملنے سے موت مراد نہیں ہے بلکہ بات یہ ہے کہ ایماندار آدمی کو جب موت آتی ہے تو اسے اللہ کی خوشنودی اور اس کے ہاں اس کی عزت کی خوشخبری دی جاتی ہے۔ اس وقت مومن کو کوئی چیز اس سے زیادہ عزیز نہیں ہوتی جو اس کے سامنے (یعنی اللہ سے ملاقات اور جنت کی نعمتیں وغیرہ) ہوتی ہے' اس لیے وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا خواہش مند ہو جاتا ہے اور اللہ بھی اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے۔

جب کافر کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو اسے اللہ کے عذاب اور اس کی سزا کی بشارت دی جاتی ہے' اس وقت کوئی چیز اس کے دل میں اس سے زیادہ ناگوار نہیں ہوتی جو اس کے آگے ہوتی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو ناپسند کرنے لگتا ہے' تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کو ناپسند کرتے ہیں۔(۱)

مریض اللہ تعالیٰ سے سچی توبہ کرے

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

(1) ﴿ تُوبُوْا إِلَى اللهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾ [النور: ۳۱]

''اے مومنو! تم سب اکٹھے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔''

(2) ﴿ اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوْا إِلَيْهِ ﴾ [هود: ۳]

''اپنے رب سے بخشش طلب کرو پھر اس کی طرف رجوع کرو۔''

(3) ﴿ يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا تُوبُوْا إِلَى اللهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا ﴾ [التحريم: ۸]

''تم اللہ کے سامنے سچی خالص توبہ کرو۔''

(4) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ ﴾

---

(۱) [بخاری (٦٥٠٧) كتاب الرقاق: باب من أحب لقاء الله أحب الله لقاءه' مسلم (٢٦٨٤) كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار: باب من أحب لقاء الله أحب الله لقاءه' ترمذی (١٠٦٧) كتاب الجنائز: باب ما جاء فيمن أحب لقاء الله أحب الله لقاءه' نسائی (١٨٣٧) وفي السنن الكبرى (١٩٦٤/١) ابن ماجة (٤٢٦٤) ابن حبان (٣٠١٠) شرح السنة للبغوی (١٤٥٠)]

''گناہ سے توبہ کرنے والا ایسے ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔'' (۱)

(5) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَو أَخطَأتُم حَتی تَبلُغَ خَطایاکُمُ السَّماءَ ثُم تُبتُم لَتَابَ عَلَیکُم ﴾

''اگر تم اتنے گناہ کرو کہ تمہارے گناہ آسمان تک پہنچ جائیں پھر تم توبہ کرو تو اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول کر لیں گے۔'' (۲)

(صالح بن فوزان) مریض پر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے۔ (۳)

خالص توبہ یہ ہے کہ ① جس گناہ سے انسان توبہ کر رہا ہے اسے ترک کر دے۔ ② اس پر اللہ کی بارگاہ میں ندامت کا اظہار کرے۔ ③ آئندہ اسے نہ کرنے کا عزم کرے۔ ④ اگر اس کا تعلق حقوق العباد سے ہے تو جس کا حق غصب کیا ہے اس کا ازالہ کرے' جس کے ساتھ زیادتی کی ہے اس سے معافی مانگے۔ محض زبان سے توبہ توبہ کر لینا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ (٤)

یاد رہے کہ توبہ کی قبولیت کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ مریض کو موت کا یقین نہ ہوا ہو کیونکہ اگر اس کا آخری وقت آ گیا ہے تو توبہ قبول نہیں ہوگی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ .... ﴾ [النساء : ۱۷ ـ ۱۸]

''اللہ تعالیٰ صرف انہی لوگوں کی توبہ قبول فرماتا ہے جو بوجہ نادانی کوئی برائی کر گزریں' پھر جلد اس سے باز آ جائیں اور توبہ کریں تو اللہ تعالیٰ بڑے علم والا حکمت والا ہے۔ ان کی کوئی توبہ نہیں جو برائیاں کرتے چلے جائیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آ جائے تو کہہ دے کہ میں نے اب توبہ کی' اور ان کی توبہ بھی قبول نہیں جو کفر پر ہی مر جائیں' یہی لوگ ہیں جن کے لیے ہم نے المناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِنَّ اللّٰه عزو جل لَيَقبَلُ تَوبَةَ العَبدِ مَا لَم يُغَرغِر ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ اس وقت

---

(۱) [**صحيح** : صحيح ابن ماجة (٣٤٢٧) كتاب الزهد : باب ذكر التوبة' ابن ماجة (٤٢٥٠)]

(۲) [**صحيح** : صحيح ابن ماجة (٣٤٢٦) كتاب الزهد : باب ذكر التوبة' الصحيحة (٩٠٣' ١٩٥١) ابن ماجة (٤٢٤٨)]

(۳) [بحوث فقهية في قضايا عصرية (ص / ٢٥٦)]

(٤) [تفسير أحسن البيان (ص/ ١٦٠٠)]

تک قبول کرتے ہیں جب تک اس کی روح حلقوم تک نہ پہنچ جائے مراد یہ ہے کہ جب تک اسے موت کا یقین نہ ہو جائے۔''(۱)

موت سے پہلے اپنی تمام تر ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو جائے

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَن كَانتُ لَه مَظْلِمَةٌ لأخِيهِ مِن عِرضِهِ أوْ شَئٍ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنهُ اليَومَ قَبل أن لا يَكُونَ دِينَارٌ وَلا دِرهَمٌ إن كَانَ لَه عَمَلٌ صَالِحٌ أُخِذَ مِنه بِقَدرِ مَظْلِمَتِهِ وإنْ لَم تَكن لَه حَسَناتٌ أُخِذَ مِنْ سَيئاتِ صَاحِبِه فَحُمِلَ عَلَيهِ ﴾

''اگر کسی شخص کا ظلم کسی دوسرے کی عزت پر ہو یا کسی طریقے (سے بھی ظلم کیا ہو) تو اسے آج ہی اُس دن کے آنے سے پہلے معاف کرا لے جس دن نہ دینار ہوں گے نہ درہم بلکہ اگر اس کا کوئی نیک عمل ہوگا تو اس کے ظلم کے بدلے میں وہی لے لیا جائے گا اور اگر کوئی نیک عمل اس کے پاس نہیں ہوگا تو اس کے ساتھی (مظلوم) کی برائیاں اس پر ڈال دی جائیں گی۔''(۲)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے دریافت کیا کہ کیا تمہیں علم ہے مفلس شخص کون ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس درہم و دینار اور مال و متاع نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إنَّ الْمُفلِسَ مِن أُمتِي يَأتِي يَومَ القِيامَةِ بِصلاةٍ وَصِيامٍ وَزَكاةٍ وَيأتِي قد شَتَمَ هَذا، وقَذَفَ هَذا، وَأكَلَ مَالَ هَذا، وَسَفَكَ دَمَ هَذا، وضَرَبَ هَذا، فَيُعْطَى هَذَا مِن حَسَناتِهِ، وهَذا مِن حَسَناتِهِ، فَإن فَنِيَتْ حَسَناتُهُ قَبلَ أنْ يُقْضَى مَا عَلَيهِ أُخِذَ مِن خَطَايَاهُم فطُرِحَت عَلَيهِ ثُم طُرِحَ فِي النَّار ﴾

''میری امت میں سے مفلس وہ ہے جو روز قیامت نماز، روزے اور زکوۃ کے ساتھ آئے گا لیکن اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی کو تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو بے جا مارا ہوگا، اسے بٹھا دیا جائے گا اور اس کی نیکیاں ان لوگوں کو دی جائیں گی (جن پر اس نے زیادتی کی ہوگی) اور اگر اپنی غلطیوں کا بدلہ

---

(۱) [**صحیح**: صحیح ابن ماجة (۳۴۳۰) كتاب الزهد: باب ذكر التوبة، ابن ماجة (۴۲۵۳) ترمذي (۳۵۳۷) كتاب الدعوات: باب في فضل التوبة والاستغفار وما ذكر من رحمة الله لعباده، مسند احمد (۶۱۶۸)]

(۲) [بخاري (۲۴۴۹) كتاب المظالم والغصب: باب من كانت له مظلمة عند الرجل.....]

دینے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو لوگوں سے ان کی غلطیاں لے کر اس پر ڈال دی جائیں گی پھر اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔'' (۱)

(البانیؒ) اگر ایسے شخص پر لوگوں کے حقوق (یعنی قرض' امانت' غصب شدہ مال وغیرہ) ہوں تو اسے چاہیے کہ مستحقین کی طرف انہیں لوٹا دے اور اگر بروقت اس کی طاقت نہ ہو تو اس کی وصیت کر دے۔ (۲)

جس کے پاس کوئی قابل وصیت چیز ہو وہ ضرور وصیت کرے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَا حَقُّ امْرِئٍ مُسلِمٍ له شَيئٌ يُوصِي فِيهِ يَبِيتُ لَيْلَتَينِ إلا ووَصِيَّتُهُ مَكْتُوبَةٌ عِنْدَهُ ﴾

''کسی بھی مسلمان کے لیے جس کے پاس قابل وصیت کوئی مال ہو درست نہیں کہ دو راتیں بھی وصیت کو لکھ کر اپنے پاس محفوظ کیے بغیر گزارے۔'' (۳)

وصیت ثلث مال سے زائد میں نہ ہو

(1) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے' میں اس وقت مکہ میں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سرزمین پر موت کو پسند نہیں فرماتے تھے جہاں سے کوئی ہجرت کر چکا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اللہ ابن عفراء پر رحم کرے۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول!

﴿ أُوصِي بِمَالِي كُلِّهِ ؟ قال : لا ' قلتُ : فَالشَّطْرُ ؟ قال : لا ' قلتُ : الثلثُ ؟ قال : **فَالثلثُ ' والثُّلثُ كَثِيرٌ** ' إِنكَ أَن تَدَعَ ورَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيرٌ مِّنْ أَنْ تدعَهُم عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ فِي أَيدِيهِم ﴾

''میں اپنے سارے مال کی وصیت کر دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' نہیں۔ میں نے پوچھا' پھر آدھے کی کر دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' نہیں۔ میں نے پوچھا پھر تہائی مال کی کر دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' تہائی مال کی کر سکتے ہو اور یہ بھی بہت ہے۔ اگر تم اپنے وارثوں کو اپنے پیچھے مالدار چھوڑو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ انہیں

---

(۱) [**صحیح** : صحیح ترمذی (۱۹۷۱) ابواب صفة القيامة والرقاق والورع : باب ما جآء في شأن الحساب والقصاص' ترمذی (۲٤۱۸) الصحيحة (۸٤۵)]

(۲) [أحكام الجنائز (ص/۱۲)]

(۳) [بخاری (۲۷۳۸) كتاب الوصايا : باب الوصايا ' مسلم (۱٦۲۷) مؤطا (۷٦۱/۲) أبو داود (۲۸٦۲) ترمذی (۹۷٤) نسائی (۳٦۱۵)...

محتاج چھوڑو کہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔''(۱)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

﴿ وَدِدتُ أَنَّ النَّاسَ غَضُّوا مِنَ الثُّلُثِ إِلَى الرُّبُعِ فِي الْوَصِيَّةِ لِأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : الثُّلُثُ كَثِيرٌ ﴾ ''مجھے یہ پسند ہے کہ لوگ وصیت میں ثلث سے ربع کی طرف مائل ہو جائیں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ثلث کو بھی بہت زیادہ قرار دیا ہے۔''(۲)

(البانیؒ) ثلث مال سے زائد کی وصیت کرنا جائز نہیں بلکہ افضل یہ ہے کہ اس سے بھی کم مال کی وصیت کرے۔(۳)

ورثاء کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں

حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ إِنَّ اللَّهَ أَعْطَى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ فَلا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر حق والے کو اس کا حق عطا کر دیا ہے لہٰذا کسی وارث کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں۔''(٤)

ایسے رشتہ دار جو وارث نہیں بنتے ان کے لیے وصیت کرنا

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ، حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ﴾ [البقرة : ۱۸۰]

''تم پر فرض کر دیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کوئی مرنے لگے اور مال چھوڑ جاتا ہو تو اپنے ماں باپ اور قرابت داروں کے لیے اچھائی کے ساتھ وصیت کر جائے، پرہیزگاروں پر یہ حق اور ثابت ہے۔''

اس آیت میں موجود والدین کے لیے وصیت کا حکم آیت مواریث کے نزول سے پہلے کا ہے، اب یہ منسوخ ہو چکا ہے جیسا کہ اس بات کی مزید وضاحت گزشتہ مسئلہ میں موجود حدیث میں بھی ہے۔ البتہ ورثاء کے علاوہ دیگر

---

(۱) [بخاری (۲۷٤۲) كتاب الوصايا : باب أن يترك ورثته أغنياء خير من أن يتكففوا الناس، مسلم (۱٦۲۸) كتاب الوصية : باب الوصية بالثلث، أبو داود (۲۸٦٤) كتاب الوصايا : باب ما جاء في ما لا يجوز للموصي في ماله، ترمذي (۲۱۱٦) كتاب الوصايا : باب ما جاء في الوصية بالثلث، ابن ماجة (۲۷۰۸)]

(۲) [أحمد (۲۰۲۹، ۲۰۷٦) بيهقي (۲٦۹/٦) أحكام الجنائز للألباني (ص/١٤)]

(۳) [أحكام الجنائز وبدعها (ص/ ١٤)]

(٤) [**حسن** : صحيح أبو داود (۲٤۹٤) كتاب الوصايا : باب ما جآء في الوصية للوارث، أبو داود (۲۸۷۰) دارمي (۳۱۲۸) أحمد (۱۷۰۰٤)]

رشتہ داروں کے لیے وصیت کا حکم پہلے کی طرح ہی برقرار ہے۔لہٰذا ایسے رشتہ داروں کے لیے وصیت کرنا جائز ہے جو وارث نہ بنتے ہوں۔

وصیت میں ورثاء کو نقصان پہنچانا جائز نہیں

مثلاً وصیت میں بعض ورثاء کو بعض دوسرے ورثاء پر فضیلت دے دینا یا بعض کو وراثت سے محروم کر دینا وغیرہ۔ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿مِنۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ يُّوصٰى بِهَآ اَوۡ دَيۡنٍ غَيۡرَ مُضَآرٍّ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَلِيۡمٌ﴾ [النساء : ۱۲]

''اس وصیت کے بعد جو کی جائے اور قرض کے بعد جب کہ اوروں کا نقصان نہ کیا گیا ہو۔یہ مقرر کیا ہوا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اللہ تعالیٰ دانا اور بردبار ہے۔''

حدیث نبوی ہے کہ

﴿ لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ ' مَنْ ضَارَّ ضَارَّهُ اللّٰهُ ' وَمَنْ شَاقَّ شَاقَّهُ اللّٰهُ ﴾

''نہ نقصان اٹھاؤ اور نہ کسی کو نقصان میں مبتلا کرو۔جس نے کسی کو نقصان پہنچایا اللہ تعالیٰ اسے نقصان پہنچائیں گے اور جس نے کسی کو مشقت میں ڈالا اللہ تعالیٰ اسے مشقت میں ڈالیں گے۔'' (۱)

اہل وعیال کو وفات کے وقت رونے سے روکے

کیونکہ اگر یہ شخص نہیں روکے گا تو وفات کے بعد گھر والوں کے رونے کی وجہ سے اسے عذاب دیا جائے گا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ﴿ إِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ ﴾ ''بے شک میت کو اس کے گھر والوں کے اس پر رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۔'' (۲)

اس رونے سے مراد ایسا رونا ہے جو نوحہ کی صورت میں ہو البتہ مجرد آنسو بہہ جانے میں کوئی حرج نہیں۔اس مسئلے کا مفصل بیان آئندہ باب ''فوت شدہ شخص کے متعلق احکام کا بیان'' میں آرہا ہے۔

---

(۱) [حسن : أحكام الجنائز وبدعها (ص / ۱٦) إرواء الغليل (۸۸۸) دارقطني (۵۲۲) حاكم (۲/۵۷۔۵۸) امام نوویؒ (اربعین میں) اور امام ابن تیمیہؒ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔[مجموع الفتاوی (۳/۲٦۲)]

(۲) [بخاری (۱۲۹۲) كتاب الجنائز : باب ما يكره من النياحة على الميت' مسلم (۹۳۲) كتاب الجنائز : باب الميت يعذب ببكاء أهله عليه' ترمذی (۱۰۰٤) كتاب الجنائز : باب ما جاء في الرخصة في البكاء على الميت' ابن ماجة (۱۵۹۵) كتاب الجنائز : باب ما جاء في الميت يعذب بما نيح عليه' نسائی (۲۰۷۵) وفي السنن الكبرى (۱۹۸۲) ابن حبان (۳۱۲۳) بیہقی (٤/۷۲)]

ورثاء کو اپنی تجہیز و تکفین میں سنت اپنانے کی وصیت کرے

کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَیْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ﴾ [التحریم: ٦]

''اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچالو جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں' اس پر بہت سخت فرشتے مقرر ہیں' اللہ تعالیٰ جو انہیں حکم دیتا ہے وہ اس میں اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہ وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔''

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام بھی اپنے ورثاء کو یہی وصیت کیا کرتے تھے جیسا کہ چند ایک آثار حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت کی کہ

﴿ إِذَا أَنَا مِتُّ فَلَا تُؤْذِنُوا بِي أَحَدًا ' فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَكُونَ نَعْيًا ' وَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَنْهَى عَنِ النَّعْيِ ﴾

''اگر میں فوت ہو جاؤں تو کسی کو میری وفات کی اطلاع مت دینا مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہ نعی نہ ہو اور بلاشبہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ نعی (جاہلیت کے طریقے پر اعلانِ وفات) سے منع فرماتے تھے۔'' (۱)

(2) حضرت سعد بن ابی وقاص کے بیٹے عامر بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد نے مرضِ وفات میں کہا:

﴿ اَلْحِدُوا لِي لَحْدًا وَانْصِبُوا عَلَيَّ اللَّبِنَ نَصْبًا كَمَا صُنِعَ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ ﴾

''میرے لیے لحد (بغلی قبر) بنانا اور مجھ پر کچی اینٹیں نصب کرنا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیا گیا۔'' (۲)

(3) ابو بردہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے وفات کے وقت یہ وصیت کی:

﴿ إِذَا انْطَلَقْتُمْ بِجَنَازَتِي فَأَسْرِعُوا بِيَ الْمَشْيَ ' وَلَا تُتْبِعُونِي بِمِجْمَرٍ ' وَلَا تَجْعَلُنَّ عَلَى لَحْدِي شَيْئًا يَحُولُ بَيْنِي وَبَيْنَ التُّرَابِ ' وَلَا تَجْعَلُنَّ عَلَى قَبْرِي بِنَاءً ' وَأُشْهِدُكُمْ أَنِّي بَرِيءٌ مِنْ كُلِّ حَالِقَةٍ ' أَوْ سَالِقَةٍ ' أَوْ خَارِقَةٍ ' قَالُوا سَمِعْتَ فِيهِ شَيْئًا ؟ قَالَ : نَعَمْ ' مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ﴾

---

(۱) [**صحیح**: صحیح ترمذی' ترمذی (۹۸٦) کتاب الجنائز: باب ما جاء فی کراهیة النعی' أحکام الجنائز وبدعها (ص/ ۱۸)]

(۲) [**صحیح**: صحیح ابن ماجة (۱۲٦۳) کتاب الجنائز: باب ما جاء فی استحباب اللحد' ابن ماجة (۱۵۵٦) مسلم (۹٦٦) کتاب الجنائز: باب فی اللحد ونصب اللبن' نسائی (۲۰۰۷) کتاب الجنائز: باب اللحد والشق' مسند احمد (۱٦۰۲) بیهقی (۳/۴۰۷)]

''جب تم میرا جنازہ لے کر چلو تو جلدی کرنا' میرے پیچھے آگ مت لے کر چلنا' میری لحد (یعنی بغلی قبر) پر کوئی ایسی چیز نہ رکھنا جو میرے اور مٹی کے درمیان حائل ہو' میری قبر پر عمارت مت بنانا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں ہر مصیبت کے وقت اونچی آواز نکالنے والی' پریشانی کے وقت اپنے سر کے بال منڈوانے والی اور آفت کے وقت اپنے کپڑے پھاڑنے والی عورت سے بری ہوں۔ لوگوں نے کہا آپ نے اس بارے میں (رسول اللہ ﷺ) سے کچھ سنا ہے؟ انہوں نے کہا' ہاں (میں نے) رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔''(۱)

کیا قریب المرگ شخص کے پاس سورۂ یٰس کی قراءت کرنا ثابت ہے؟

کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں کہ قریب المرگ شخص کے قریب سورۂ یٰس کی قراءت کرنی چاہیے اور جن روایات میں یہ بات موجود ہے وہ ضعیف ہونے کی وجہ سے ناقابل حجت ہیں جیسا کہ چند ایک مندرجہ ذیل ہیں:

(1) حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿ اقْرَأُوا علىٰ موتاكم يٰسٓ ﴾ ''اپنے مرنے والوں کے قریب سورۂ یٰس پڑھا کرو۔''(۲)

(دارقطنیؒ) یہ روایت ضعیف ہے' مجہول المتن ہے اور اس مسئلے میں کوئی روایت بھی صحیح نہیں۔(۳)

(2) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ مَا مِن مَيِّتٍ يَموتُ فَيقرأُ عِندهُ (يٰسٓ) إلا هَوَّنَ اللّٰهُ عَلَيهِ ﴾

''جس مردے پر سورۂ یٰس کی تلاوت کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ اس پر آسانی فرما دیتے ہیں۔''(۴)

(البانیؒ) میت کے قریب سورۂ یٰس پڑھنے کی کوئی روایت صحیح نہیں۔(۵)

(ابن بازؒ) قریب المرگ شخص کے پاس سورۂ یٰس کی قراءت مستحب نہیں۔(۶)

---

(۱) [**حسن** : أحكام الجنائز وبدعها (ص / ۱۸) احمد (۳۹۷/٤) بيهقي (۳۹۵/۳)]

(۲) [**ضعيف** : ضعيف أبو داود (٦۸۳) كتاب الجنائز: باب القراءة على الميت' المشكاة (۱٦۲۲) إرواء الغليل (٦۸۸) ضعيف الجامع (۱۰۷۲) أبو داود (۳۱۲۱) ابن ماجة (۱٤٤۸) ابن أبي شيبة (۲۷۳/۳) نسائي في عمل اليوم والليلة (۱۰۷٤) أحمد (۲٦/٥) حاكم (٥٦٥/۱) بيهقي (۳۸۳/۳) شرح السنة (۲۱٦/۳) اس کی سند میں ابوعثمان اور اس کا والد دونوں راوی ضعیف ہیں۔ [هداية الرواة (۱۸۸/۲)]

(۳) [تلخيص الحبير (۲٤٥/۲)]

(٤) [أخبار أصبهان لأبي نعيم (۱۸۸/۱)] اس کی سند میں مروان بن سالم راوی ثقہ نہیں ہے۔ [ميزان الإعتدال (۹۰/٤) المجروحين (۱۳/۳)]

(٥) [أحكام الجنائز (ص/ ۲۰)]

(٦) [مجموع فتاوى لابن باز (۹٤/۱۳)]

باب علامات حسن الخاتمة — حُسنِ خاتمہ کی علامات کا بیان

1- وفات کے وقت کلمہ شہادت پڑھنا

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ ﴾

''جس کا آخری کلام '' لا إله إلا الله'' ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا۔''(۱)

2- وفات کے وقت پیشانی پر پسینہ نمودار ہونا

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَوْتُ الْمُؤْمِنِ بِعَرَقِ الْجَبِيْنِ ﴾ ''مومن کی موت پیشانی کے پسینے کے ساتھ ہوتی ہے۔''(۲)

3- جمعہ کی رات یا دن میں فوت ہونا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَوْ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ إِلَّا وَقَاهُ اللّٰهُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ ﴾

''جو بھی مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو فوت ہوگا اللہ تعالیٰ اسے قبر کے فتنے سے بچالیں گے۔''(۳)

4- میدانِ قتال میں شہادت کی موت حاصل کرنا

(1) ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ فَرِحِيْنَ بِمَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

---

(۱) [صحیح : صحیح أبو داود (۲٦۷۳) كتاب الجنائز : باب في التلقين' أبو داود (۳۱۱٦) أحمد (۲۳۳/٥) حاكم (۳٥۱/۱)]

(۲) [صحیح : أحكام الجنائز (ص/٤۹) ترمذی (۹۸۲) كتاب الجنائز : باب ما جاء أن المومن يموت بعرق الجبين' نسائی (۱۸۲۹) ابن ماجة (۱٤٥۲) أحمد (۳٥۰/٥) حاكم (۳٦۱/۱) ابن حبان (۳۰۱۱) أبو نعيم في الحلية (۲۲۳/۹)]

(۳) [حسن صحیح : أحكام الجنائز (ص/٥۰) أحمد (٦٥۸۲) ترمذی (۱۰۷٤) كتاب الجنائز : باب ما جاء فيمن مات يوم الجمعة' تحفة الأشراف (۲۸۸/٦)]

یَحْزَنُوْنَ ٥ یَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ ...... ﴾ [آل عمران: ۱۶۹-۱۷۱]

''جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کیے گئے ہیں ان کو ہرگز مردہ نہ سمجھیں بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس رزق دیے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل جو انہیں دے رکھا ہے اس سے بہت خوش ہیں اور خوشیاں منا رہے ہیں ان لوگوں کی بابت جو اب تک ان سے نہیں ملے ان کے پیچھے ہیں یوں کہ ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ وہ خوش ہیں اللہ کی نعمت اور فضل سے اور اس سے بھی کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے اجر کو برباد نہیں کرتا۔''

(2) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ يُغْفَرُ لِلشَّهِيدِ كُلُّ ذَنْبٍ إِلَّا الدَّيْنَ ...... ﴾ ''اللہ تعالیٰ قرض کے علاوہ شہید کے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔ اور دوسری روایت میں فرمایا کہ اللہ کے راستے میں قتل ہونا قرض کے علاوہ ہر چیز کا کفارہ بن جاتا ہے۔''(۱)

(3) حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لِلشَّهِيدِ عِنْدَ اللّٰهِ سِتُّ خِصَالٍ يُغْفَرُ لَهُ فِي أَوَّلِ دَفْعَةٍ مِنْ دَمِهِ وَيُرٰى ...... ﴾

''اللہ کے ہاں شہید کے چھ اعزاز ہوتے ہیں (اور وہ یہ ہیں): پہلے ہی لمحہ اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور اس کو جنت میں اس کا ٹھکانہ دکھا دیا جاتا ہے۔ عذابِ قبر سے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ قیامت کی مصیبت سے محفوظ رہتا ہے۔ اس کے سر پر عزت اور وقار کا تاج رکھا جاتا ہے جس کا صرف ایک ہی یاقوت دنیا اور اس میں جو ہے سب سے قیمتی ہے۔ گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والی بہتر (72) حوروں سے اس کی شادی کر دی جاتی ہے۔ اس کے ستر (70) رشتہ داروں کے بارے میں اس کی سفارش قبول کی جاتی ہے۔''(۲)

5- فی سبیل اللہ غزوہ کے لیے نکلے ہوئے طبعی موت سے وفات پا جانا

(1) ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ ﴾ [النساء: ۱۰۰]

''جو کوئی اپنے گھر سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نکل کھڑا ہوا پھر اسے موت نے آ لیا تو بھی

---

(۱) [مسلم (۱۸۸۶) كتاب الإمارة: باب من قتل في سبيل الله كفرت خطاياه إلا الدين' احمد (۷۰۷۱) تحفة الأشراف (۸۸۵۸)]

(۲) [**صحيح**: صحيح الترغيب (۱۳۷۵) كتاب الجهاد: باب الترغيب في الشهادة وما جاء في فضل الشهداء' ترمذي (۱۶۶۳) كتاب فضائل الجهاد: باب في ثواب الشهيد' ابن ماجة (۲۷۹۹) كتاب الجهاد: باب فضل الشهادة في سبيل الله' احمد (۱۳۱/۴)]

یقیناً اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمے ثابت ہو گیا۔''

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ سے) دریافت فرمایا کہ تم اپنے ساتھیوں میں سے شہید کسے شمار کرتے ہو؟ صحابہ کرام نے جواب دیا اے اللہ کے رسول! جو اللہ کے راستے میں قتل کر دیا جائے وہ شہید ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تب تو میری امت کے شہدا کی تعداد بہت کم ہوگی۔ صحابہ کرام نے عرض کیا تو پھر اے اللہ کے رسول! شہدا کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿مَنْ قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِيدٌ، وَمَنْ مَاتَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِيدٌ﴾

''جو اللہ کے راستے میں قتل کر دیا گیا وہ شہید ہے اور جو اللہ کے راستے میں طبعی موت مر گیا وہ بھی شہید ہے۔'' (١)

6- طاعون کے مرض سے موت آنا

(1) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿اَلطَّاعُونُ شَهَادَةٌ لِكُلِّ مُسْلِمٍ﴾ ''طاعون ہر مسلمان کے لیے شہادت ہے۔'' (٢)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے متعلق پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿أَنَّهُ كَانَ عَذَابًا يَبْعَثُهُ اللّٰهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ، فَجَعَلَهَا اللّٰهُ رَحْمَةً لِلْمُؤْمِنِينَ، فَلَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يَقَعُ الطَّاعُونُ فَيَمْكُثُ فِي بَلَدِهِ صَابِرًا يَعْلَمُ أَنَّهُ لَنْ يُصِيبَهُ إِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ إِلَّا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ الشَّهِيدِ﴾

''یہ ایک عذاب تھا اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا اس پر اسے بھیجتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے مومنین کے لیے رحمت بنا دیا۔ اب کوئی بھی اللہ کا بندہ اگر صبر کے ساتھ اس شہر میں ٹھہرا رہے جہاں طاعون کی وبا پھیل گئی ہو اور وہ یقین رکھے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے لکھ دیا ہے اس کے سوا اس کو اور کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا اور پھر طاعون میں اس کا انتقال ہو جائے تو اسے شہید جیسا ثواب ملے گا۔'' (٣)

7- پیٹ کی بیماری سے موت آنا

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

(١) [مسلم (١٩١٥) كتاب الإمارة: باب بيان الشهداء، ابن ماجه (٢٨٠٤) كتاب الجهاد: باب ما يرجى فيه الشهادة، أحمد (١٠٧٧٦)، ابن حبان (٣١٨٦)، عبد الرزاق (٩٥٧٤)]

(٢) [بخاري (٢٨٣٠) كتاب الجهاد والسير: باب الشهادة سبع سوى القتل، مسلم (١٩١٦) كتاب الإمارة: باب بيان الشهداء، تحفة الأشراف (١٧٢٨)]

(٣) [بخاري (٥٧٣٤) كتاب الطب: باب أجر الصابر في الطاعون]

﴿ مَن مَاتَ فِي الْبَطْنِ فَهُوَ شَهِيدٌ ﴾ ''جو پیٹ کی بیماری کی وجہ سے فوت ہوا وہ شہید ہے۔'' (۱)

(2) حضرت عبداللہ بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ اور خالد بن عرفطہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا:

﴿ أَلَم يَقُل رسولُ اللّٰهِ ﷺ : مَن يَقتُله بطنُهُ فَلَنْ يُعذَّبَ فِي قبره ؟ فقالَ الآخرُ : بلىٰ وفي رواية ' صَدَقْتَ ﴾ ''کیا رسول اللہ ﷺ نے نہیں فرمایا ہے کہ جسے اس کا پیٹ قتل کر دے اسے قبر میں ہرگز عذاب نہیں دیا جائے گا؟ دوسرے نے کہا' کیوں نہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ (دوسرے نے کہا) تو نے سچ کہا ہے۔'' (۲)

8- غرق ہو کر یا ملبے کے نیچے دب کر موت آنا

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''شہید پانچ قسم کے ہوتے ہیں۔ طاعون میں ہلاک ہونے والا' پیٹ کی بیماری میں ہلاک ہونے والا ﴿ وَالْغَرَقُ ' وَصَاحِبُ الْهَدَمِ ﴾ ''ڈوب کر مرنے والا' ملبے وغیرہ کے نیچے دب کر مر جانے والا'' اور اللہ کے راستے میں شہادت پانے والا۔'' (۳)

9- جل کر' پہلو کے درد (یعنی فالج) سے اور عورت کو دورانِ حمل موت آنا

(1) حضرت جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ کے راستے میں قتل کے سوا سات اور بھی شہید ہیں: طاعون کے مرض سے ہلاک ہونے والا' غرق ہو کر' ﴿ صَاحِبُ ذَاتِ الْجَنبِ ﴾ ''پہلو کے درد سے'' پیٹ کے مرض سے' ﴿ وَالْحَرِقُ ﴾ ''جل کر'' کسی ملبے کے نیچے دب کر اور ﴿ وَالْمَرْأَةُ تَمُوتُ بِجُمْعٍ ﴾ ''ایسی عورت جو دورانِ حمل فوت ہو جائے'' شہید ہے۔'' (٤)

---

(۱) [مسلم (۱۹۱۵) کتاب الإمارة : باب بیان الشهداء' ابن ماجة (۲۸۰٤)]

(۲) [**صحیح** : أحکام الجنائز وبدعها (ص / ۵۳) صحیح نسائی (۱۹۳۹) نسائی (۲۰۵٤) کتاب الجنائز : باب من قتله بطنه' ترمذی (۱۰٦٤) کتاب الجنائز : باب ما جاء في الشهداء من هم' ابن حبان (۷۲۸۔ الموارد) احمد (٤ / ٢٦٢) طیالسی (۱۲۸۸)]

(۳) [بخاری (۲۸۲۹) کتاب الجهاد : باب الشهادة سبع سوى القتل' مسلم (۱۹۱٤) کتاب الإمارة : باب بیان الشهداء' ترمذی (۱۰۵۸) ابن ماجه (۳٦۸۲) حمیدی (۱۱۳٤) شرح السنة للبغوی (۳۸٤)]

(٤) [**صحیح** : هدایة الرواة (۲/۱٦۷)' (۱۵۰۵) ابو داود (۳۱۱۱) کتاب الجنائز : باب في فضل من مات في الطاعون' ابن ماجة (۲۸۰۳) کتاب الجهاد : باب ما یرجی فیه الشهادة' نسائی فی السنن الکبری (۷۵۲۹) موطا (۱/۲۳۳) أحکام الجنائز للألباني (ص / ۵٤۔۵۵) امام حاکمؒ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔]

(2) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ الْمَيِّتُ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ شَهِيدٌ ﴾ ''پہلو کے درد یعنی فالج سے مرنے والا شہید ہے۔''(۱)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ وَالْمَرْأَةُ يَقْتُلُهَا وَلَدُهَا جَمْعَاءَ شَهَادَةٌ ﴾ ''عورت کا دورانِ حمل فوت ہونا بھی شہادت ہے۔''(۲)

10- سل کی بیماری سے موت آنا

جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ وَالسِّلُّ شَهَادَةٌ ﴾ ''اور سل (یعنی ٹی بی کے مرض) کے باعث موت آنا شہادت ہے۔''(۳)

11- اپنی جان' مال' دین' اہل وعیال اور عزت کے دفاع میں موت آنا

(1) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ ﴾ ''جو شخص اپنے مال کی حفاظت میں قتل کر دیا گیا وہ شہید ہے۔''(۴)

(2) حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ أَهْلِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ دِينِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ دَمِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ ﴾

''جو شخص اپنے مال کی حفاظت میں قتل کر دیا گیا وہ شہید ہے' جو اپنے اہل وعیال کے دفاع میں قتل کر دیا گیا وہ شہید ہے' جو اپنا دین بچاتے ہوئے قتل کر دیا گیا وہ شہید ہے اور جو اپنی جان بچاتے ہوئے قتل کر دیا گیا وہ شہید ہے۔(۵)

(3) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

---

(۱) [حسن : أحكام الجنائز وبدعها (ص / ٥٥) احمد (١٥٧/٤)]

(۲) [صحيح : أحكام الجنائز وبدعها (ص / ٥٤) دارمي (٢٠٨/٢) طيالسي (٥٨٢) احمد (٢٠١/٤) تاريخ ابن عساكر (٤٣٦/٨)]

(۳) [صحيح : أحكام الجنائز (ص/٥٥) أخبار أصبهان (٢١٧/١ـ٢١٨) مجمع الزوائد (٣١٧/٢)]

(۴) [بخاري (٢٤٨٠) كتاب المظالم والغصب : باب من قاتل دون ماله' مسلم (١٤١) كتاب الإيمان : باب الدليل على أن من قصد أخذ مال غيره بغير حق' تحفة الأشراف (٨٦١١) احمد (٦٥٣٣)]

(۵) [صحيح : أحكام الجنائز (ص/٥٧) صحيح أبو داود (٣٩٩٣) كتاب السنة : باب في قتال اللصوص' أبو داود (٤٧٧٢)]

﴿ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! أَرَأَيْتَ إِنْ جَاءَ رَجُلٌ يُرِيدُ أَخْذَ مَالِي ؟ قَالَ : فَلَا تُعْطِهِ مَالَكَ ' قَالَ : أَرَأَيْتَ إِنْ قَاتَلَنِي ؟ قَالَ : قَاتِلْهُ ' قَالَ : أَرَأَيْتَ إِنْ قَتَلَنِي ؟ قَالَ : فَأَنْتَ شَهِيدٌ ' قَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ قَتَلْتُهُ ؟ قَالَ : هُوَ فِي النَّارِ ﴾

''ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا اے اللہ کے رسول! مجھے بتائیے اگر کوئی آدمی میرا مال چھیننا چاہے (تو میں کیا کروں)؟ آپ ﷺ نے فرمایا' تو اسے اپنا مال مت دے۔ اس نے کہا مجھے بتائیے اگر وہ مجھ سے لڑائی کرے؟ آپ ﷺ نے فرمایا' تو تم بھی اس سے لڑو۔ اس نے کہا مجھے بتائیے اگر وہ مجھے قتل کر دے؟ آپ ﷺ نے فرمایا' تو تم شہید ہو۔ اس نے کہا مجھے بتائیے اگر میں اسے قتل کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا' تو وہ جہنم میں جائے گا۔''(۱)

12- پہرے کی حالت میں موت آنا

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ رِبَاطُ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ خَيْرٌ مِّنْ صِيَامِ شَهْرٍ وَقِيَامِهِ وَإِنْ مَاتَ جَرَى عَلَيْهِ عَمَلُهُ الَّذِي كَانَ يَعْمَلُهُ وَأُجْرِيَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ وَأَمِنَ الْفَتَّانَ ﴾

''ایک دن اور رات پہرہ دینا ایک ماہ کے روزے اور اس کے قیام سے بہتر ہے اور اگر وہ شخص (پہرے کی حالت میں) فوت ہو جائے تو اس کا وہ عمل جسے وہ کیا کرتا تھا اس پر جاری ہو جاتا ہے اور اس کا رزق بھی اس کے لیے جاری کر دیا جاتا ہے اور وہ فتنے میں ڈالنے والے (فرشتوں یعنی منکر نکیر) سے بھی محفوظ کر دیا جاتا ہے۔''

طبرانی کی روایت میں یہ لفظ زائد ہیں ﴿ وَيُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَهِيدًا ﴾ ''اور روزِ قیامت اسے شہید (کے درجے پر) اٹھایا جائے گا۔''(۲)

13- کسی بھی نیک عمل پر موت آنا

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) [مسلم (۱٤۰) کتاب الإيمان: باب الدليل على أن من قصد أخذ مال غيره بغير حق' نسائی (۱۷۳/۲) احمد (۳۳۹/۲)]

(۲) [مسلم (۱۹۱۳) کتاب الإمارة: باب فضل الرباط في سبيل الله عز وجل' ترمذی (۱٦٦۵) کتاب فضائل الجهاد: باب ما جاء في فضل المرابط' نسائی (۳۱٦۷) وفي السنن الكبرى (٤۳۷۵) حاکم (۲٤۲۳/۲) طبرانی کبیر (٦۰۷۷) شرح السنة للبغوی (۲٦۱۷) بیہقی (۳۸/۹)]

﴿ مَن قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ خُتِمَ لَهُ بِهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ ' وَمَنْ صَامَ يَوْمًا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ خُتِمَ لَهُ بِهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ ' وَمَنْ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ خُتِمَ لَهُ بِهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ ﴾

''جس شخص نے رضائے الٰہی کے لیے کلمہ لا الہ الا اللہ کہا پھر اسی کے ساتھ اس کا خاتمہ کر دیا گیا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور جس نے رضائے الٰہی کے لیے ایک دن روزہ رکھا پھر اسی کے ساتھ اس کا خاتمہ کر دیا گیا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور جس نے رضائے الٰہی کی خاطر کوئی چیز صدقہ کی پھر اسی کے ساتھ اس کا خاتمہ کر دیا گیا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔'' (۱)

14- لوگوں کا میت کی تعریف کرنا

(1) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو لوگوں نے اس کی تعریف کی۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا ﴿ وَجَبَتْ ﴾ ''واجب ہوگئی۔'' اسی طرح پھر ایک جنازہ گزرا تو لوگوں نے اس کی برائی بیان کی۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ پھر فرمایا ﴿ وَجَبَتْ ﴾ ''واجب ہوگئی۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دریافت کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

﴿ مَنْ أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ ' وَمَنْ أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرًّا وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ ﴾

''جس شخص کی تم لوگوں نے اچھی تعریف کی ہے اس کے لیے جنت واجب ہوگئی اور جس کی تم نے بری تعریف کی ہے اس کے لیے آگ واجب ہوگئی۔'' (۲)

(2) ابوالاسود دیلی بیان کرتے ہیں کہ

﴿ قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ ' وَقَدْ وَقَعَ بِهَا مَرَضٌ ' فَجَلَسْتُ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَمَرَّتْ بِهِمْ جَنَازَةٌ فَأُثْنِيَ عَلَى صَاحِبِهَا خَيْرًا ' فَقَالَ عُمَرُ : وَجَبَتْ ' ثُمَّ مُرَّ بِأُخْرَى فَأُثْنِيَ عَلَى صَاحِبِهَا خَيْرًا ' فَقَالَ عُمَرُ : وَجَبَتْ ' ثُمَّ مُرَّ بِالثَّالِثَةِ فَأُثْنِيَ عَلَى صَاحِبِهَا شَرًّا ' فَقَالَ : وَجَبَتْ ' فَقَالَ أَبُو الْأَسْوَدِ : فَقُلْتُ : وَمَا وَجَبَتْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ؟ قَالَ : قُلْتُ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : أَيُّمَا مُسْلِمٍ شَهِدَ لَهُ أَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ

---

(۱) [**صحیح**: [illegible]]

(۲) [مسلم (۹٤۹) كتاب الجنائز: [illegible]، حاكم [illegible] (۲/۷٦) أحمد (۳/۱۷۹) [illegible] بخاري [illegible] شرح السنة للبغوي (۱۵۰۳) بيهقي (٤/۷۵) [illegible] ابن حبان [illegible]]

الْجَنَّةَ ' فَقُلْنَا : وَثَلاثَةٌ ؟ قَالَ : وَثَلاثَةٌ ' فَقُلْنَا : وَاثْنَانِ ؟ قَالَ : وَاثْنَانِ ' ثُمَّ لَمْ نَسْأَلْهُ عَنِ الْوَاحِدِ ﴾

''میں مدینہ حاضر ہوا۔ان دنوں وہاں ایک بیماری پھیل رہی تھی۔ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک جنازہ سامنے سے گزرا۔لوگ اس میت کی تعریف کرنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ واجب ہوگئی۔ پھر ایک اور جنازہ گزرا' لوگ اس کی بھی تعریف کرنے لگے۔اس مرتبہ بھی آپ رضی اللہ عنہ نے وہی فرمایا کہ واجب ہوگئی۔ پھر تیسرا جنازہ نکلا' لوگ اس کی برائی کرنے لگے اور آپ رضی اللہ عنہ نے پھر وہی فرمایا کہ واجب ہوگئی۔ ابو الاسود دیلمی بیان کرتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا کہ اے امیر المومنین کیا چیز واجب ہوگئی؟ انہوں نے فرمایا کہ میں نے اس وقت وہی کہا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ

''جس مسلمان کی اچھائی پر چار شخص گواہی دے دیں اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔''

ہم نے عرض کیا اور اگر تین گواہی دیں؟ آپ نے فرمایا کہ تین پر بھی۔ پھر ہم نے پوچھا کہ اگر دو مسلمان گواہی دیں؟ آپ نے فرمایا کہ دو پر بھی۔ پھر ہم نے یہ نہیں پوچھا کہ اگر ایک مسلمان گواہی دے تو کیا؟ ۔'' (۱)

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ ﴾ ''(اے مومنو!) تم زمین میں اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو۔'' (۲)

---

(۱) [بخاری (۱۳۶۸) کتاب الجنائز : باب ثناء الناس علی المیت' ترمذی (۱۰۵۹) کتاب الجنائز : باب ما جاء فی الثناء الحسن علی المیت' نسائی (۱۹۳۴) کتاب الجنائز : باب الثناء' احمد (۱/ ۲۱-۳۰)]

(۲) [**صحیح** : صحیح ترمذی' ترمذی (۱۰۵۸) کتاب الجنائز : باب ما جاء فی الثناء الحسن علی المیت' احمد (۱۷۹/۳)]

باب أحکام المیت — فوت شدہ شخص کے متعلق احکام کا بیان

وفات کے بعد میت کی آنکھیں بند کرنا

(1) حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ إذا حضرتم موتاكم **فأغمضوا البصر** فإنّ البصر يتبع الرّوح وقولوا خيرًا فإنّه يؤمّن على ما قال أهلُ البيت ﴾

''جب تم اپنے مردوں کے پاس حاضر ہو تو ان کی آنکھیں بند کر دیا کرو بے شک نظر روح کا پیچھا کرتی ہے اور اچھی بات کہو کیونکہ (میت کے) گھر والوں کی کہی ہوئی بات پر آمین کہی جاتی ہے۔''(۱)

(2) حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿ دخل رَسولُ اللهِ ﷺ علىٰ أبي سَلمةَ وقد شقّ بصرُه ، **فأغمضه** ، ثم قال إنّ الرُّوحَ إذا قُبضَ تَبعه البَصرُ ﴾

''نبی کریم ﷺ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت تشریف لائے تو اس وقت اُن کی آنکھ کھلی تھی تو آپ ﷺ نے اسے بند کر دیا پھر فرمایا' بلاشبہ جب روح قبض کر لی جاتی ہے تو نظر اس کا پیچھا کرتی ہے۔''(۲)

(شوکانیؒ) اس سے ثابت ہوا کہ میت کی آنکھیں بند کرنا مشروع ہے۔(۳)

(نوویؒ) اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔(٤)

میت کے لیے دعا کرنا

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی

---

(۱) [حسن : صحیح ابن ماجة (۱۱۹۰) الروض النضير (۱۱۹۱) ابن ماجة (۱٤٥٥) كتاب ما جاء في الجنائز : باب ما جاء في تغميض الميت' أحمد (٤/ ۱۲٥) حاكم (۱/ ۳٥۲)] امام حاکمؒ نے اسے صحیح کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے ان کی موافقت کی ہے۔ حافظ بوصیریؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [مصباح الزجاجة (۱/ ٤۷۰)]

(۲) [مسلم (۹۲۰) كتاب الجنائز : باب في إغماض الميت والدعاء له إذا حضر' أبو داود (۳۱۱۸) كتاب الجنائز : باب تغميض الميت' ابن ماجة (۱٤٥٤) كتاب الجنائز : باب ما جاء في تغميض الميت' ابن حبان (۷۰٤۱) طبراني كبير (۲۳/ ۷۱۲) شرح السنة للبغوي (۱٤٦۸) ترمذي (۹۷۷) بيهقي (۳/ ۳۸٤)]

(۳) [نيل الأوطار (۲/ ٦٦۹)]

(٤) [شرح مسلم للنووي (۳/ ٤۹۳)]

وفات پر تشریف لائے اور ان کی آنکھیں بند کیں تو پھر یہ دعا فرمائی:

﴿ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأَبِيْ سَلَمَةَ ، وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ فِي الْمَهْدِيِّيْنَ ، وَاخْلُفْهُ فِي عَقِبِهِ فِي الْغَابِرِيْنَ ، وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهُ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ ، وَافْسَحْ لَهُ فِي قَبْرِهِ ، وَنَوِّرْ لَهُ فِيْهِ ﴾

''اے اللہ! ابوسلمہ کو بخش دے اس کے درجہ کو ہدایت یافتہ لوگوں میں بلند فرما اس کے باقی ماندہ لوگوں کی نگرانی فرما اے جہانوں کے پروردگار! ہمیں اور اسے بخش دے اس کی قبر اس کے لیے کشادہ اور منور فرما دے۔'' (١)

فوت شدہ کو کسی کپڑے سے ڈھانپنا مسنون ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حِيْنَ تُوُفِّيَ سُجِّيَ بِبُرْدٍ حِبَرَةٍ ﴾

''نبی کریم ﷺ جب فوت ہوئے تو آپ ﷺ کو دھاری دار چادر سے ڈھانپ دیا گیا۔'' (٢)

(نووی) اس حدیث سے پتہ چلا کہ میت کو (کسی چادر وغیرہ کے ساتھ) ڈھانپنا مستحب ہے اور اس پر اجماع ہو چکا ہے۔

(اصحاب شافعی) جس کپڑے کے ساتھ میت کو ڈھانپا گیا ہے اس کا ایک کنارہ میت کے سر کے نیچے اور دوسرا کنارہ اس کے قدموں کے نیچے لپیٹ دیا جائے تا کہ اس کا کوئی حصہ ظاہر نہ ہو سکے۔ مزید فرماتے ہیں کہ میت کو اُس وقت ڈھانپا جائے گا جب اس کے وہ کپڑے اتار لیے جائیں گے جن میں وہ فوت ہوا تا کہ اُن کپڑوں کی وجہ سے اس کا جسم متغیر نہ ہو جائے۔ (٣)

(شوکانی) میت کو ڈھانپنا مستحب ہے۔ (٤)

حالتِ احرام میں فوت ہونے والے کا چہرہ نہیں ڈھانپا جائے گا

جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ ایک آدمی دورانِ احرام اپنی سواری سے گر کر فوت ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

(١) [مسلم (٩٢٠) كتاب الجنائز : باب في إغماض الميت والدعاء له إذا حضر' أبو داود (٣١١٨) كتاب الجنائز : باب تغميض الميت]

(٢) [بخاري (٥٨١٤) كتاب اللباس : باب البرود والحبرة والشملة' مسلم (٩٤٢) كتاب الجنائز : باب تسجية الميت' أبو داود (٣١٢٠) كتاب الجنائز : باب في الميت يسجى' احمد (٢٦٣٧٨)]

(٣) [شرح مسلم للنووي (٢٥٨/٤)]

(٤) [نيل الأوطار (٦٧٣/٢)]

﴿ اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ وَلَا تُحَنِّطُوهُ وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ (وَلَا وَجْهَهُ) فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا ﴾

”اسے پانی اور بیری کے پتوں کے ساتھ غسل دو اور اسے اس کے (احرام کے) دونوں کپڑوں میں کفن دو' اسے خوشبو مت لگاؤ' اس کے سر (اور چہرے کو) مت ڈھانپو بلاشبہ اسے روز قیامت تلبیہ کہتے ہوئے ہی اٹھایا جائے گا۔“ (۱)

(البانیؒ) محرم شخص کا نہ تو سر ڈھانپا جائے گا اور نہ ہی اس کا چہرہ۔(۲)

میت کے کفن دفن میں جلدی کرنی چاہیے

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ **أَسْرِعُوا بِالْجَنَازَةِ** ' فَإِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَيْرٌ تُقَدِّمُونَهَا ' وَإِنْ تَكُ سِوَى ذَلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُونَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ ﴾

”جنازے کے ساتھ (تجہیز و تکفین میں) جلدی کرو' کیونکہ اگر وہ نیک ہے تو تم اس کو بھلائی کی طرف نزدیک کر رہے ہو اور اگر وہ اس کے سوا ہے تو ایک شر ہے جسے تم اپنی گردنوں سے اتارتے ہو۔“ (۳)

(2) حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ

﴿ إِذَا انْطَلَقْتُمْ بِجَنَازَتِي فَأَسْرِعُوا بِيَ الْمَشْيَ ﴾

”جب تم میرا جنازہ لے کر جاؤ گے تو مجھے جلدی لے کر چلنا۔“ (٤)

(ابن قدامہؒ) میت کے تجہیز و تکفین میں جلدی کرنا مستحب ہے جبکہ اس کی موت کا یقین ہو جائے۔(٥)

---

(۱) [بخاری (۱۲٦٥) کتاب الجنائز : باب الكفن في ثوبين' مسلم (۲۰۹۲) بيهقى (۳۹۰۳) أبو نعيم في المستخرج (۱۳۹۔۱٤۰) أحكام الجنائز (ص/۲۲)]

(۲) [أحكام الجنائز وبدعها (ص/۲۲)]

(۳) [بخاری (۱۳۱٥) كتاب الجنائز : باب السرعة بالجنازة' مسلم (٩٤٤) كتاب الجنائز : باب الإسراع بالجنازة' مؤطا (۲٤۳/۱) أبو داود (۳۱۸۱) كتاب الجنائز : باب الإسراع بالجنازة' ترمذی (۱۰۱٥) كتاب الجنائز : باب ما جاء في الإسراع بالجنازة' نسائی (٤۲۰٤) ابن ماجة (۱٤٧٧) حميدی (۱۰۲۲) ابن حبان (۳۰٤۲) بغوی (۱٤۸۱) بيهقى (۲۱/٤)]

(٤) [**حسن** : أحكام الجنائز (ص/۱۸) بيهقى (۳۹٥/۳)]

(٥) [المغنى لابن قدامة (۳٦٦/۳)]

جس روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تین چیزوں میں تاخیر نہ کرنے کی وصیت فرمائی ان میں ایک یہ تھی ﴿ والجنازة إذا حضرت ﴾ "جب جنازہ حاضر ہو جائے (تو اسے لے جانے میں تاخیر نہ کی جائے)۔" وہ ضعیف ہے۔(۱)

اسی طرح وہ روایت بھی ضعیف ہے جس میں مذکور ہے کہ حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو نبی ﷺ ان کی عیادت کے لیے آئے اور فرمایا ﴿ فاذنوني به وعجلوا فإنه لا ينبغي لجيفة مسلم أن تحبس بين ظهراني أهله ﴾ "مجھے اس کی اطلاع دے دینا اور جلدی کرو کیونکہ مسلمان کے مردہ جسم کو اس کے گھر والوں کے درمیان روکے رکھنا جائز نہیں۔"(۲)

میت کے چہرے سے کپڑا ہٹانا اور اس کا بوسہ لینا جائز ہے

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

﴿ أن أبا بكر رضى الله عنه أقبل على فرس من مسكنه بالسنح حتى نزل فدخل المسجد فلم يكلم الناس، حتى دخل على عائشة فتيمم رسول الله ﷺ وهو مغشى بثوب حبرة، **فكشف عن وجهه ثم أكب عليه فقبله و بكى**، ثم قال بأبي أنت وأمي والله لا يجمع الله عليك موتتين أما الموتة التي كتبت عليك فقد متها ﴾

"حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنی قیام گاہ "سنح" سے گھوڑے پر آئے اور اتر کر اترے اور پھر مسجد کے اندر گئے۔ کسی سے آپ نے کوئی بات نہیں کی۔ اس کے بعد عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں آئے اور حضور ﷺ کی طرف گئے نعش مبارک ایک یمنی چادر سے ڈھکی ہوئی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے چہرہ کھولا اور جھک کر چہرہ مبارک کو بوسہ دیا اور رونے لگے۔ پھر کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ پر دو مرتبہ موت طاری نہیں کرے گا۔ جو ایک موت آپ کے مقدر میں تھی وہ آپ پر طاری ہو چکی ہے۔"(۳)

---

(۱) [**ضعیف**: ضعیف ترمذی (۲۵) کتاب الصلاة: باب ما جاء فی الوقت الأول من الفضل، ترمذی (۱۷۲) ابن ماجة (۱٤۸٦) أحمد (۱/۱۰۵) حاکم (۲/۱٦۲) اس کی سند میں عروہ ابن سعید انصاری اور اس کا والد دونوں مجہول ہیں۔[أحكام الجنائز وبدعها (ص/۲٤)]

(۲) [**ضعیف**: ضعیف أبو داود (٦۹۲) کتاب الجنائز: باب التعجیل بالجنازة و کراهیة حبسها، أبو داود (۳۱۵۹) بیهقی (۳/۳۸٦)]

(۳) [بخاری (۱۲٤۱، ٤٤٥۲، ٤٤٥۳) کتاب المغازی: باب مرض النبی ﷺ ووفاته، نسائی (٤/۱۱) ابن ماجة (۱٤۵۷) کتاب الجنائز: باب ما جاء فی تقبیل المیت، أحمد (٦/۵۵) ترمذی فی شمائل المحمدية (۳۹۰)]

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک اور روایت میں ہے کہ

﴿ قَبَّلَ رسولُ اللهِ عثمانَ بنَ مَظعونٍ وهو ميتٌ حتى رأيتُ الدموعَ تَسِيلُ ﴾

''رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا بوسہ لیا اور اس وقت وہ فوت ہو چکے تھے حتی کہ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے آنسو بہہ رہے ہیں۔'' (۱)

(3) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ لَمَّا قُتِلَ أبي' **جعلتُ أكشفُ الثَّوبَ عن وجهِه أبكي وينهوني عنه' والنبي ﷺ لا يَنهاني'** فجعلتْ عَمَّتي فاطمةُ تَبكي' فقال النبيُّ ﷺ : تَبكينَ أو لا تبكينَ ' ما زالتِ المَلائكةُ تُظِلُّهُ بأجنحتِها حتى رَفَعتُمُوهُ ﴾

''جب میرے والد شہید کر دیے گئے تو میں ان کے چہرے پر پڑا ہوا کپڑا کھولتا اور روتا تھا۔ دوسرے لوگ تو مجھے اس سے روکتے تھے لیکن نبی کریم ﷺ کچھ نہیں کہہ رہے تھے۔ آخر میری چچی فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی رونے لگیں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ رو لو یا خاموش رہو۔ جب تک تم لوگ میت کو اٹھاتے نہیں فرشتے تو برابر اس پر اپنے پروں کا سایہ کیے ہوئے ہیں۔'' (۲)

(شوکانیؒ) تعظیم و تبرک کی غرض سے میت کا بوسہ لینا جائز ہے کیونکہ ایسی کوئی بات بھی منقول نہیں ہے کہ کسی ایک صحابی نے بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس فعل پر اعتراض کیا ہو لہٰذا یہ اجماع کی مانند ہی ہے۔ اور نبی کریم ﷺ کے عمل میں بھی واضح ثبوت موجود ہے کہ میت کا بوسہ لینا جائز ہے۔ (۳)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) وفات کے بعد مسلمان (میت) کا بوسہ لینا جائز ہے۔ (٤)

---

(۱) [**صحیح** : صحيح أبو داود (۱۷۰۹) كتاب الجنائز : باب في تقبيل الميت ' أبو داود (۳۱٦۳) ترمذی (۹۸۹) كتاب الجنائز : باب ما جاء في تقبيل الميت ' ابن ماجة (۱٤٥٦) كتاب الجنائز : باب ما جاء في تقبيل الميت ' أحمد (٤۳/٦) عبد بن حميد (۱٥۲٦)]

(۲) [بخاری (۱۲٤٤) كتاب الجنائز : باب الدخول على الميت بعد الموت إذا أدرج في أكفانه ' مسلم (۲٤۷۱) كتاب الفضائل : باب من فضائل عبد الله بن عمرو بن حرام والد جابر رضي الله عنهما ' نسائی (۱۸٤۱) وفي السنن الكبرى (۱۹٦۹) ابن حبان (۷۰۲۱) عبد الرزاق (٦٦۹۳) طیالسی (۱۷۱۱) حمیدی (۱۲٦۱) أحمد (۱٤۱۹۱)]

(۳) [نيل الأوطار (٦۷۳/۲)]

(٤) [تحفة الأحوذي (۳۸/٤)]

(البانیؒ) حاضرین کے لیے میت کے چہرے سے کپڑا اٹھانا اور اس کا بوسہ لینا جائز ہے۔(۱)

(ابن بازؒ) میت کا بوسہ لینے میں کوئی حرج نہیں۔(۲)

(سید سابق) بالاجماع میت کا بوسہ لینا جائز ہے۔(۳)

میت کا کہاں سے بوسہ لیا جائے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رضى الله عنه قَبَّلَ بَيْنَ عَيْنَيِ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ مَيِّتٌ ﴾

''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دونوں آنکھوں کے درمیان نبی کریم ﷺ کا بوسہ لیا اور آپ فوت ہو چکے تھے۔''(٤)

میت کے اقرباء پر لازم ہے کہ صبر کریں اور انا للہ وانا الیہ رجعون پڑھیں

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ﴾ [البقرة: ١٥٥ - ١٥٧]

''ہم کسی نہ کسی طرح تمہاری آزمائش ضرور کریں گے دشمن کے ڈر سے بھوک پیاس سے مال و جان اور پھلوں کی کمی سے اور ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجیے جنہیں جب کوئی مصیبت آتی ہے تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ "إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ" (ہم تو خود اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں)۔ ان پر ان کے رب کی نوازشیں اور رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔''

(2) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِامْرَأَةٍ تَبْكِي عِنْدَ قَبْرٍ فَقَالَ: اتَّقِي اللَّهَ وَاصْبِرِي. قَالَتْ: إِلَيْكَ عَنِّي، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَبْ بِمُصِيبَتِي وَلَمْ تَعْرِفْهُ، فَقِيلَ لَهَا: إِنَّهُ النَّبِيُّ ﷺ فَأَتَتْ بَابَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَهُ بَوَّابِينَ،

---

(۱) [أحكام الجنائز وبدعها (ص: ۳۱)]

(۲) [مجموع فتاوى لابن باز (۱۰۲/۱۳)]

(۳) [فقه السنة (۲۵۲/۱)]

(٤) [نسائي في السنن الكبرى (۱۹۷۸)، كتاب الجنائز: باب تقبيل الميت، أين يقبل منه؟ نسائي في الصغرى (۱۱/٤) تحفة الأشراف (١٦٢٤٥)]

فقالت : لم أعرفك ' فقال : **إنما الصبر عند الصدمة الأولى** ﴾

''رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک عورت پر ہوا جو ایک قبر کے پاس بیٹھ کر رو رہی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ سے ڈر جا اور صبر کر۔ اس نے کہا مجھ سے دور ہو جاؤ' یہ مصیبت تم پڑی ہوتی تو پتہ چلتا۔ اس نے آپ ﷺ کو نہ پہچانا۔ پھر جب لوگوں نے اسے بتایا کہ یہ نبی کریم ﷺ تھے تو وہ (گھبرا گئی اور) آپ ﷺ کے دروازے پر پہنچی۔ وہاں اسے کوئی دربان نہ ملا۔ پھر اس نے عرض کیا میں آپ کو پہچان نہیں سکی تھی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا' صبر تو جب صدمہ شروع ہو اس وقت کرنا چاہیے۔(۱)

(ابن حجرؒ) پہلے صدمے کے وقت صبر سے مراد یہ ہے کہ یہی وہ صبر ہے جس پر نوازش و رحمت کی (قرآن میں) بشارت دی گئی ہے۔(۲)

(خطابیؒ) اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو قابل تعریف بنانے والا صبر وہ ہے جو مصیبت کے فوراً بعد کیا جائے۔(۳)

(3) " **إنا لله وإنا إليه راجعون** " کے ساتھ یہ الفاظ پڑھنا بھی مسنون ہے " **اللهم أجرني في مصيبتي واخلف لي خيرا منها** " جیسا کہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ ما من مسلم تصيبه مصيبة فيقول ما أمره الله : **إنا لله وإنا إليه راجعون ' اللهم أجرني في مصيبتي واخلف لي خيرا منها** ' إلا أخلف الله له خيرا منها ' قالت : فلما مات أبو سلمة قلت : أي المسلمين خير من أبي سلمة ؟ أول بيت هاجر إلى رسول الله ﷺ ثم إني قلتها : فأخلف الله لي رسول الله ﷺ ﴾

''جس مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے پھر وہ یہ کہتا ہے کہ ''ہم تو خود اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اے اللہ! مجھے میری مصیبت میں اجر عطا فرما اور مجھے بدلے میں اس سے بہتر عطا کر۔'' تو اللہ تعالیٰ اسے اس چیز کے بدلے میں اس سے بہتر عطا فرما دیتے ہیں۔ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب ابوسلمہ فوت ہوئے تو میں نے سوچا' ابوسلمہ سے کون مسلمان بہتر ہو سکتا ہے؟ وہ تو گھر کا پہلا شخص ہے جس نے رسول

---

(۱) [بخاری (۱۲۸۳) کتاب الجنائز : باب زیارۃ القبور' مسلم (۹۲۶) کتاب الجنائز : باب فی الصبر علی المصیبة عند الصدمة الأولی' ترمذی (۹۸۸) کتاب الجنائز : باب ما جاء أن الصبر فی الصدمة الأولی' نسائی (۱۸٦۸) وفی السنن الکبری (۱۹۹٦/۱) ابن حبان (۲۸۹۵) شرح السنة للبغوی (۱۵۳۹) بیهقی (٦۵/۳)]

(۲) [فتح الباری (۲۰۵/۳)]

(۳) [أعلام الحدیث (٦۹۰/۱) وفتح الباری (۱۷۹/۳)]

اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کی۔ پھر میں یہ کلمات کہتی رہی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے (اس کے) بدلے میں رسول اللہ ﷺ عطا فرما دیے۔" (۱)

اولاد کی وفات پر صبر کی فضیلت

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَا يَمُوتُ لِمُسلِمٍ ثَلَاثٌ مِّنَ الْوَلَدِ فَيَلِجُ النَّارَ إِلَّا تَحِلَّةَ الْقَسَمِ ﴾

"کسی مسلمان کے جب تین بچے فوت ہو جائیں تو وہ صرف قسم پوری کرنے کے لیے دوزخ میں داخل ہوگا۔" (۲)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انصاری عورتوں سے فرمایا:

﴿ لَا يَمُوتُ لِإِحداكُنَّ ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ فَتَحْتَسِبُهُ إِلَّا دَخَلَتِ الْجَنَّةَ ' فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِّنهُنَّ : أَوِ اثْنَانِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! قَالَ : أَوِ اثْنَانِ ﴾

"تم میں سے جس عورت کے تین بچے فوت ہو گئے اور اس نے صبر سے کام لیا تو وہ جنت میں داخل ہوگی۔ ان میں سے ایک عورت نے دریافت کیا' اے اللہ کے رسول! کیا دو بچوں کا یہی حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں' دو بچوں کا بھی یہی حکم ہے۔" (۳)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ مَا لِعَبدِي الْمُؤْمِنِ عِندِي جَزَاءٌ إِذَا قَبَضْتُ صَفِيَّهُ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا ثُمَّ احْتَسَبَهُ إِلَّا الْجَنَّةَ ﴾

"میرے ہاں میرے مومن بندے کے لیے اس کے علاوہ کوئی بدلہ نہیں ہے کہ جب میں اہل دنیا میں سے اس کے محبوب انسان کو فوت کر دوں اور وہ اس کی وفات پر صبر کرے تو اس کے لیے جنت ہے۔" (٤)

(4) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) [مسلم (۹۱۸) كتاب الجنائز : باب ما يقال عند المصيبة' احمد (۱٦٣٤٣) تحفة الأشراف (۱۸۲٤۸)]

(۲) [بخاری (۱۲۵۱) كتاب الجنائز : باب فضل من مات له ولد فاحتسب ' مسلم (۲٦۳۲) كتاب البر والصلة والآداب : باب فضل من يموت له ولد فيحتسبه ' ترمذی (۱۰٦۰) كتاب الجنائز : باب ما جاء فی ثواب من قدم ولدا ' ابن ماجة (۱٦۰۳) كتاب الجنائز : باب ما جاء فی ثواب من أصيب بولده ' ابن حبان (۲۹٤۱) شرح السنة للبغوی (۱۵٤۲) بيهقی (٦۷/٤)]

(۳) [مسلم (۲٦۳۲) كتاب البر والصلة والآداب : باب فضل من يموت له ولد فيحتسبه' مؤطا (۵۵٤) احمد (۸۹۲۵) تحفة الأشراف (۱۳۲۳٤)]

(٤) [بخاری (٦٤٢٤) كتاب الرقاق : باب العمل الذی يبتغی به وجه الله]

''جس مسلمان کے تین نابالغ بچے فوت ہوئے اللہ تعالیٰ اپنے فضل ورحمت سے انہیں اور ان کے والدین کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔آپ ﷺ نے فرمایا' وہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر ہوں گے۔پھر ان سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ۔وہ کہیں گے ﴿ حَتّٰی يَجِیْءَ أَبَوَانَا ' فَيُقَالُ لَهُمْ : ادْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنْتُمْ وَأَبَوَاكُمْ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ ﴾ '' (ہم اس وقت تک داخل نہیں ہوں گے)جب تک ہمارے والدین نہیں آ جاتے۔پس ان سے کہا جائے گا کہ تم اللہ کی رحمت وفضل کے ساتھ اپنے والدین سمیت جنت میں داخل ہو جاؤ۔'' (۱)

میت پر نوحہ کرنا اور رونا پیٹنا حرام ہے

(امیر صنعانیؒ) نوحہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ مرنے والے کے اوصاف وشمائل کو گن گن کر بلند آواز سے بیان کرنا اور رونا پیٹنا اور اچھے اور عمدہ کارناموں کو یاد کر کے چیخ وپکار کرنا۔(۲)

(1) حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿ أَخَذَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ عِنْدَ الْبَيْعَةِ أَنْ لَا نَنُوحَ ' فَمَا وَفَّتْ مِنَّا امْرَأَةٌ غَيْرَ خَمْسِ نِسْوَةٍ ﴾

''نبی کریم ﷺ نے بیعت کے موقع پر ہم سے یہ عہد لیا تھا کہ ہم نوحہ نہیں کریں گی۔لیکن اس اقرار کو پانچ عورتوں کے سوا کسی نے پورا نہیں کیا۔'' (۳)

(2) حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ أَنَا بَرِيءٌ مِمَّنْ بَرِئَ مِنْهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ بَرِئَ مِنَ الصَّالِقَةِ وَالْحَالِقَةِ وَالشَّاقَّةِ ﴾

''میں اس سے بری ہوں جس سے رسول اللہ ﷺ بری ہیں اور بے شک رسول اللہ ﷺ مصیبت کے وقت اونچی آواز نکالنے والی' پریشانی کے وقت اپنے سر کے بال منڈوانے والی اور آفت کے وقت اپنے کپڑے پھاڑنے والی عورت سے بری ہیں۔'' (٤)

---

(۱) [**صحیح** : أحكام الجنائز وبدعها (ص / ٣٤) نسائی (٢٦٥/١) بیهقی (٦٨/٤)]

(۲) [سبل السلام (٧٧٦/٢)]

(۳) [بخاری (١٣٠٦) كتاب الجنائز : باب ما ينهى من النوح والبكاء والزجر على ذلك ' مسلم (٩٣٦) كتاب الجنائز : باب الميت يعذب ببكاء أهله عليه ' نسائی (٤١٩١) وفي السنن الكبرى (٧٨٠٣/٤) أبو داود (٣١٢٧) احمد (٢٠٨١٧)]

(٤) [مسلم (١٠٤) كتاب الإيمان : باب تحريم ضرب الخدود ' بخاری (١٢٩٦) كتاب الجنائز : باب ما ينهى عن الحلق عند المصيبة ' أبو داود (٣١٣٠) نسائی (٢٠/٤)]

صالقہ' حالقہ اور شاقہ کا ترجمہ امام ابن اثیرؒ کی کتاب جامع الأصول سے لیا گیا ہے۔(۱)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ لَمَّا ماتَ إبراهيمُ ابنُ رسولِ اللّٰهِ ﷺ صَاحَ أسامةُ بنُ زيدٍ ' فقالَ رسولُ اللّٰهِ ﷺ : لَيسَ هَذَا مِنِّی ' ولَيسَ بِصَائِحٍ حَقٌّ ' اَلْقَلْبُ يَحزَنُ والعينُ تَدمَعُ ' ولا يُغضِبُ الرَّبَّ ﴾

''جب رسول اللہ ﷺ کا بیٹا ابراہیم فوت ہوا تو حضرت اُسامہ بن زید (شدتِ غم سے) چیخ پڑے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں اور چیخنے والے کا کوئی حق نہیں۔ دل غمگین ہوتا ہے اور آنکھ آنسو بہاتی ہے لیکن پروردگار کو غضبناک نہیں کرنا چاہیے۔''(۲)

(4) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَيسَ مِنَّا مَن لَطَمَ الْخُدُودَ ' وشَقَّ الْجُيُوبَ ' ودَعَا بِدَعْوَى الجَاهِلِيَّةِ ﴾

''جس نے (کسی کی موت پر) رخساروں کو پیٹا' گریبان کو پھاڑا اور جاہلیت کی باتیں بکیں وہ ہم میں سے نہیں۔''(۳)

(5) حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿ لَمَّا مَاتَ أبو سلمةَ قُلتُ : غريبٌ ' وَفی أرضِ غُربَةٍ ' لَأَبكِيَنَّهُ بُكاءً يُتحدَّثُ عَنه فكنتُ قَد تَهيَّأتُ لِلبُكَاءِ عَلَيه ' إذ أقبلتُ امرَأَةٌ تُرِيدُ أَن تُسعِدَنِی ' فاستَقبَلَهَا رسولُ اللّٰهِ ﷺ فقالَ : **أَتُرِيدِينَ أَنْ تُدخِلِي الشيطانَ بيتًا أَخرَجهُ اللّٰهُ مِنهُ ؟** مرَّتينِ ' و كَفَفتُ عنِ البُكاءِ فَلَمْ أَبكِ ﴾

''جب ابوسلمہ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو میں نے کہا' غریب الوطن تھا اور غریب الوطنی میں ہی فوت ہوا۔ میں اس پر اتنا روؤں گی کہ میرے رونے کی باتیں کی جائیں گی۔ چنانچہ اس پر رونے کے لیے میں نے خود کو تیار کر لیا۔ اس دوران ایک عورت آئی وہ رونے پیٹنے میں میرا تعاون کرنا چاہتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس عورت سے مخاطب ہو کر فرمایا' کیا تیرا یہ ارادہ ہے کہ تو گھر میں شیطان کو داخل کر دے؟ جس کو اللہ تعالیٰ نے اس گھر سے

---

(۱) [جامع الأصول (۱۰٤/۱۱)]

(۲) [**حسن** : أحكام الجنائز وبدعها (ص / ۳۹) ابن حبان (۷٤۳) حاکم (۳۸۲/۱)]

(۳) [بخاری (۱۲۹٤) كتاب الجنائز : باب ليس منا من شق الجيوب' مسلم (۱۰۳) كتاب الإيمان : باب تحريم ضرب الخدود وشق الجيوب' ترمذی (۹۹۹) كتاب الجنائز : باب ما جاء في النهي عن ضرب الخدود وشق الجيوب' ابن ماجة (۱۵۸٤) كتاب الجنائز : باب ما جاء في النهي عن ضرب الخدود وشق الجيوب' احمد (٤۳۲/۱) أبو يعلى (۵۲۰۱) نسائی (۲۰/٤) شرح السنة (۲۸۸/۳)]

نکال دیا ہے۔ آپ ﷺ نے دو مرتبہ اس جملے کو دہرایا۔ (اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ یہ سن کر) میں بھی رونے سے رک گئی۔" (۱)

(6) حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' میری امت میں چار کام جاہلیت کے ہیں جنہیں یہ نہیں چھوڑیں گے: حسب میں فخر کرنا' نسب میں طعن کرنا' ستاروں کے ذریعے بارش طلب کرنا اور نوحہ کرنا۔ مزید فرمایا کہ

﴿ النَّائِحَةُ إِذَا لَم تَتُبْ قبلَ موتِهَا تُقَامُ يومَ القيامةِ وعَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِنْ قَطِرَانٍ وَدِرْعٌ مِّنْ جَرَبٍ ﴾

"نوحہ کرنے والی عورت اگر اپنی موت سے پہلے توبہ نہیں کرے گی تو روز قیامت اس حال میں اٹھائی جائے گی کہ اس پر گندھک کا کُرتا اور خارش کی قمیض ہوگی۔" (۲)

(نوویؒ) اس حدیث میں یہ ثبوت موجود ہے کہ نوحہ کرنا حرام ہے۔ (۳)

(شوکانیؒ) نوحہ وغیرہ جیسے تمام افعال حرام ہیں۔ (٤)

(البانیؒ) میت پر نوحہ کرنا حرام ہے۔ (٥)

(سلیم ہلالی) میت پر نوحہ خوانی حرام ہے اور وہ یہ ہے کہ میت پر بلند آواز سے رویا جائے۔ (٦)

مزید فرماتے ہیں کہ گریبان پھاڑنا' بلند آواز سے رونا' مصیبت کے وقت بال منڈانا' چہروں کو نوچنا اور ہلاکت و بربادی کی دعا کرنا حرام ہے۔ ان صفات و افعال کا دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ یہ جاہلیت کی پکار کا حصہ ہیں۔ (۷)

(سعودی مجلس افتاء) میت کے اچھے افعال یاد کر کے رونا' نوحہ کرنا' کپڑے پھاڑنا' رخساروں کو پیٹنا اور اس کے

---

(۱) [مسلم (۹۲۲) كتاب الجنائز : باب البكاء على الميت ' ابن ابی شیبة (۳۹۱/۳) حمیدی (۲۹۱) طبرانی كبير (٦٠١/٢٣) بيهقی (٦٣/٤) احمد (٢٦٥٣٤) ابن حبان (٣١٤٤)]

(۲) [مسلم (۹۳٤) كتاب الجنائز : باب التشديد فی النياحة ' ابن أبی شيبة (۳۹۰/۳) طبرانی كبير (۳٤۲٥)' (۳٤۲٦) ابن حبان (۳۱٤۳) مستدرك حاكم (۱٤۱۳/۱) شرح السنة للبغوی (۱٥۳۳) بيهقی (٦۳/٤) أحمد (۲٤۲/٥)]

(۳) [شرح مسلم للنووی (۲٤۹/٤)]

(٤) [نيل الأوطار (٥٤/۳)]

(٥) [أحكام الجنائز وبدعها (ص / ۳۹)]

(٦) [موسوعة المناهی الشرعية (۱۹/۲)]

(۷) [موسوعة المناهی الشرعية (۲۰/۲)]

مشابہ کوئی بھی کام کرنا جائز نہیں۔(۱)

(ابن بازؒ) نوحہ خوانی جائز نہیں۔(۲)

گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے

(1) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَن نِيحَ عَلَيْهِ يُعَذَّبُ بِمَا نِيحَ عَلَيْهِ ﴾

''جس پر نوحہ کیا گیا اسے نوحہ کرنے والوں کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا۔''(۳)

(2) عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ نے خبر دی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ایک صاحب زادی (اُم ابان) کا مکہ میں انتقال ہو گیا تھا۔ہم بھی ان کے جنازے میں حاضر ہوئے۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بھی تشریف لائے۔میں ان دونوں حضرات کے درمیان میں بیٹھا ہوا تھا یا یہ کہا کہ میں ایک بزرگ کے قریب بیٹھ گیا اور دوسرے بزرگ بعد میں آئے اور میرے بازو میں بیٹھ گئے۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عمرو بن عثمان سے کہا (جو اُم ابان کے بھائی تھے) رونے سے کیوں نہیں روکتے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا ہے کہ

﴿ إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ ﴾

''بے شک میت کو اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۔''(۴)

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخمی کیے گئے تو صہیب رضی اللہ عنہ روتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔وہ کہہ رہے تھے ہائے میرے بھائی! ہائے میرے صاحب! اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ صہیب رضی اللہ عنہ! تم مجھ پر روتے ہو' تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ

﴿ إِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبَعْضِ بُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ ﴾

---

(۱) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۹/۱٦۰)]

(۲) [مجموع فتاوى لابن باز (۱۳/٤۱٦)]

(۳) [بخاری (۱۲۹۱) كتاب الجنائز: باب ما يكره من النياحة على الميت ' مسلم (۹۳۳) كتاب الجنائز: باب الميت يعذب ببكاء أهله عليه' ترمذی (۱۰۰۰) كتاب الجنائز: باب ما جاء فى كراهية النوح' احمد (۱۸۲٦۵) تحفة الأشراف (۱۷۹٤۸)]

(٤) [بخاری (۱۲۸٦) كتاب الجنائز: باب قول النبى يعذب الميت ببعض بكاء أهله عليه' مسلم (۹۲۸) كتاب الجنائز: باب الميت يعذب ببكاء أهله عليه' احمد (٤۸٦۵) عبدالرزاق (٦٦۷۵) مسند شافعی (۱۸/٤) ابن حبان (۳۱۳٦) بيهقی (۷۳/٤) نسائی (۱۸/٤) شرح السنة (۲۹۰/۳)]

''بلا شبہ میت پر اس کے گھر والوں کے بعض رونے سے عذاب ہوتا ہے۔'' (۱)

ان احادیث پر یہ اشکال واعتراض کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى ﴾ ''کوئی کسی کے گناہ کا بوجھ اٹھانے والا نہیں۔'' جبکہ ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی دوسرے کے رونے سے میت عذاب میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ علمائے کرام نے اس اشکال کو مختلف طریقوں سے حل کیا ہے مثلاً اگر مرنے والا خود نوحہ کرتا ہو اور گھر والوں کو اس سے نہ روکتا ہو بلکہ اسے برقرار رکھتا ہو' یا اپنی میت پر نوحہ کرنے کی وصیت کر کے گیا ہو (جیسا کہ یہ عام اہل عرب کی عادت تھی) تب اسے عذاب ہوگا ورنہ نہیں۔ (۲)

میت پر رونے کی جائز صورت

میت پر رونا اس صورت میں جائز ہے کہ جب اس میں نوحہ کی کوئی آمیزش نہ ہو۔

(البانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۳)

(1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ لَمَّا قُتِلَ أَبِي جَعلتُ أَكشِفُ الثَّوبَ عَن وجهِهِ أَبكِي وينهوني عنه' والنبي ﷺ لَا يَنهَانِي ﴾

''جب میرے والد شہید کر دیے گئے تو میں ان کے چہرے پر پڑا ہوا کپڑا کھولتا اور روتا تھا۔ دوسرے لوگ تو مجھے اس سے روکتے تھے لیکن نبی کریم ﷺ کچھ نہیں کہہ رہے تھے۔'' (٤)

(شوکانیؒ) اس حدیث میں ثبوت موجود ہے کہ ایسا رونا جائز ہے جس کے ساتھ آواز نہ ہو۔ (٥)

(2) حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے جب اپنی ایک بیٹی کے بچے کو موت وحیات کی کشمکش میں دیکھا تو آپ ﷺ کی آنکھیں بہہ پڑیں۔ پھر سعد رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے اس (رونے) کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) [بخاری (۱۲۸۷) کتاب الجنائز : باب قول النبی ﷺ يعذب الميت ببعض بكاء أهله عليه' مسلم (۹۲۷) كتاب الجنائز : باب الميت يعذب ببكاء أهله عليه' ترمذی (۱۰۰۲) كتاب الجنائز : باب ما جاء في كراهية البكاء على الميت' ابن ماجة (۱۹۵۳) نسائی فی السنن الكبرى (۱۹۷٦/۱) ابن حبان (۳۱۳۲) ابن أبی شيبة (۳۸۹/۳) عبد الرزاق (٦٦٨٠)]

(۲) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: فتح الباری (۵۰۰/۳) نيل الأوطار (٥٤/۳) معالم السنن (۳۰۳/۱)]

(۳) [أحكام الجنائز (ص/۳۱)]

(٤) [بخاری (۱۲٤٤) كتاب الجنائز : باب الدخول على الميت بعد الموت إذا أدرج في أكفانه' مسلم (۲٤۷۱) كتاب الفضائل : باب من فضائل عبد الله بن عمرو بن حرام والد جابر رضی الله عنهما]

(٥) [نيل الأوطار (٤٩/۳)]

﴿ هَذِهِ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللّٰهُ فِي قُلُوبِ عِبَادِهِ وَإِنَّمَا يَرحَمُ اللّٰهُ مِن عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ ﴾

''یہ رحمت ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا کیا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے اُن پر ہی رحم فرماتے ہیں جو لوگ خود رحم کرنے والے ہیں۔'' (۱)

(3) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کسی مرض میں مبتلا ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کی غرض سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف' حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کے ساتھ ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندر گئے تو انہیں تیمار داروں کے ہجوم میں پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ وفات ہوگئی؟ لوگوں نے کہا نہیں اے اللہ کے رسول!

﴿ فبكى النبيُّ ﷺ فلمّا رأى القومُ بُكاءَ النبيِّ ﷺ بكَوْا ' فقالَ : ألَا تسمعُونَ ؟ **إِنَّ اللّٰهَ لَا يُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ وَلَكِن يُعَذِّبُ بِهَذَا** ' وَأشارَ إلىٰ لِسَانِهِ ' أَوْ يرحَمُ ' وَإنَّ الميتَ يُعذَّبُ ببكاءِ أهلِهِ عليهِ ' وكانَ عمرُ رضي الله عنه يَضرِبُ فِيهِ بِالعَصَا ' ويَرْمِي بِالْحِجَارَةِ ' ويَحْثِي بِالتُّرَابِ ﴾

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (ان کے مرض کی شدت کو دیکھ کر) رو پڑے۔ لوگوں نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روتے ہوئے دیکھا تو وہ سب بھی رو پڑے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سنو! اللہ تعالیٰ آنکھوں سے آنسو نکلنے کی وجہ سے عذاب نہیں دے گا اور نہ ہی دل کے غم کی وجہ سے۔ ہاں وہ اس کی وجہ سے عذاب دے گا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان کی طرف اشارہ کیا (اور اگر زبان سے اچھی بات نکلے تو) یہ اس کی رحمت کا بھی باعث بنتی ہے اور میت کو اس کے گھر والوں کے نوحہ و ماتم کی وجہ سے بھی عذاب ہوتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میت پر ماتم کرنے پر ڈنڈے سے مارتے' پتھر پھینکتے اور رونے والوں کے منہ میں مٹی ڈال دیتے۔'' (۲)

(4) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ شَهِدْنَا بِنتًا لِرَسولِ اللّٰهِ ﷺ قالَ : و رَسولُ اللّٰهِ ﷺ جالسٌ عَلَى الْقَبرِ' قَال : **فَرَأيتُ عَيْنَيْهِ**

---

(۱) [بخاری (۱۲۸۴) كتاب الجنائز : باب قول النبي يعذب الميت ببعض بكاء أهله عليه' مسلم (۹۲۳) كتاب الجنائز : باب البكاء على الميت' أحمد (۲۰۴/۵) أبو داود (۳۱۲۵) كتاب الجنائز : باب في البكاء على الميت' ابن ماجة (۱۵۸۸) كتاب الجنائز : باب ما جاء في البكاء على الميت' ابن أبي شيبة (۳۹۲/۳) ابن حبان (۳۱۵۸) بيهقى (٦٨/٤) عبد الرزاق (٦٦٧٠)]

(۲) [بخاری (۱۳۰٤) كتاب الجنائز : البكاء عندالمريض' مسلم (۹۲٤) كتاب الجنائز : باب البكاء على الميت' شرح السنة للبغوى (۱۵۲۹) ابن حبان (۳۱۵۹) بيهقى (۱۵۲۹)]

تَدْمَعَانِ

''ہم نبی کریم ﷺ کی ایک بیٹی (حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا) کے جنازے میں حاضر تھے۔ رسول اللہ ﷺ قبر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی دونوں آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئی ہیں۔'' (۱)

(5) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی وفات پر روئے۔(۲)

(6) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تشریف لائے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز اور عمر رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز پہچان رہی تھی اور میں اپنے حجرے میں تھی۔(۳)

(نوویؒ) رونے کی جس صورت سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے وہ ایسا رونا ہے جس میں آواز اور نوحہ شامل ہو وگرنہ مجرد آنسو بہہ جانے سے عذاب نہیں ہوتا۔(٤)

(ابن قدامہؒ) مجرد رونا جس میں نوحہ اور چیخ و پکار نہ ہو مکروہ نہیں ہے۔(٥)

(ابن بازؒ) آنسو بہہ جانے اور دل کے غمگین وافسردہ ہونے میں کوئی حرج نہیں۔

مزید فرماتے ہیں کہ میت کو صرف اس رونے سے عذاب ہوتا ہے جس میں نوحہ خوانی ہو۔(٦)

(سید سابق) علماء کا اجماع ہے کہ میت پر رونا جائز ہے جبکہ وہ چیخ و پکار اور نوحہ خوانی سے خالی ہو۔(٧)

نعی یعنی موت کے اعلان کا حکم

عربی زبان میں موت کی اطلاع دینے یا اعلان کرنے کے لیے لفظِ نعی استعمال ہوتا ہے۔(٨)

---

(۱) [بخاری (۱۲۸۵) کتاب الجنائز : باب قول النبی یعذب المیت ببعض بکاء أھله علیه]

(۲) [بخاری (٤٤٥٢٬٤٤٥٣) کتاب المغازی : باب مرض النبی ووفاته٬ نسائی (۱۱/٤) ابن ماجة (۱٤٥۷) بیهقی (٤۰٦/۳) ابن حبان (۲۱٥٥)]

(۳) [أحمد (۱٤۱/٦)]

(٤) [شرح مسلم للنووی (٥۰٦/۳)]

(٥) [المغنی لابن قدامة (٤۸۷/۳)]

(٦) [مجموع فتاوی لابن باز (٤۱٦/۱۳)]

(۷) [فقه السنة (۲٥٤/۱)]

(۸) [القاموس المحیط (ص/۱۷۲٦) النهایة لابن الأثیر (۸٥/٥ ـ ۸٦)]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَنْهَى عَنِ النَّعْيِ ﴾

''نبی کریم ﷺ موت کے لیے (کھلے عام) اعلان کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔'' (١)

واضح رہے کہ جس نعی سے شریعت نے منع کیا ہے وہ اہل جاہلیت کا طریقہ ہے' جس کی صورت یہ تھی کہ لوگ موت کی اطلاع دینے والوں کو بھیجتے جو گھروں کے دروازوں اور بازاروں میں اعلان کرتے (اس میں نوحہ ہوتا اور اس کے ساتھ میت کے افعال حمیدہ کا بیان ہوتا) جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے یہی تفصیل بیان کی ہے۔(٢)

علاوہ ازیں محض کسی کی وفات کی اطلاع دینا مباح و درست ہے اور اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَعَى النَّجَاشِيَّ فِي الْيَوْمِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ ﴾

''نجاشی کا جس دن انتقال ہوا اسی دن رسول اللہ ﷺ نے ان کی وفات کی اطلاع دی۔'' (٣)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کالے رنگ کا ایک مرد یا ایک کالی عورت مسجد کی خدمت کیا کرتی تھی' اس کی وفات ہوگئی لیکن نبی کریم ﷺ کو اس کی وفات کی خبر کسی نے نہ دی۔ ایک دن آپ ﷺ نے خود یاد فرمایا کہ فلاں شخص دکھائی نہیں دیتا۔ صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اس کا تو انتقال ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ أَفَلَا كُنْتُمْ آذَنْتُمُونِي ﴾ ''تم نے مجھے اطلاع کیوں نہ دی۔'' (٤)

(3) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

---

(١) [**حسن** : صحيح ترمذي (٧٨٦) كتاب الجنائز: باب ما جآء في كراهية النعي' ترمذي (٩٨٦) أحمد (٤٠٦/٥) ابن ماجة (١٤٧٦) بيهقي (٧٤/٤) ابن أبي شيبة (٢٧٤/٣)]

(٢) [فتح الباري (٤٥٣/٣)]

(٣) [بخاري (١٣٣٣) كتاب الجنائز: باب التكبير على الجنازة أربعا ' مسلم (٩٥١) كتاب الجنائز : باب في التكبير على الجنازة ' ابو داود (٣٢٠٤) كتاب الجنائز : باب في الصلاة على المسلم يموت في بلاد الشرك ' ترمذي (١٠٢٢) كتاب الجنائز : باب ما جاء في التكبير على الجنازة ' ابن ماجة (١٥٣٤) نسائي (١٨٧٨) وفي السنن الكبرى (٢١٠٧/١) طيالسي (٢٣٠٠) ابن أبي شيبة (٣٠٠/٣)]

(٤) [بخاري (١٣٣٧) كتاب الجنائز : باب الصلاة على القبر بعد ما يدفن' مسلم (٩٥٦) كتاب الجنائز : باب الصلاة على القبر ' ابو داود (٣٢٠٣) كتاب الجنائز : باب الصلاة على القبر' ابن ماجة (١٥٢٧) كتاب الجنائز : باب ما جاء في الصلاة على القبر' ابن حبان (٣٠٨٦) طيالسي (٢٤٤٦) بيهقي (٤٧/٤)]

﴿ أَنَّ النبيَّ ﷺ نَعَى زَيدًا و جَعفرًا وَ ابنَ رَواحَةَ لِلنَّاسِ قَبلَ أَنْ يَأْتِيَهُم خَبَرُهُم ﴾

''نبی کریم ﷺ نے حضرت زید' حضرت جعفر اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبر اس وقت صحابہ کو دے دی تھی جب ابھی ان کے متعلق کوئی خبر نہیں آئی تھی۔'' آپ ﷺ فرماتے جا رہے تھے کہ اب زید رضی اللہ عنہ جھنڈا اٹھائے ہوئے ہیں' اب وہ شہید کر دیئے گئے ہیں' اب جعفر رضی اللہ عنہ نے جھنڈا اٹھالیا' وہ بھی شہید کر دیئے گئے۔ اب ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے جھنڈا اٹھالیا' وہ بھی شہید کر دیئے گئے۔ آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ آخر اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ''خالد بن ولید رضی اللہ عنہ'' نے جھنڈا اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اللہ نے ان کے ہاتھ پر فتح عنایت فرمائی۔''(۱)

(ابن عربیؒ) احادیث کے مجموعے سے تین حالتیں اخذ کی جا سکتی ہیں:

① گھر والوں' ساتھیوں اور اہل اصلاح کو اطلاع دینا سنت ہے۔

② مفاخرت (تکبر و ریاء) کے لیے بڑی جماعت کو دعوت دینا مکروہ ہے۔

③ ایسی اطلاع جس میں نوحہ یا اس کی مثل کوئی کام ہو حرام ہے۔(۲)

(البانیؒ) جاہلیت کے طریقے کے مشابہ نہ ہو تو وفات کی اطلاع دینا جائز ہے۔(۳)

(سلیم ہلالی) حرام وفات کا اعلان وہ ہے جو جاہلیت کے عمل کے مشابہ ہو یعنی دروازوں پر' بازاروں میں اور مناروں پر چیخ کر اعلان کرنا یا جیسے آج کل رسائل و جرائد اور مجلّات وغیرہ میں اعلان کیا جاتا ہے۔(٤)

اطلاع دینے والے کو چاہیے کہ لوگوں کو میت کے لیے استغفار کرنے کی تلقین کرے

(1) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اُمراء کا (یعنی تین امیر نامزد کر کے) لشکر روانہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا' زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تمہارے امیر ہوں گے۔ اگر وہ شہید کر دیئے جائیں تو جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے۔ اگر وہ بھی شہید کر دیئے جائیں تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے۔......... پھر رسول اللہ ﷺ منبر پر چڑھے اور حکم دیا کہ لوگوں کو نماز کے لیے جمع کرنے کے لیے اعلان کیا جائے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) [بخاری (٤٢٦٢) کتاب المغازی : باب غزوة مؤتة من أرض الشام]

(۲) [عارضة الأحوذی (٢٠٦/٤)]

(۳) [أحكام الجنائز (ص/٤٥)]

(٤) [موسوعة المناهي الشرعية (٩/٢)]

﴿ أَلَا أُخبِرُكُم عَن جَيشِكُم هَذَا الغَازِي ؟ إِنَّهُم انطَلَقُوا فَلَقُوا العَدُوَّ ، فَأُصِيبَ زيدٌ شَهِيدًا ، **فَاستَغفِرُوا لَهُ** ، **فَاستَغفَرَ لَهُ النَّاسُ** ، ثُمَّ أَخَذَ اللِّوَاءَ جَعفرُ بنُ أَبِي طَالِبٍ ، فَشدّ عَلَى القَومِ حَتَّى قُتِلَ شَهِيدًا ، أَشْهَدُ لَه بِالشهادَةِ ، **فَاستَغفِرُوا لَهُ** ، ثُمّ أَخَذَ اللِّوَاءَ عَبدُ اللّهِ ابنُ رَوَاحَةَ ، فَأَثبَتَ قَدَمَيهِ حَتّى قُتِلَ شَهِيدًا ، **فَاستَغفِرُوا لَهُ** ﴾

”کیا میں تمہیں تمہارے اس غزوہ کرنے والے لشکر کی خبر نہ دوں؟ بلا شبہ وہ گئے اور دشمن پر حملہ آور ہوئے۔ پھر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے لہذا تم اس کے لیے استغفار کرو' پس لوگوں نے ان کے لیے استغفار کیا۔ پھر جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے جھنڈا تھام لیا اور قوم کو مضبوط کیا حتی کہ وہ بھی شہید کر دیے گئے' میں ان کی شہادت کی گواہی دیتا ہوں پس تم ان کے لیے استغفار کرو۔ پھر عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے جھنڈا پکڑ لیا اور اپنے قدموں کو ثابت کیا حتی کہ وہ بھی شہید کر دیے گئے پس تم ان کے لیے استغفار کرو۔“

پھر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جھنڈا پکڑ لیا۔ وہ امراء میں سے نہیں تھے' انہوں نے خود اپنے آپ کو امیر مقرر کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا اور کہا: اے اللہ! یہ تیری تلواروں میں سے ایک تلوار ہے تو اس کی مدد کر۔ اسی دن سے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا نام سیف اللہ رکھ دیا گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' نکل پڑو' اپنے بھائیوں کی مدد کرو اور ہرگز کوئی بھی پیچھے نہ رہے۔ لوگ سخت گرمی میں پیدل اور سوار (ہر حال میں) نکل پڑے۔(۱)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نجاشی کا جس دن انتقال ہوا اسی دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی وفات کی اطلاع دی اور فرمایا ﴿ اِستَغفِرُوا لِأَخِيكُم ﴾ ”اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو۔“(۲)

ورثاء کو چاہیے جلد از جلد میت کا قرض ادا کر دیں

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ نَفسُ المُؤمِنِ مُعلّقَةٌ بِدَينِهِ حَتّى يُقضَى عَنهُ ﴾

”مومن کی روح قرض کے ساتھ اس وقت تک معلق رہتی ہے جب تک اسے ادا نہیں کر دیا جاتا۔“(۳)

---

(۱) [**حسن** : أحكام الجنائز وبدعها (ص / ٤٦) مسند احمد (٢٩٩/٥)]

(۲) [بخاری (٣٨٨٠) كتاب المناقب : باب موت النجاشي' مسلم (٩٥١) كتاب الجنائز : باب في التكبير على الجنازة' ابو داود (٣٢٠٤) ترمذی (١٠٢٢) ابن ماجة (١٥٣٤) نسائی (١٨٧٨) وفي السنن الكبرى (٢١٠٧/١)]

(۳) [**صحيح** : صحيح ابن ماجة (١٩٥٧) كتاب الصدقات : باب التشديد في الدين' ابن ماجة (٢٤١٣) ترمذی (١٠٧٨'١٠٧٩) أحمد (٤٤٠/٢) دارمی (٢٦٢/٢) أبو يعلى (٥٨٩٨) ابن حبان (٣٠٥٧) حاكم (٢٧/٢) بيهقی (٤٩/٦) طبرانی صغير (١٣٣/٢) شرح السنة (٣٥٢/٤)]

(2) حضرت سعد بن اَطول رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ أَنَّ أخاهُ ماتَ وترك ثلاثَ مِائَةَ درهمٍ وتركَ عِيالاً فأردتُ أنْ أُنفِقَهَا عَلَىٰ عِيَالِهِ فقالَ النبيُّ ﷺ **إِنَّ أَخَاكَ مُحْتَبَسٌ بِدَيْنِهِ فَاقْضِ عَنْهُ** ﴾

''ان کا بھائی تین سو درہم ترکہ چھوڑ کر فوت ہو گیا چونکہ میت کے اہل و عیال بھی تھے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اس کے عیال پر یہ درہم خرچ کرنے کا ارادہ کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک تمہارا بھائی اپنے قرض کی وجہ سے روک دیا گیا ہے' اس کی طرف سے قرض ادا کرو۔'' (۱)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عہد رسالت میں اگر کوئی مقروض فوت ہو جاتا تو نبی ﷺ دریافت فرماتے کہ کیا اس نے قرض کی ادائیگی کے لیے کچھ چھوڑا ہے؟ اگر لوگ کہتے ہاں تو آپ ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھا دیتے اور اگر لوگ کہتے نہیں تو آپ ﷺ فرماتے ﴿ صَلُّوا عَلَىٰ صَاحِبِكُمْ ﴾ ''اپنے ساتھی کی نماز جنازہ خود ہی پڑھ لو'' پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو فتوحات سے نوازا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ أنَا أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ فَمَنْ تُوُفِّيَ عَلَيهِ دَيْنٌ فعلَيَّ قَضاءٌ وَمَن تَرَكَ مالاً فَهُوَ لِوَرَثَتِهِ ﴾

''میں مومنوں کے اپنے نفسوں سے بھی ان کے زیادہ قریب ہوں لہٰذا جو فوت ہو جائے اور اس پر قرض ہو تو اس کی ادائیگی میرے ذمے ہے اور جس نے ترکے میں کوئی مال چھوڑا تو وہ اس کے ورثاء کے لیے ہے۔'' (۲)

(4) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَنْ أَخَذَ أَموالَ النَّاسِ يُرِيْدُ أَدَائَهَا أَدَّى اللّٰهُ عَنْهُ وَمَنْ أَخَذَهَا يريدُ إِتْلَافَهَا أَتْلَفَهُ اللّٰهُ ﴾

''جس شخص نے لوگوں سے ادا کر دینے کے ارادے سے مال حاصل کیا (پھر کسی وجہ سے وہ زندگی میں ادا نہ کر سکا) تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے ادا فرما دیں گے۔ اور جس نے لوگوں سے ہلاک (یا ضبط) کر لینے کی نیت سے مال لیا تو اللہ تعالیٰ بھی اسے ہلاک کر دیں گے۔'' (۳)

---

(۱) [**صحيح** : أحكام الجنائز (ص/۲٦) ابن ماجة (۲٤۳۳) كتاب الصدقات : باب الدين على الميت ' أحمد (۱۳٦/٤) بيهقي (۱٤۲/۱۰)]

(۲) [**صحيح** : صحيح ابن ماجة (۱۹۵۹) كتاب الصدقات : باب التشديد في الدين ' ابن ماجة (۲٤۱۵)]

(۳) [بخاري (۲۳۸۷) كتاب في الاستقراض وأداء الديون والحجر والتفليس : باب من أخذ أموال الناس يريد أدائها أو إتلافها ' ابن ماجة (۲٤۱۱)]

(ابن قدامہؒ) وفات کے فوراً بعد میت کا قرض ادا کر دینا چاہیے۔(۱)

(صالح بن فوزان) میت کے قرض کی ادائیگی میں جلدی کرنا واجب ہے۔(۲)

بیوی کے سوا میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منانا کسی کے لیے جائز نہیں

(1) حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس اس وقت گئی جب ان کے والد ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تھا۔ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا نے خوشبو منگوائی جس میں خلوق خوشبو کی زردی یا کسی اور چیز کی ملاوٹ تھی' پھر وہ خوشبو ایک لونڈی نے ان کو لگائی اور اُم المومنین نے خود اپنے رخساروں پر اسے لگایا۔ پھر کہا کہ اللہ کی قسم! مجھے خوشبو کے استعمال کی کوئی خواہش نہیں تھی لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ ' إِلَّا عَلَى زَوجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا ﴾

''کسی عورت کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو جائز نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ کسی کا سوگ منائے سوائے شوہر کے (کہ اس کا سوگ) چار ماہ دس دن تک ہے۔''(۳)

(2) محمد بن سیرینؒ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ تُوُفِّيَ ابْنٌ لِأُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا ' فَلَمَّا كَانَ الْيَومَ الثَّالِثُ دَعَتْ بِصُفْرَةٍ فَتَمَسَّحَتْ بِهِ وَقَالَتْ : نُهِينَا أَنْ نُحِدَّ أَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثٍ إِلَّا بِزَوجٍ ﴾

''حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا کا ایک بیٹا فوت ہو گیا۔ وفات کے تیسرے روز انہوں نے زرد رنگ کی خوشبو منگوائی اور اسے اپنے بدن پر لگایا اور فرمایا کہ شوہر کے سوا کسی دوسرے پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنے سے ہمیں منع کیا گیا ہے۔''

---

(۱) [المغنى لابن قدامة (۳/ ۳٦۷)]

(۲) [بحوث فقهية فى قضايا عصرية (ص/ ۲۵٦)]

(۳) [بخارى (۵۳۳٤) كتاب الطلاق : باب تحد المتوفى عنها زوجها أربعة أشهر وعشرا ' مسلم (۱٤۸٦) كتاب الطلاق : باب وجوب الإحداد فى عدة الوفاة وتحريمه فى غير ذلك إلا ثلاثة أيام ' ابو داود (۲۲۹۹) كتاب الطلاق : باب إحداد المتوفى عنها زوجها ' ترمذى (۱۱۹۵) كتاب الطلاق واللعان : باب ما جاء فى عدة المتوفى عنها زوجها ' ابن ماجة (۲۰۸۵) كتاب الطلاق : باب هل تحد المرأة على غير زوجها ' موطا [illegible] بيهقى (۷/ ٤۳۷)]

صحیح مسلم کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا' ہمیں منع کیا گیا کہ (دورانِ سوگ) ہم سرمہ لگائیں یا خوشبو لگائیں یا زرد رنگ کا لباس زیب تن کریں۔(۱)

(نوویؒ) شرعی طور پر سوگ یہ ہے کہ عورت خوشبو اور زیب و زینت وغیرہ کی اشیاء ترک کر دے۔(۲)

(سلیم ہلالی) مسلمان عورت کے لیے جائز ہے کہ میت پر تین دن تک سوگ کرے خواہ وہ قریبی ہو یا اجنبی لیکن شوہر پر چار ماہ اور دس دن سوگ کرنا واجب ہے۔(۳)

مزید رقمطراز ہیں کہ جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے اس پر زیب و زینت کے ملبوسات پہننا' مہندی لگانا' سرمہ ڈالنا' زیور پہننا اور خوشبو لگانا سب حرام ہے۔ البتہ شریعت نے عورت کو صرف غسل حیض کے وقت کچھ خوشبو لگانے کی اجازت دی ہے تا کہ وہ ناپسندیدہ بدبو ختم ہو جائے جو خون کے اثر کی وجہ سے باقی ہوتی ہے' (واضح رہے کہ) یہ اجازت اس لیے نہیں کہ عورت خوشبودار ہو جائے۔(٤)

وفات کے بعد اعمال منقطع ہو جاتے ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس سے اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین اعمال کے (اور وہ یہ ہیں) صدقہ جاریہ یا ایسا علم جس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہو یا نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔''(٥)

مرنے والوں کو گالیاں دینا ممنوع ہے

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

(۱) [بخاری (۱۲۷۹) کتاب الجنائز : باب حد المرأة علی غیر زوجها ' مسلم (۹۳۸) کتاب الطلاق : باب وجوب الإحداد فی عدة الوفاة وتحریمه فی غیر ذلك إلا ثلاثة أیام ' ابو داود (۲۳۰۲) کتاب الطلاق : باب فیما تجتنبه المعتدة فی عدتها ' ابن ماجة (۲۰۸۷) کتاب الطلاق : باب هل تحد المرأة علی غیر زوجها ' دارمی (۲۲۸٦) طبرانی کبیر (۱۳۷/۲٥) ابن الجارود (۷٦٦) شرح السنة للبغوی (۲۳۹۰) بیهقی (٤۳۹/۷) ابن حبان (٤۳۰٥)]

(۲) [شرح مسلم للنووی (٤۳۹/٥)]

(۳) [موسوعة المناهی الشرعیة (۱۳/۲)]

(٤) [موسوعة المناهی الشرعیة (۱٥/۲)]

(٥) [مسلم (۱٦۳۱) کتاب الوصیة : باب ما یلحق الإنسان من الثواب بعد المیت ' الأدب المفرد للبخاری (۳۸) أبو داود (۲۸۸۰) کتاب الوصایا : باب ما جاء فی الصدقة عن المیت' نسائی (۱۲۹/۲) مشکل الآثار (۸٥/۱)]

﴿ لَا تَسُبُّوا الْأَمْوَاتَ فَإِنَّهُمْ قَدْ أَفْضَوْا إِلَى مَا قَدَّمُوا ﴾

''مردوں کو گالی مت دو کیونکہ انہوں نے جو آگے بھیجا ہے (یعنی جو عمل کیے ہیں) اسے حاصل کر لیا ہے۔''(۱)

(2) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ فَتُؤْذُوا الْأَحْيَاءَ ﴾

''گالی سے تم زندہ لوگوں کو تکلیف دیتے ہو (کیونکہ مرنے والوں سے ان کا قریبی تعلق ہے)۔''(۲)

(3) ایک اور روایت میں ہے کہ

﴿ وَإِذَا مَاتَ صَاحِبُكُمْ فَدَعُوهُ ﴾

''جب تمہارا ساتھی فوت ہو جائے تو اسے چھوڑ دو (یعنی اسے برا بھلا مت کہو)۔''(۳)

(امیر صنعانیؒ) پہلی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مردوں کو گالی دینے کی حرمت کا ثبوت ہے۔(٤)

(عبداللہ بسام) حدیث کا ظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مردوں کو گالی دینا مطلق طور پر حرام ہے خواہ میت مسلمان ہو یا کافر یا مسلمان فاسق ہو یا صالح۔(٥)

(سلیم ہلالی) مردوں کو گالیاں دینا حرام ہے۔(٦)

وفات کے تیسرے اور چالیسویں روز مجالس ذکر

(سعودی مجلس افتاء) تیسرے روز کی مجالس کے متعلق کمیٹی نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ یہ کام اُن حضرات کے ایجاد کردہ ہیں جو اسلام سے جاہل ہیں اور ایسے تمام کام بدعات وخرافات ہونے کی وجہ سے مردود ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہماری مہر نہیں تو وہ مردود ہے۔

چالیسویں روز کی مجالس کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ اصل میں یہ عادتِ فرعونیہ ہے جو قبل از اسلام فراعنہ

---

(۱) [بخاری (۱۳۹۳، ٦٥١٦) کتاب الجنائز : باب ما ینہی من سب الأموات، نسائی (٤/٥٣) أحمد (٦/١٨٠) دارمی (٢/٢٣٩) ابن حبان (٣٠٢١) شرح السنة (٣/٢٦٣)]

(٢) [صحيح : صحیح ترمذی (١٦١٤) کتاب البر والصلة : باب ما جآء فی الشتم، ترمذی (١٩٨٢) أحمد (٤/٢٥٢) طبرانی کبیر (١٠١٣) ابن حبان (٣٠٢٢_الإحسان)]

(٣) [صحيح : السلسلة الصحيحة (٢٨٥) دارمی (٢/١٥٩) ابن حبان (١٣١٢)]

(٤) [سبل السلام (٢/٣١٨)]

(٥) [توضيح الأحكام شرح بلوغ المرام (٣/٢٧٨)]

(٦) [موسوعة المناهي الشرعية (٢/٤٩)]

میں پائی جاتی تھی پھر ان کی طرف سے یہ پھیلتی پھیلتی دوسروں میں بھی سرایت کر گئی۔ یہ منکر بدعت ہے جس کی اسلام میں کوئی دلیل نہیں اور نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان بھی اس کا رد کرتا ہے کہ جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسا کام ایجاد کیا جو اس میں سے نہیں تو وہ مردود ہے۔(۱)

مردوں پر فاتحہ خوانی کا حکم

(ابن عثیمین) مردوں پر فاتحہ خوانی کے متعلق میرے علم میں سنت سے کوئی دلیل موجود نہیں لہٰذا اس سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ عبادات میں اصل ممانعت وحرمت ہے (یعنی انسان از خود کوئی عبادت نہیں کر سکتا سوائے اس کے کہ جس کا حکم دیا گیا ہے) حتی کہ اس کے ثبوت پر کوئی دلیل قائم ہو جائے۔(۲)

مردوں کے لیے قرآن خوانی کرانا

(سعودی مجلس افتاء) اس نیت سے قرآن کی تلاوت کرنا کہ اس کا ثواب میت کو پہنچے گا جائز نہیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق کوئی ثبوت منقول نہیں۔...... نبی ﷺ سے صرف اتنا ثابت ہے کہ آپ قبروں کی زیارت کیا کرتے تھے اور مردوں کے لیے دعا کیا کرتے تھے جیسا کہ آپ نے اپنے صحابہ کو وہ دعائیں سکھائی ہیں۔...... جب قرآن کی قراءت وغیرہ جیسا کوئی کام بھی اس کے اسباب موجود ہونے کے باوجود آپ ﷺ نے نہیں کیا تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ عمل جائز نہیں۔ یہ بات بھی معروف ہے کہ صحابہ کرام آپ ﷺ کی اقتدا کرتے رہے' وہ مردوں کے لیے زیارت کے وقت دعا بھی کرتے لیکن ان سے یہ بالکل ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے کبھی مردوں کے لیے قرآن کی قراءت کی ہو لہٰذا مردوں کے لیے قرآن خوانی بدعت ہے۔(۳)

فوت شدہ کو مرحوم کے لقب سے پکارنا

(سعودی مجلس افتاء) میت کو ''مرحوم'' یعنی رحم کیا گیا کے لقب سے پکارنا جائز نہیں بلکہ اس کے لیے صرف یہ کہا جا سکتا ہے ''رحمہ اللہ'' یعنی اللہ اس پر رحم کرے۔ کیونکہ پہلے جملے کا کہنے والا یہ خبر دے رہا ہے کہ میت پر رحم کر دیا گیا ہے حالانکہ اس کی حقیقت کا علم تو صرف اللہ کے پاس ہی ہے۔(٤)

---

(۱) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۱٥۳/۹)]

(۲) [فتاوی إسلامية (٥۲/۲)]

(۳) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية ولإفتاء (٤۸/۹ - ٤۹)]

(٤) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية ولإفتاء (١٤١/۹)]

(ابن بازؒ) رسائل و جرائد میں کثرت سے بعض لوگوں کی وفات کے متعلق اشتہارات دیئے جاتے ہیں اور پھر ان کے اقارب فوت ہونے والوں کے لیے مختلف القابات بھی استعمال کرتے ہیں مثلاً یہ کہ فلاں ''مغفورلہ'' ہے یعنی جسے بخش دیا گیا ہے یا فلاں ''مرحوم'' ہے یعنی اس پر رحم کیا گیا ہے یا اس کے ہم معنی الفاظ مثلاً وہ تو جنتی ہے وغیرہ وغیرہ بیان کرتے ہیں۔

اب ہر وہ شخص جسے اُمورِ اسلام اور عقیدۂ توحید سے کچھ بھی واقفیت ہے اُس پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ یہ باتیں اُمورِ غیبیہ سے تعلق رکھتی ہیں اور اہل السنہ والجماعہ کا یہ عقیدہ ہے کہ کسی کے لیے بھی جنتی یا جہنمی ہونے کی شہادت دینا ہرگز جائز نہیں ہاں جس کے متعلق قرآن وسنت میں کوئی دلیل موجود ہو اس کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ وہ جنتی ہے یا جہنمی جیسا کہ ابولہب کے متعلق قرآن میں جہنمی ہونے کی خبر موجود ہے' اسی طرح دس صحابہ کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے جنتی ہونے کی بشارت دی تھی۔ صرف ایسے لوگوں کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ فلاں ''مغفور لہ'' ہے یا ''مرحوم'' ہے۔ لہٰذا میت کے لیے ان کلمات کے بدلے میں ''غفر اللہ لہ'' یعنی اللہ تعالیٰ اسے بخش دے یا ''رحمہ اللہ'' اللہ اس پر رحم کرے یا اس جیسے دوسرے دعائیہ کلمات کہنے چاہییں۔ (۱)

(۱) [فتاوی إسلامية (۵۷/۲)]

باب إغسال الميت
میت کو غسل دینے کا بیان

زندہ افراد پر مسلمان میت کو غسل دینا واجب ہے

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے متعلق فرمایا جو حالت احرام میں سواری سے گر کر جاں بحق ہو گیا تھا:

﴿ اِغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ...... ﴾ "اسے پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو۔" (۱)

(2) حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کی وفات ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لائے اور فرمایا:

﴿ إِغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ ﴾

"اسے تین یا پانچ مرتبہ یا اس سے بھی زیادہ مرتبہ غسل دو۔" (۲)

(نوویؒ) میت کو غسل دینا فرض کفایہ ہے اور اس پر اجماع ہے۔ (۳)

(مہدیؒ) انہوں نے بھی اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ (٤)

(ابن حجرؒ) انہوں نے اعتراض کیا ہے کہ اجماع کا دعویٰ کیسے درست ہو سکتا ہے جبکہ مالکیہ اس کے مخالف ہیں۔ (٥)

(قرطبیؒ) انہوں نے اس غسل کے مسنون ہونے کو ترجیح دی ہے۔ (٦)

---

(۱) [بخاری (۱۸٤۹) کتاب الحج : باب المحرم یموت بعرفة ' مسلم (۱۲۰٦) کتاب الحج : باب ما یفعل بالمحرم إذا مات ' أبو داود (۳۲۳۸) کتاب الجنائز : باب المحرم یموت کیف یصنع به ' ترمذی (۹٥۱) کتاب الحج : باب ما جاء فی المحرم یموت فی إحرامه ' ابن ماجة (۳۰۸٤) کتاب المناسك : باب المحرم یموت ' نسائی (۱۹٥/٥) شرح السنة (۳۲۱/٥) ' (۱٤۸۰)]

(۲) [بخاری (۱۲٥۳) کتاب الجنائز: باب غسل المیت ووضوئه بالماء والسدر ' مسلم (۹۳۹) کتاب الجنائز: باب فی غسل المیت ' أبو داود (۳۱٤۲) کتاب الجنائز : باب کیف غسل المیت ' ترمذی (۹۹۰) کتاب الجنائز : باب ما جاء فی غسل المیت ' ابن ماجة (۱٤٥۸) کتاب الجنائز : باب ما جاء فی غسل المیت ' أحمد (۸٤/٥) نسائی (۳۱/٤)]

(۳) [المجموع (۱۱۲/٥) شرح مسلم (۳/۷)]

(٤) [البحر الزخار (۹۱/۲)]

(٥) [فتح الباری (۱۲٥/۲)]

(٦) [المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم للحافظ أبي العباس أحمد بن عمر القرطبي (٥۹۲/۲)]

(ابن عربیؒ) مالکیہ وغیرہ کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ فعل قولاً اور فعلاً متواتر ہے۔(۱)

(جمہور) میت کو غسل دینا واجب ہے۔(۲)

(امیر صنعانیؒ) اس حدیث ﴿اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ ....﴾ کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ میت کو غسل دینے کے وجوب کی دلیل ہے۔(۳)

(ابن حزمؒ) میت کو غسل دینا فرض ہے۔(٤)

(صدیق حسن خانؒ) غسلِ میت کا وجوب متفق علیہ مسئلہ ہے۔(٥)

(البانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٦)

(سعودی مجلس افتاء) میت کو غسل دینا فرض کفایہ ہے۔(۷)

(دکتور وھبہ زحیلی) یہی مؤقف رکھتے ہیں۔(۸)

قریبی رشتہ دار دوسروں سے زیادہ مستحق ہیں جبکہ میت اس کی جنس سے ہو

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿لِيَلِه أقربُكُم إن كان يَعلَمُ فإنْ كان لا يَعلَم فمَنْ ترون عِندهُ حظًّا من ورَعٍ وأَمانَةٍ﴾

''میت کو غسل دینے کا سب سے زیادہ مستحق اس کا سب سے زیادہ قریبی ہے بشرطیکہ اسے (اس کے صحیح طریقۂ کار کا) علم ہو' لیکن اگر علم نہ ہو تو پھر جسے تم سمجھو کہ اس کے پاس تقویٰ و امانت کا کچھ حصہ موجود ہے (وہ غسل دے)۔''(۹)

اگرچہ یہ روایت قابل حجت نہیں لیکن یہ بات درست ہے کہ قریبی رشتہ دار ہی محبت' شفقت' راز کی باتیں

---

(۱) [كما فى فتح البارى (۱٦۲/۲)]

(۲) [نيل الأوطار (٦۷٥/۲)]

(۳) [سبل السلام (۷۲۸/۲)]

(٤) [المحلى بالآثار (۳۳۳/۳)]

(٥) [الروضه الندية (٤٠٦/۱)]

(٦) [أحكام الجنائز (ص/٦٤)]

(۷) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۳٥۹/۸)]

(۸) [الفقه الإسلامى وأدلته (٤٥۷/۲)]

(۹) [أحمد (۱۱۹/٦) بيهقى (۳۹٦/۳) طبرانى أوسط كما فى المجمع (٤٠۷/۲)] اس کی سند میں جابر جعفی راوی ہے جس میں بہت زیادہ کلام ہے۔[نيل الأوطار (٦۷٤/۲)]

چھپانے میں زیادہ امین اور مکمل توجہ کے حامل ہونے کی وجہ سے زیادہ مستحق ہیں۔ (واللہ اعلم)

علاوہ ازیں ایک جنس کا ہونا سوائے استثنائی صورتوں کے قابل عمل ہے جیسا کہ گذشتہ حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کو عورتوں نے غسل دیا۔(۱)

(شوکانیؒ) دور نبوی اور دور صحابہ میں مردوں کو مرد اور عورتوں کو عورتیں ہی غسل دیا کرتی تھیں۔(۲)

(البانیؒ) استثنائی صورتوں کے علاوہ مرد مردوں کو اور عورتیں عورتوں کو غسل دیں۔(۳)

میاں بیوی ایک دوسرے کو غسل دینے کے زیادہ مستحق ہیں

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا:

﴿ لَوْ مُتِّ قَبْلِي لَغَسَّلْتُكِ ﴾ ''اگر تو مجھ سے پہلے فوت ہوگئی تو میں تمہیں غسل دوں گا۔''(٤)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿ لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا غَسَّلَ رَسُولَ اللهِ ﷺ إِلَّا نِسَائُهُ ﴾

''اگر مجھے اپنے اس معاملے کا پہلے علم ہو جاتا کہ جس کا مجھے تاخیر سے علم ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف آپ کی بیویاں ہی غسل دیتیں۔''(٥)

(3) حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿ أَنَّ فَاطِمَةَ أَوْصَتْ أَنْ يُغَسِّلَهَا عَلِيٌّ ﴾ ''فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وصیت کی کہ انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ غسل دیں۔''(٦)

---

(۱) [بخاری (۱۲۵۳)]

(۲) [السیل الجرار (۳٤٤/۱)]

(۳) [أحکام الجنائز (ص/٦٥)]

(٤) **احسن**: صحیح ابن ماجة (۱۱۹۷) إرواء الغلیل (۷۰۰) أحکام الجنائز (ص/٦۷) أحمد (۲۲۸/٦) ابن ماجة کتاب ما جاء في الجنائز: باب ما جاء في غسل الرجل امرأته... دارمی (۳۷۰۱) بیهقی (۳۹٦/۳) دارقطنی (۷٤/۲)]

(٥) [**صحیح**: صحیح ابن ماجة (۱۱۹٦) أبو داود (۳۱٤۱) کتاب الجنائز: باب في ستر المیت عند غسله' ابن ماجة (۱٤٦٤)] حافظ ابن حجرؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[تلخیص الحبیر (۲/۳ ۷٤)] حافظ بوصیریؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔[مصباح الزجاجة (٤۷٤/۱)]

(٦) [دارقطنی (۷۹/۲)] شیخ محمد صبحی حلاق نے اسے حسن کہا ہے۔[التعلیق علی سبل السلام (۳۳٥/۳)]

(4) چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دیا۔(۱)

(5) حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو وفات کے بعد غسل دیا پھر انہوں نے وہاں موجود مہاجرین سے دریافت کیا کہ آج سخت سردی ہے کیا مجھ پر غسل ضروری ہے تو انہوں نے کہا کہ نہیں۔(۲)

(6) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

﴿ أَحَقُّ النَّاسِ بِغُسْلِ الْمَرْأَةِ وَالصَّلَاةِ عَلَيْهَا زَوْجُهَا ﴾

''عورت کو غسل دینے اور اس کی نماز جنازہ پڑھنے کا لوگوں میں سب سے زیادہ مستحق اس کا شوہر ہے۔''(۳)

(شوکانیؒ) تمام صحابہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا (کے اس عمل) پر کوئی انکار نہیں کیا تو یہ اجماع (کی مانند) ہے۔(٤)

(جمہور) اسی کے قائل ہیں۔

(ابوحنیفہؒ) مرد اپنی بیوی کو غسل نہیں دے سکتا حتی کہ اگر خاوند کے سوا غسل دینے کے لیے کوئی اور نہ ہو تو پھر بھی اسے غسل نہ دے بلکہ تیمّم کرا دے تاہم بیوی اپنے خاوند کو غسل دے سکتی ہے۔(٥)

(راجح) بلاشبہ گذشتہ صحیح احادیث جمہور کے مؤقف (یعنی میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کو غسل دے سکتے ہیں) کو ترجیح دیتی ہیں۔

(شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٦)

(صدیق حسن خانؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(٧)

---

(۱) [دارقطنی (۷۹/۲) ترتیب المسند للشافعی (۲۰٦/۱) الحلیة لأبی نعیم (٤۳/۲) بیهقی (۳۹٦/۳) شیخ محمد صبحی حلاق نے اسے حسن کہا ہے۔[التعلیق علی السیل الجرار (٦۸٥/۱)]

(۲) [مؤطا : كتاب الجنائز : باب غسل الميت]

(۳) [عبد الرزاق (٦۱۲٤)]

(٤) [نيل الأوطار (٦۷٦/۲)]

(٥) [المغنى (٤٦۱/۳) الحاوى (٤٦۱/۳) الأم (٤۷۲/۱) بدائع الصنائع (۳۰٤/۱) المبسوط (۷۱/۲) حاشية الدسوقى (٤۰۸/۱) نيل الأوطار (٦۷٦/۲)]

(٦) [السيل الجرار (۳٤٤/۱) نيل الأوطار (٦۷۷/۲)]

(۷) [الروضة الندية (٤۰۷/۱)]

(ابن قدامہؒ) میاں بیوی ایک دوسرے کو غسل دے سکتے ہیں۔(۱)

(ابن حزمؒ) یہی مؤقف رکھتے ہیں۔(۲)

(امیر صنعانیؒ) اسی کو برحق گردانتے ہیں۔مزید فرماتے ہیں کہ حدیث امام ابوحنیفہؒ کے قول کا رد کرتی ہے۔(۳)

(ابن بازؒ) شرعی دلائل نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ بیوی اگر اپنے شوہر کو غسل دے اور اس کے قابلِ ستر اعضاء کو دیکھ لے تو اس پر کوئی حرج نہیں اور (اسی طرح) مرد اگر اپنی بیوی کو غسل دے اور اس کے قابلِ ستر اعضاء کو دیکھ لے تو اس پر بھی کوئی حرج نہیں۔(٤)

(البانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٥)

(ابن عثیمینؒ) اگر بیوی فوت ہو جائے تو شوہر اسے غسل دے سکتا ہے اور اگر شوہر فوت ہو جائے تو بیوی اسے غسل دے سکتی ہے۔(٦)

(سید سابق) اسی کے قائل ہیں۔(۷)

(صالح بن فوزان) یہی مؤقف رکھتے ہیں۔(۸)

(سعودی مجلس افتاء) مرد کا اپنی بیوی کو غسل دینا اور بیوی کا اپنے شوہر کو غسل دینا جائز ہے۔(۹)

(عبداللہ بسام) مرد اپنی بیوی کو اور بیوی اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے۔ائمہ ثلاثہ اور جمہور فقہا کا کہنا ہے کہ مرد اپنی بیوی کو غسل دے سکتا ہے لیکن امام ابوحنیفہؒ نے اس مسئلے کی مخالفت کی ہے (ان کا کہنا ہے کہ بیوی اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے جبکہ شوہر اپنی بیوی کو غسل نہیں دے سکتا) ان کی دلیل قیاس ہے اور قیاس کفایت نہیں کرتا۔(۱۰)

---

(۱) [المغنی لابن قدامة (٤٦١/٣)]

(۲) [المحلی بالآثار (٤٠٥/٣)]

(۳) [سبل السلام (٧٤٢/٢)]

(٤) [فتاوی إسلامية (٢٥/٢)]

(٥) [أحكام الجنائز (ص/٦٧)]

(٦) [مجموع فتاوی لابن عثيمين (٨٥/١٧)]

(۷) [فقه السنة (٢٦٢/١)]

(۸) [بحوث فقهية فی قضايا عصرية (ص / ٢٥٦)]

(۹) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٣٦٥/٨)]

(۱۰) [توضيح الأحكام شرح بلوغ المرام (١٨٢/٣)]

(دکتور عائض القرنی) میاں بیوی ایک دوسرے کو غسل دے سکتے ہیں۔(۱)

☐ اگر مرد نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہو پھر ان میں سے کوئی ایک دورانِ عدت ہی فوت ہو جائے اور طلاق رجعی ہو تو ان دونوں کا حکم وہی ہے جو طلاق سے قبل زوجین کا ہے کیونکہ وہ اس کی بیوی ہے' وفات کی عدت گزارے گی' اس کی وارث بنے گی اور وہ اس کا وارث بنے گا۔(۲)

کیا حائضہ عورت کسی کو غسل دے سکتی ہے؟

(سعودی مجلس افتاء) حائضہ عورت کے لیے جائز ہے کہ وہ عورتوں کو غسل دے اور انہیں کفن پہنائے اور مردوں میں سے وہ صرف اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے۔ جنازے کو غسل دینے سے حیض کو رکاوٹ تسلیم نہیں کیا جائے گا۔(۳)

شہید کو غسل نہیں دیا جائے گا

(1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُحد کے دو دو شہید مردوں کو ایک ہی کپڑے میں کفن دیتے اور پوچھتے کہ ان میں قرآن کس نے زیادہ یاد کیا ہے۔ پھر جب کسی ایک کی طرف اشارہ کر دیا جاتا تو لحد میں اسی کو آگے بڑھاتے اور فرماتے جاتے کہ میں ان پر گواہ ہوں:

﴿ وَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ فِي دِمَائِهِمْ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُغَسِّلْهُمْ ﴾

''اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خون سمیت دفن کرنے کا حکم دیا' نہ ان کی نماز جنازہ پڑھی اور نہ ان کو غسل دیا۔''(۴)

(2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ رُمِيَ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فِي حَلْقِهِ فَأُدْرِجَ فِي ثِيَابِهِ كَمَا هُوَ' قَالَ : وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﴾

''ایک آدمی کو حلق میں تیر لگا اور وہ مر گیا۔ اسے اس کے اپنے کپڑوں سمیت کہ جن میں وہ تھا دفن کر دیا گیا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (جب یہ واقعہ پیش آیا) ہم رسول اللہ کے ساتھ تھے۔''(۵)

---

(۱) [فقه الدليل (ص ۱۷٦-۱۷۷)]

(۲) [المغني لابن قدامة (۳/٤٦۲)]

(۳) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۸/۳٦۹)]

(٤) [بخاري (۱۳٤۷) كتاب الجنائز : باب من يقدم في اللحد' ترمذي (۱۰۳٦) كتاب الجنائز : باب ما جاء في ترك الصلاة على الشهيد' نسائي (٤/٦۲) ابن ماجة (۱٥۱٤) كتاب الجنائز : باب ما جاء في الصلاة على الشهداء ودفنهم' أحمد (٥/٤۳۱) بيهقي (٤:۱٤)]

(٥) [حسن : صحيح أبو داود (۲٦۸۷) كتاب الجنائز : باب في الشهيد يغسل' أبو داود (۳۱۳۳)] امام شوکانی فرماتے ہیں کہ اس کی سند مسلم کی شرط پر ہے۔ [نيل الأوطار (۲/٦۷۸)] حافظ ابن حجرؒ سے بھی یہی قول مروی ہے۔ [تلخيص الحبير (۲:۲٤۰)]

(3) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ لَا تَغْسِلُوهم فَإِنَّ كُلَّ جُرحٍ يفوحُ مِسْكًا يومَ الْقِيَامةِ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ ﴾

''انہیں غسل نہ دو کیونکہ روز قیامت (ان کا) ہر زخم خوشبو پھینک رہا ہوگا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ بھی نہ پڑھی۔'' (۱)

(ابن حزمؒ) شہید کو غسل نہیں دیا جائے گا۔ (۲)

(امیر صنعانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۳)

(عبداللہ بسام) انہوں نے یہی مؤقف اختیار کیا ہے۔ (٤)

(جمہور، شافعیؒ، مالکؒ) شہید کو کسی حال میں بھی غسل نہیں دیا جائے گا۔

(ابو یوسفؒ، محمدؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(احمدؒ، ابو حنیفہؒ) شہید کو صرف حالت جنابت میں غسل دیا جائے گا۔

(ابن قدامہؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (٥)

(دکتور عائض القرنی) شہید کو غسل نہیں دیا جائے گا۔ (٦)

جن حضرات کے نزدیک حالت جنابت میں شہید ہونے والے شخص کو غسل دینا ضروری ہے ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ حالت جنابت میں شہید ہونے کی وجہ سے فرشتوں نے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کو غسل دیا۔ (۷)

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ لِذَالِكَ غَسَّلَتْهُ الْمَلَائِكَةُ ﴾ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنبی ہونے کی وجہ سے

---

(۱) [**صحيح**: أحكام الجنائز (ص/۷۳) أحمد (۲۹٦/۳) الفتح الربانى (۱٥۹/۷)]

(۲) [المحلى بالآثار (۳۳٦/۳)]

(۳) [سبل السلام (۱٥٥/۱)]

(٤) [توضيح الأحكام شرح بلوغ المرام (۱۲٦/۳)]

(٥) [المدونة الكبرى (۱٦٥/۱) الكافى (۲٤۰/۱) بداية المجتهد (۱٦٤/۱) تفسير قرطبى (۲۷۰/٤) قوانين الأحكام (ص/۱۱۰) الأم (۲٦۷/۱) شرح المهذب (۲٦۰/٥) حلية الأولياء (۳۰۱/۲) المغنى والشرح (٤۰۱/۲) الإنصاف (٤۹۸/۲) المبسوط (٤۹/۲) تحفة الفقهاء (۲٥۸/۱) بدائع الصنائع (۸۰۲/۲)]

(٦) [فقه الدليل (ص/ ۱۷٥)]

(۷) [**صحيح**: إرواء الغليل (۱٦۷/۳) بيهقى (۱٥/٤) ابن حبان (۸٤/۹ـ الإحسان]

ہی فرشتوں نے انہیں غسل دیا ہے۔'' (۱)

(راجح) شہید کو غسل نہیں دیا جائے گا خواہ جنبی ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ اگر انسانوں پر شہید کو غسل دینا فرض ہوتا تو محض فرشتوں کے غسل دینے سے یہ فرض ساقط نہ ہوتا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو حکم دیتے کہ وہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کو غسل دیں لیکن ایسا کچھ منقول نہیں۔

(شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۲)

(البانیؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(۳)

(سید سابق) معرکہ میں کفار کے ہاتھوں قتل ہونے والے شہید کو غسل نہیں دیا جائے گا خواہ وہ جنبی ہی ہو۔(٤)

(سلیم ہلالی) معرکہ میں قتل ہونے والے شہید کو غسل دینا جائز نہیں اگرچہ وہ جنبی ہی قتل ہوا ہو۔(٥)

جن پر شہید کا لفظ بولا گیا ہے انہیں غسل دیا جائے گا

مثلاً طاعون کی بیماری سے فوت ہونے والا' غرق ہو کر مرنے والا' جل کر فوت ہونے والا وغیرہ۔ ان سب کو بالاجماع غسل دیا جائے گا جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، تمام شہید ہیں لیکن انہیں غسل بھی دیا گیا' کفن بھی پہنایا گیا اور ان کی نماز جنازہ بھی ادا کی گئی۔

(نوویؒ) ان تمام لوگوں کو بلا اختلاف غسل بھی دیا جائے گا اور ان کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔(٦)

(ابن حزمؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۷)

(ابن قدامہؒ) یہی مؤقف رکھتے ہیں۔(۸)

(ابن عثیمینؒ) معرکے میں شہید ہونے والوں کے علاوہ سب مسلمان مردوں کو غسل دیا جائے گا' انہیں کفن پہنایا

---

(۱) [أحكام الجنائز (ص/٧٤) شیخ البانیؒ فرماتے ہیں کہ امام حاکمؒ نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے اس کو ثابت کیا ہے۔]

(۲) [نيل الأوطار (٦٧٨/٢)]

(۳) [أحكام الجنائز (ص/٧٥)]

(٤) [فقه السنة (٢٥٩/١)]

(٥) [موسوعة المناهي الشرعية (١١/٢)]

(٦) [نيل الأوطار (٦٧٨/٢) المجموع (٢٦٤/٥) الروضة الندية (٤١٠/١) البحر الزخار (٩٦/١)]

(۷) [المحلى بالآثار (٣٣٧/٣)]

(۸) [المغنى لابن قدامة (٤٧٦/٣)]

جائے گا اور ان کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔(۱)

(سید سابق) وہ شہدا جو معرکے میں کفار کے ہاتھوں قتل نہیں ہوئے اور شارع علیہ السلام نے ان پر شہید کا لفظ بولا ہے انہیں غسل دیا جائے گا اور ان کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔(۲)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑوں سمیت غسل دیا گیا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں ہے کہ

﴿ لَمَّا أَرَادُوا غُسْلَ النبيِّ ﷺ قالوا وَاللّٰهِ مَا نَدرِي أَنُجَرِّدُ رسولَ اللّٰهِ مِنْ ثِيَابِهِ كَمَا نُجَرِّدُ مَوْتَانَا أَوْ نَغْسِلُهُ وَعَلَيْهِ ثِيَابُهُ فَلَمَّا اخْتَلَفُوا أَلْقَى اللّٰهُ عَلَيْهِمُ النَّومَ حَتَّى مَا مِنْهُم رَجلٌ إلا وَذَقْنُهُ فِي صَدْرِهِ ثُم كَلَّمَهُمْ مُكَلِّمٌ مِنْ نَاحِيَةِ الْبَيْتِ لا يَدْرُونَ مَنْ هُوَ أَنِ اغْسِلُوا النبيَّ ﷺ وَعَلَيهِ ثِيَابُهُ فَقَامُوا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَغَسَلُوهُ وَعَلَيْهِ قَمِيصُهُ يَصُبُّونَ الْمَاءَ فَوْقَ الْقَمِيصِ وَيُدَلِّكُونَهُ بِالْقَمِيصِ دُونَ أَيْدِيهِم ﴾

”جب لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے کا ارادہ کیا تو انہوں نے کہا' اللہ کی قسم! ہمیں علم نہیں کہ کیا ہم اپنے عام مردوں کی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی کپڑے اتار دیں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑوں سمیت غسل دیں۔ جب لوگوں میں یہ اختلاف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند مسلط کر دی حتی کہ ان میں سے ہر ایک کی ٹھوڑی اس کے سینے میں لگی ہوئی تھی۔ پھر گھر کے ایک کونے سے کسی کلام کرنے والے نے کلام کیا جسے وہ لوگ نہیں جانتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑوں سمیت غسل دو۔ لہٰذا وہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھے اور آپ کو آپ کی قمیض سمیت غسل دیا۔ وہ قمیض پر پانی ڈال رہے تھے اور اپنے ہاتھوں سے نہیں بلکہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی) قمیض کے ساتھ آپ کو مل رہے تھے۔“(۳)

غسل کے لیے پردے کا اہتمام کرنا چاہیے

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ إِلَى عَوْرَةِ الرَّجُلِ وَلَا الْمَرْأَةُ إِلَى عَوْرَةِ الْمَرْأَةِ ﴾

---

(۱) [مجموع فتاوى لابن عثيمين (۸۹/۱۷)]

(۲) [فقه السنة (۲۵۹/۱)]

(۳) [**حسن** : صحيح أبو داود (۲۶۹۳) كتاب الجنائز : باب في ستر الميت عند غسله' أبو داود (۳۱۴۱) أحمد (۲۶۷/۶) حاكم (۵۹/۳) ابن حبان (۲۱۵۶۔ الموارد) أبو يعلى (۴۴۹۴) بيهقي في السنن الكبرى (۳۹۸/۳)]

''نہ کوئی مرد کسی مرد کے ستر کو دیکھے اور نہ ہی کوئی عورت کسی عورت کے ستر کو دیکھے۔'' (۱)

علاوہ ازیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی جس روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لا تُبرز فَخِذَكَ وَلَا تَنظُر إِلَى فَخِذِ حَيِّ وَلا مَيِّتٍ ﴾

''اپنی ران کو ظاہر مت کرو اور کسی کی ران مت دیکھو خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ ہو'' وہ ضعیف ہے۔ (۲)

غسل سے پہلے میت کے پیٹ پر اچھی طرح ہاتھ پھیرنا چاہیے

تا کہ اگر پیٹ میں کوئی نجاست وغیرہ رہ گئی ہو تو وہ خارج ہو جائے اور میت اچھی طرح پاک ہو جائے۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے لگا تو

﴿ فَذَهَبْتُ أَنْظُرُ مَا يَكُونُ مِنَ الْمَيِّتِ ، فَلَمْ أَرَ شَيْئًا ، وَ كَانَ طَيِّبًا حَيًّا و ميتًا ﴾

''میں نے وہ چیز دیکھنے کے لیے جو عموماً میت سے خارج ہوتی ہے (یعنی فضلہ وغیرہ) آپ کے جسم پر (اچھی طرح ہاتھ پھیر کر دیکھا) مگر کچھ نظر نہ آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے زندگی میں پاک تھے ویسے ہی وفات کے بعد بھی پاک تھے۔'' (۳)

اعضائے وضوء اور دائیں اعضاء کو پہلے دھویا جائے

حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کے غسل کے وقت فرمایا:

﴿ اِبْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مِنْهَا ﴾

''دائیں جانب سے اور اعضائے وضوء سے غسل شروع کرو۔'' (۴)

---

(۱) [مسلم (۳۳۸) كتاب الحيض : باب تحريم النظر إلى العورات ' ابو داود (۴۰۱۸) كتاب الحمام : باب ما جاء في التعرى ' ترمذى (۲۷۹۳) كتاب الأدب : باب في كراهية مباشرة الرجال الرجال والمرأة المرأة ' ابن ماجة (۶۶۱) كتاب الطهارة وسننها : باب النهى أن يرى عورة أخيه ' احمد (۱۱۶۰۱) نسائى فى السنن الكبرى (۹۲۲۹/۵) ابن خزيمة (۷۲) ابن أبي شيبة (۱۰۶/۱) بيهقى (۹۸/۷)]

(۲) [ضعيف : ضعيف أبو داود (۸۶۷) ضعيف الجامع (۶۱۸۷) إرواء الغليل (۲۶۹) أبو داود (۴۰۱۵) أيضا ' ابن ماجة (۱۴۶۰) حاكم (۱۸۰/۴) بزار (۶۹۴)]

(۳) [صحيح : أحكام الجنائز وبدعها (ص / ۶۸) حاكم (۳۶۲/۱) بيهقى (۵۳/۴) امام حاکم نے اسے شیخین کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔]

(۴) [بخارى (۱۲۵۵) كتاب الجنائز : باب يبدأ بميامن الميت ' مسلم (۹۳۹) كتاب الجنائز : باب فى غسل الميت ' شرح السنة للبغوى (۱۴۷۲) بيهقى (۳۸۸/۳-۳۸۹)]

(نوویؒ) میت کو غسل دیتے وقت دائیں اعضاء کو مقدم کرنا اور اسے پہلے وضوء کرانا مستحب ہے۔(۱)

غسل تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا اس سے زیادہ مرتبہ حسب ضرورت دینا چاہیے

اور پانی میں بیری کے پتوں کا استعمال بھی مستحب ہے جیسا کہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ
﴿ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ حِينَ تُوُفِّيَتْ ابْنَتُهُ فَقَالَ : اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِن ذَلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ ذَلِكَ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَاجْعَلْنَ فِي الْآخِرَةِ كَافُورًا أَوْ شَيْئًا مِن كَافُورٍ ۔ فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَآذِنَّنِي ، فَلَمَّا فَرَغْنَا آذَنَّاهُ فَأَعْطَانَا حِقْوَهُ فَقَالَ : أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ ﴾
نبی کریم ﷺ ہمارے پاس اس وقت تشریف لائے جب ہم آپ ﷺ کی صاحبزادی کو غسل دے رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا اس سے بھی زیادہ مرتبہ غسل دو اگر تم ضرورت محسوس کرو۔ غسل پانی اور بیری کے پتوں سے دو اور آخر میں کافور (یا کہا کہ) کچھ کافور ڈال لینا اور غسل سے فارغ ہو کر مجھے خبر دے دینا۔ چنانچہ ہم نے جب غسل دے لیا تو آپ ﷺ کو خبر دے دی۔ آپ ﷺ نے ہمیں اپنا ازار دیا اور فرمایا کہ اسے اس کی قمیض بنا دو۔ آپ ﷺ کی مراد اپنے ازار سے ہی تھی۔''(۲)

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ سَبْعًا ﴾ ''تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا سات مرتبہ غسل دو۔'' اور اس میں یہ لفظ بھی ہیں کہ ﴿ اغْسِلْنَهَا وِتْرًا ﴾ ''اور اسے طاق عدد میں غسل دو۔''(۳)

سنن ابی داود کی روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ﴿ أَوْ سَبْعًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّهُ ﴾ ''یا سات مرتبہ یا اس سے بھی زیادہ مرتبہ غسل دو اگر تم اس کی ضرورت محسوس کرو۔''(۴)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ میت کو کم از کم تین مرتبہ ضرور غسل دینا چاہیے اور بوقت ضرورت پانچ، سات یا اس سے بھی زیادہ مرتبہ طاق عدد کا لحاظ رکھتے ہوئے غسل دیا جا سکتا ہے۔ بیری کے پتے استعمال کرنے کا حکم محض نظافت و صفائی کی غرض سے ہے اگر اس کے قائم مقام کوئی چیز مثلاً صابن وغیرہ استعمال کر

---

(۱) [شرح مسلم للنووی (۲۵٤/٤)]

(۲) [بخاری (۱۲۵۳) کتاب الجنائز : باب غسل المیت ووضوءه بماء وسدر، مسلم (۹۳۹) کتاب الجنائز : باب فی غسل المیت، أبو داود (۳۱٤۲) کتاب الجنائز : باب کیف غسل المیت، ترمذی (۹۹۰) کتاب الجنائز : باب ما جاء فی غسل المیت، نسائی (۳۱/٤) ابن ماجة (۱٤۵۸) کتاب الجنائز : باب ما جاء فی غسل المیت، أحمد (۸٤/۵) مؤطا (۵۱۸) طبرانی کبیر (۸٦/۲۵ ۔ ۸۸) ابن الجارود (۵۱۹)]

(۳) [بخاری (۱۲۵٤) کتاب الجنائز : باب ما یستحب أن یغسل وترا]

(٤) [**صحیح** : صحیح أبو داود (۲٦۹۸) أبو داود (۳۱٤٦)]

لیا جائے تو وہ بھی درست ہے۔

(البانیؒ) یہی مؤقف رکھتے ہیں۔(۱)

آخری مرتبہ کافور بھی استعمال کیا جائے

جیسا کہ گذشتہ حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:

﴿ وَاجْعَلْنَ فِي الْآخِيرَةِ كَافُورًا ﴾ ''آخر میں کافور ڈالو۔''

(جمہور) اس کا معنی یہ ہے کہ آخری مرتبہ پانی میں کافور (یا کوئی خوشبو وغیرہ) ملاؤ۔

(احناف، اوزاعیؒ) اس کا مفہوم یہ ہے کہ غسل کے بعد جسم پر کافور ڈال لو۔(۲)

(شوکانیؒ) ظاہر یہی ہے کہ کافور کو پانی میں ملایا جائے گا۔(۳)

کافور لگانے میں یہ حکمت بتلائی گئی ہے کہ' تا کہ میت خوشبودار ہو جائے کیونکہ اس وقت فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور بالخصوص کافور کا ہی اس لیے حکم دیا گیا ہے کیونکہ اس کی خاصیت ہے کہ جس چیز میں اسے استعمال کیا جاتا ہے وہ جلدی متغیر نہیں ہوتی اور اس کا فائدہ یہ بھی بتلایا جاتا ہے کہ اسے لگانے کے بعد کوئی بھی موذی جانور میت کے قریب نہیں آتا۔(٤)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) میت کو کستوری کی خوشبو لگانا جائز ہے۔(٥)

غسل کے لیے عورت کے بال کھولنا

(البانیؒ) عورت کے بال کھول کر اچھی طرح دھونے چاہییں۔(٦)

حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں ہے کہ

﴿ ...... نَقَضْنَهُ ثُمَّ غَسَلْنَهُ ثُمَّ جَعَلْنَهُ ثَلَاثَةَ قُرُونٍ ﴾ ''انہوں نے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کو غسل دیتے

---

(۱) [أحكام الجنائز (ص/٦٤)]

(۲) [المغنى (٣٧٨/٣) الأم (٤٤٣/١) الحاوى (١١/٣) المبسوط (٦٠/٢) الهداية (٩٠/١) بدائع الصنائع (٣٠١/١) الإختيار (٩٢/١)]

(۳) [نيل الأوطار (٦٨١/٢)]

(٤) [نيل الأوطا (٦٨٢/٢) الروضة الندية (٤٠٨/١)]

(٥) [تحفة الأحوذى (٤٥/٤)]

(٦) [أحكام الجنائز (ص/٦٥)]

ہوئے)اس کے بالوں کو کھولا' پھر انہیں دھویا' پھر ان کی تین مینڈھیاں بنا دیں۔''(۱)

میت کے بالوں میں کنگھی کرنا اور عورت کے بالوں کی مینڈھیاں بنانا

ایسا کرنا جائز ہے بالخصوص اگر میت خاتون ہو تو اس کے بالوں کی تین مینڈھیاں بنا کے پیچھے ڈال دینا مسنون ہے۔جیسا کہ حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک روایت میں یہ لفظ بھی ہیں:

﴿ فَضَفَرْنَا شَعْرَهَا ثَلَاثَةَ قُرُونٍ وَأَلْقَيْنَاهَا خَلْفَهَا ﴾ ''ہم نے اس کے سر کے بالوں کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا اور انہیں پشت پر ڈال دیا۔''(۲)

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ وَمَشَطْنَاهَا ثَلَاثَةَ قُرُونٍ ﴾ ''ہم نے کنگھی کر کے ان کے بالوں کو تین مینڈھوں میں تقسیم کر دیا۔''(۳)

(احناف،اوزاعیؒ) عورت کے بال اس کی پشت پر اور اس کے چہرے پر ڈالے جائیں گے۔(٤)

(ابن قیمؒ) صحیح اور واضح سنت طریقہ یہ ہے کہ تین مینڈھیاں بنا کر میت کے پیچھے ڈال دی جائیں۔(٥)

(دکتور عائض القرنی) عورت کے سر کے بالوں کی تین مینڈھیاں بنانی چاہییں۔(٦)

میت کو مسواک کرانے کا کیا حکم ہے؟

(ابن بازؒ) اس کی کوئی دلیل میرے علم میں نہیں۔میت کو صرف وضوء کرایا جائے گا اور غسل دیا جائے گا اور اگر کوئی زندہ آدمی کی طرح اسے بھی کلی کے وقت مسواک کرا دے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔(۷)

میت کو غسل دیتے ہوئے نرمی وشفقت کا پہلو ملحوظ رکھنا چاہیے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ كَكَسْرِهِ حَيًّا ﴾ ''میت کی ہڈی کو توڑنا زندہ انسان کی ہڈی کو توڑنے کی

---

(۱) [بخاری (۱۲٦۰) کتاب الجنائز : باب نقض شعر المرأة]

(۲) [بخاری (۱۲٦۳) کتاب الجنائز : باب یلقی شعر المیت خلفها]

(۳) [بخاری (۱۲٥٤) کتاب الجنائز : باب ما یستحب أن یغسل وترا]

(٤) [الأم (٤٤٣/١) الحاوی (٢٨/٣) الأصل (٣٩٠/١) بدائع الصنائع (٣٠٨/١) الإختیار (٩٣/١) حاشیة الدسوقی (٤١٠/١) المغنی (٣٩٣/٣) نیل الأوطار (٦٨٢/٢)]

(٥) [أعلام الموقعین (٤٠٠/٢)]

(٦) [فقه الدلیل (ص / ١٧٦)]

(۷) [مجموع فتاوی لابن باز (١١٥/١٣)]

طرح ہے۔'' (۱)

(شوکانیؒ) اس حدیث میں یہ ثبوت موجود ہے کہ میت کو غسل دینے میں' کفن پہنانے میں' اسے اٹھانے میں اور اس طرح کے دیگر اُمور میں نرمی کرنا واجب ہے۔ کیونکہ مردے کی ہڈی توڑنے کی تشبیہ زندہ کی ہڈی توڑنے کے ساتھ اگر گناہ میں ہوئی (یعنی مردے کی ہڈی توڑنے کا گناہ اتنا ہوا جتنا زندہ کی ہڈی توڑنے کا ہے) تو اس کی حرمت میں کوئی شک نہیں اور اگر یہ تشبیہ تکلیف میں ہوئی (یعنی مردے کی ہڈی توڑنے سے اسے اُتنی تکلیف پہنچتی ہو جتنی زندہ کی ہڈی توڑنے سے اسے پہنچتی ہے) تو جیسے زندہ کو تکلیف پہنچانا حرام ہے اُسی طرح مردہ کو تکلیف پہنچانا بھی حرام ہے۔(۲)

(ابن قدامہؒ) میت کا احترام کرتے ہوئے اسے پھیرنے' اس کے اعضاء کو ملنے' اس کے پیٹ کو دبانے' اس کے جوڑوں کو نرم کرنے اور اس کے تمام اُمور میں نرمی کرنا مستحب ہے۔(۳)

دورانِ غسل اگر کوئی قابل اعتراض چیز نظر آئے تو پردہ ڈالنا چاہیے

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴾

''جس نے کسی مسلمان پر پردہ ڈالا اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس پر پردہ ڈالیں گے۔'' (٤)

(شوکانیؒ) اس حدیث میں مسلمان کی پوشیدہ باتوں پر پردہ ڈالنے کی ترغیب دلائی گئی ہے اور ظاہری طور پر اس حدیث میں زندہ اور مردہ کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ لہٰذا اس کے عموم میں ایسے تمام عیوب و قابل راز باتیں بھی شامل ہیں جنہیں میت کو غسل دینے والا دیکھتا ہے (اسے چاہیے کہ وہ ان پر پردہ ڈالے رکھے)۔(٥)

---

(۱) [**صحیح** : صحیح ابو داود (۲۷٤٦) کتاب الجنائز : باب فی الحفار یجد العظم هل یتنکب ذلك المکان' ابو داود (۳۲۰۷) ابن ماجة (۱٦۱٦) بیهقی فی السنن الکبری (٤/٥٨) احمد (٦/٥٨_١٠٠_١٠٥) حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ امام ابن قطانؒ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے اور قشیری نے ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث مسلم کی شرط پر ہے۔[تلخیص الحبیر (۳/۱۲۱)]

(۲) [نیل الأوطار (۲/٦٧٥)]

(۳) [المغنی لابن قدامة (۳/۳۷۷)]

(٤) [بخاری (۲٤٤۲) کتاب المظالم والغصب : باب لا یظلم المسلم المسلم ولا یسلمه' مسلم (۲٥٨٠) کتاب البر والصلة والآداب : باب تحریم الظلم' ابو داود (٤٨٩۳) کتاب الأدب : باب المؤاخاة' احمد (۲/٩١) ترمذی (۱٤۲٦) کتاب الحدود : باب ما جاء فی الستر علی المسلم]

(٥) [نیل الأوطار (۲/٦٧٥)]

(2) حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَسَتَرَهُ سَتَرَهُ اللَّهُ مِنَ الذُّنُوبِ ﴾ ''جو کسی میت کو غسل دے اور (کوئی قابل اعتراض چیز دیکھ کر) اس پر پردہ ڈالے رکھے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے گناہوں پر پردہ ڈال دیں گے۔'' (۱)

اس مسئلے کی مزید تفصیل کے لیے فقہ کی ضخیم کتب کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ (۲)

(ملا علی قاری حنفیؒ) اہل علم کا کہنا ہے کہ اگر تو غسل دینے والا میت سے قابل ستائش اشیاء دیکھے مثلاً اس کے چہرے کا روشن ہونا یا اس سے عمدہ خوشبو آنا وغیرہ تو بہتر یہ ہے کہ لوگوں کو اس کے متعلق بتائے۔ لیکن اگر قابل نفرت اشیاء دیکھے مثلاً اس سے بدبو آنا یا چہرے اور بدن کا سیاہ ہونا یا اس کی صورت تبدیل ہو جانا تو اس پر حرام ہے کہ دوسروں کو کچھ بھی اس کے متعلق بتائے۔ (۳)

(ابن قدامہؒ) میت سے اگر کوئی ایسی چیز نظر آئے جسے وہ پردے میں رکھنا چاہتا ہو تو غسل دینے والا اس پر پردہ ڈالے رکھے' اس کے متعلق کسی کو مت بتائے۔ (٤)

میت کو غسل دینے والے کے لیے مستحب ہے کہ وہ غسل کرے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَلْيَغْتَسِلْ وَمَنْ حَمَلَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ ﴾

''جو شخص میت کو غسل دے اسے غسل کرنا چاہیے اور جو اسے اٹھائے وہ وضوء کرے۔'' (٥)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَيس عليكم في غُسلِ ميتكم غُسلٌ إذا غَسَّلتُموه ' إنّ ميتكم يموتُ طاهرًا فحَسْبُكم أنْ

---

(۱) [حسن : السلسلة الصحيحة (٢٣٥٣)]

(۲) [الأم للشافعي (٤٤٢/١) المجموع (١٢٦/٥) بدائع الصنائع (٣٠٠/١) المبسوط (٥٩/٢) المغنى (٣٦٨/٣) حاشية الدسوقى على الشرح الكبير (٤١٠/١) الاختيار (٩١/١) الهداية (٩٠/١)]

(۳) [مرقاة المفاتيح (١٦٥/٤)]

(٤) [المغنى لابن قدامة (٣٧١/٣)]

(٥) [صحيح : إرواء الغليل (١٧٣/١) ترمذى (٩٩٣) كتاب الجنائز: باب ما جاء فى الغسل من غسل الميت' ابن ماجة (١٤٦٣) عبدالرزاق (٦١١١) شرح السنة (١٦٨/٢) حاكم (٣٥٤/١)] حافظ ابن حجرؒ رقمطراز ہیں کہ کثرتِ طرق کی وجہ سے کم از کم یہ حدیث حسن درجہ کی ہے۔ [تلخيص الحبير (١٣٧/١)] امام ابن قیمؒ نے اس حدیث کی گیارہ اسناد بیان کی ہیں۔ [تهذيب السنن (٣٠٦/٤)]

تَغْسِلُوا أَيْدِيَكُم ﴾

''جب تم اپنی میت کو غسل دے چکو تو تم پر غسل (ضروری) نہیں ہے کیونکہ تمہاری میت پاکیزگی کی حالت میں فوت ہوئی ہے لہٰذا تمہیں اتنا ہی کافی ہے کہ تم اپنے ہاتھ دھولو''(۱)

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ كُنا نُغَسِّلُ المَيتَ فمِنَّا مَن يَّغتسلُ ومِنا مَن لا يَغتَسلُ ﴾

''ہم میت کو غسل دیتے تھے تو ہم میں سے کچھ غسل کر لیتے تھے اور کچھ غسل نہیں کرتے تھے۔(۲)

(جمہور، مالکؒ، شافعیؒ) میت کو غسل دینے والے پر غسل کرنا مستحب ہے۔

(ابن قدامہ حنبلیؒ) میت کو غسل دینے سے غسل واجب نہیں ہوتا (بلکہ یہ غسل مستحب ہے)۔(۳)

(ابن عبدالبرؒ) جمہور علما اور فقہا کی ایک جماعت کے نزدیک میت کو غسل دینے والے پر نہ تو غسل واجب ہے اور نہ ہی وضوء۔(٤)

غسل دیتے ہوئے سونے یا چاندی کے لگے دانت اتارنے کا حکم

(ابن بازؒ) جب کوئی فوت ہو اور اس نے سونے یا چاندی کے دانت لگوائے ہوئے ہوں اور وہ دانت بآسانی نہ اترتے ہوں تو ان کے لگے رہنے میں کوئی حرج نہیں خواہ میت مقروض ہو یا نہ ہو.....لیکن اگر آسانی سے وہ دانت اتارے جا سکتے ہوں تو انہیں اتارنا واجب ہے کیونکہ استطاعت ہو تو کسی مال کو بھی ضائع کرنا جائز نہیں۔(٥)

(سعودی مجلس افتاء) اگر سونے کے دانت اتارنا ممکن ہو تو مال کی حفاظت اور زندہ (ورثاء) کو نفع پہنچانے کی غرض سے انہیں اتار لینا چاہیے لیکن اگر اتارنا مشکل ہو تو انہیں ان کے حال پر چھوڑنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔(٦)

---

(۱) [حسن : أحكام الجنائز (ص/۷۲) حاكم (۱/۳۷٦) بيهقي (۱/۳۰٦) دار قطني (۲/۷٦)] حافظ ابن حجرؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[تلخيص الحبير (۱/۱۳۸)]

(۲) [صحيح : تمام المنة (ص/۱۲۱) دار قطني (۲/۷۲)] حافظ ابن حجرؒ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔[تلخيص الحبير (۱/۱۳۸)]

(۳) [المجموع (٥/۱٤۳) المغني (۱/۲۱۱) الأصل (۱/٦۳) حاشية الدسوقي (۱/٤۱٦) الروض النضير (۱/۳۳۳)] مزید دیکھئے: نيل الأوطار (۱/۳٥۷) الروضة الندية (۱/۱۷۱) سبل السلام (۱/۱٤۹)]

(٤) [التمهيد لابن عبد البر (٦/۱۹٥)]

(٥) [فتاوى إسلامية (۲/۲٥)]

(٦) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۸/۳٥٦)]

غسل کی اجرت دینے کا حکم

(سعودی مجلس افتاء) بہتر یہ ہے کہ میت کو وہ غسل دے جو مسلمان حاضرین میں سے ہو اور خالص رضائے الٰہی کے لیے غسل دے اور اگر بعد میں اسے میت کے مال سے یا میت کے اولیاء میں سے کسی کی طرف سے غسل کی اجرت دے دی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ ہمیں امید ہے کہ وہ غسل دینے کے اجر و ثواب سے محروم نہیں ہو گا جبکہ اصل (یعنی ابتداء) میں اس نے اجر کی نیت رکھی ہو اور اگر کوئی ایسا آدمی میسر نہ ہو جو صدقہ کرتے ہوئے ہی غسل دے تو اجرت پر آدمی پکڑنا بھی جائز ہے۔(۱)

میت کے ناخن اور بال کاٹنے کا حکم

(ابن حزمؒ) اگر میت کے ناخن بڑھے ہوئے ہوں یا مونچھوں کے بال لمبے ہوں یا زیر ناف بال وافر ہوں تو ان سب کو کاٹ دیا جائے گا کیونکہ دلیل موجود ہے اور صحیح ثابت ہے کہ یہ سب کام اُمورِ فطرت سے ہیں لہٰذا یہ جائز نہیں ہے کہ کسی بھی آدمی کو اس کے رب کے پاس اُس فطرت کے خلاف حالت میں بھیجا جائے جس پر وہ فوت ہوا ہے۔(۲)

(ابن قدامہؒ) اگر میت کی مونچھیں طویل ہوں تو مستحب ہے کہ انہیں کاٹ دیا جائے۔ یہی امام حسنؒ، بکر بن عبد اللہؒ، حضرت سعید بن جبیرؒ اور امام اسحاقؒ کا مؤقف ہے۔

ناخنوں کے متعلق فرماتے ہیں، مونچھوں کی طرح ان کا کاٹنا بھی جائز ہے۔

اور زیر ناف بالوں کے متعلق انہوں نے اسی بات کو ترجیح دی ہے کہ انہیں نہ کاٹا جائے کیونکہ اس کے لیے ستر ننگا کرنے اور اسے چھونے تک کی ضرورت پیش آئے گی جو کہ جائز نہیں۔(۳)

(ابن بازؒ) میت کی مونچھیں اور ناخن کاٹنا مستحب ہے۔ البتہ زیر ناف مونڈنے اور بغلوں کے بال اکھیڑنے کے متعلق میرے علم میں کوئی ایسی دلیل نہیں جو اس کے مشروع ہونے پر دلالت کرتی ہو لہٰذا اسے چھوڑ دینا ہی زیادہ بہتر ہے کیونکہ یہ ایسی چیز ہے جو پوشیدہ ہے ناخن اور مونچھوں کی مانند ظاہر نہیں ہے۔(٤)

(شیخ ابن جبرین) میت کی مونچھوں کے بال اگر طویل ہوں تو ان کے کاٹنے میں کوئی حرج نہیں، اسی طرح

---

(۱) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۳٦۱/۸)]

(۲) [المحلی بالآثار (٤۰۸/۳)]

(۳) [المغنی (٤۸۲/۳-٤۸۳)]

(٤) [مجموع فتاوی لابن باز (۱۱٤/۱۳)]

بغلوں کے بال بھی کاٹے جا سکتے ہیں۔لیکن زیر ناف شرمگاہ کے اِرد گرد کے بال وفات کے بعد کاٹنا جائز نہیں کیونکہ (کسی دوسرے کی) شرمگاہ کو چھونا جائز نہیں خواہ مرد ہو یا عورت۔تاہم مرد کے سر کے بالوں میں کنگھی کی جائے گی اور عورت کے بالوں کی مینڈھیاں بنائی جائیں گی اور انہیں اس کے پیچھے ڈال دیا جائے گا' ان سے کچھ بھی کاٹا نہیں جائے گا بلکہ انہیں اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے گا۔(۱)

کفار کے نابالغ بچوں کا حکم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ ذَرَارِيِّ الْمُشْرِكِيْنَ فَقَالَ : **اللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا عَامِلِيْنَ** ﴾

''نبی کریم ﷺ سے مشرکین کے نابالغ بچوں کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں جو وہ عمل کرنے والے تھے۔''(۲)

(نوویؒ) صحیح مذہب محققین کا ہے اور وہ یہ ہے کہ مشرکین کی فوت ہونے والی نابالغ اولاد جنتی ہے۔(۳)

(ابن بازؒ) جب کوئی غیر مکلّف (بچہ) کافر والدین کے پاس فوت ہو جائے تو دنیا کے احکام میں اس کا حکم وہی ہے جو اس کے والدین کا ہے لہٰذا نہ اسے غسل دیا جائے گا' نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور نہ ہی اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا البتہ آخرت میں اس کا معاملہ اللہ کی طرف ہے۔(٤)

(ابن عثیمینؒ) جب کفار کے ایسے بچے فوت ہوں جو ابھی بلوغت کی عمر کو نہیں پہنچے اور ان کے والدین کافر ہوں تو ان کا حکم کفار والا ہی ہے یعنی نہ انہیں غسل دیا جائے گا' نہ کفن پہنایا جائے گا' نہ ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور نہ ہی انہیں مسلمانوں کے ساتھ دفن کیا جائے گا کیونکہ ان کے والدین کافر ہیں۔یہ دنیا میں ہے البتہ آخرت کے متعلق اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جانتے ہیں کہ وہ کیا عمل کرنے والے تھے۔(٥)

---

(۱) [فتاوى إسلامية (٢٦/٢)]

(۲) [بخاري (١٣٨٤) كتاب الجنائز : باب ما قيل فى أولاد المشركين ' مسلم (٢٦٥٨) كتاب القدر : باب معنى كل مولود يولد على الفطرة وحكم موت أطفال الكفار و أطفال المسلمين ' ترمذى (٢١٣٨) كتاب القدر : باب ما جاء كل مولود يولد على الفطرة ' ابن حبان (١٢٨) عبد الرزاق (٢٠٠٨٧) طيالسى (٢٤٣٣) أبو نعيم فى حلية الأولياء (٢٦/٩)]

(۳) [شرح مسلم للنووى (٢٥٦/٨)]

(٤) [فتاوى إسلامية (٦٥/٢)]

(٥) [فتاوى إسلامية (٦٥/٢)]

باب تکفین المیت — میت کو کفن دینے کا بیان

میت کو کفن دینا واجب ہے

حالت احرام میں اپنی سواری سے گر کر جو شخص فوت ہوا تھا نبی کریم ﷺ نے اس کے متعلق حکم دیا تھا ﴿وَ كَفِّنُوهُ﴾ ''اور اسے کفن دو۔'' (۱)

(امیر صنعانیؒ) حدیث کے یہ لفظ ﴿وَ كَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ﴾ کفن دینے کے وجوب پر دلالت کرتے ہیں۔(۲)

(ابن قدامہؒ) میت کو کفن پہنانا واجب ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے۔(۳)

(عبداللہ بسام) میت کو کفن دینا فرض کفایہ ہے اور یہ قریبی رشتہ دار کے حق میں زیادہ لازم ہے۔(٤)

(سعودی مجلس افتاء) میت کو کفن دینا فرض کفایہ ہے۔(٥)

کفن ایسا ہونا چاہیے جو میت کو چھپالے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک دن خطبہ ارشاد فرمایا اور اپنے ساتھیوں میں ایک ایسے آدمی کا ذکر کیا جو فوت ہوا تو اسے کسی حقیر کپڑے میں (جس میں اس کا مکمل جسم بھی چھپا ہوا نہ تھا) کفن دیا گیا اور اسے رات کو ہی قبر میں اتار دیا گیا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے آدمی کو رات کے وقت قبر میں اتارنے سے جھڑکا حتی کہ اس پر نماز پڑھ لی جائے الا کہ کوئی انسان اِس (یعنی رات کو دفن کرنے) کی طرف مجبور ہو جائے۔ مزید آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِذَا كَفَّنَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيُحَسِّنْ كَفَنَهُ﴾

''جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو کفن دے تو اسے اچھا کفن دینا چاہیے۔'' (٦)

---

(۱) [بخاری (۱۸٤۹) کتاب الحج : باب المحرم یموت بعرفة ' مسلم (۱۲۰٦) أبو داود (۳۲۳۸) ترمذی (۹٥۱) ابن ماجة (۳۰۸٤) نسائی (۱۹٥/٥) شرح السنة (۱٤۸۰)]

(۲) [سبل السلام (۲/۳ ۲)]

(۳) [المغنی لابن قدامة (٤٥۷/۳)]

(٤) [توضیح الأحکام شرح بلوغ المرام (۱۷٥/۳)]

(٥) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۳٥۹/۸)]

(٦) [مسلم (۹٤۳) کتاب الجنائز: باب فی تحسین کفن المیت ' أبو داود (۳۱٤۸) کتاب الجنائز : باب فی الکفن ' نسائی (۳۳/٤) وفی السنن الکبری (۲۰۲۲/۱) أحمد (۲۹٥/۳) ابن الجارود (٥٤٦) حاکم (۳٦۸/۱) بیهقی (٤۰۳/۳) شرح السنة (۲۲۷/۳)]

عمدہ اور اچھا کفن دینے سے مراد یہ ہے کہ کفن کا کپڑا صاف ستھرا، عمدہ، وسیع اور اس قدر ہو کہ میت کے جسم کو اچھی طرح ڈھانپ سکے اس سے یہ ہرگز مراد نہیں ہے کہ کفن کا کپڑا بہت زیادہ قیمتی ہو۔

(نوویؒ) رقمطراز ہیں کہ اہل علم نے فرمایا، عمدہ کفن دینے سے مراد یہ نہیں ہے کہ کفن دینے میں اسراف کیا جائے اور اس میں نفاست اور بہت زیادہ قیمت کا لحاظ رکھا جائے بلکہ اس سے مراد صرف یہ ہے کہ کفن صاف ستھرا ہو، موٹا ہو، اتنا وسیع ہو کہ اس سے میت کو ڈھانپا جا سکے اور اُس کے اُس لباس کی جنس سے ہو جسے وہ زندگی میں پہنا کرتا تھا، نہ اس سے زیادہ قیمتی ہو اور نہ ہی اس سے حقیر ہو۔(۱)

(البانیؒ) انہوں نے بھی عمدہ کفن کی وضاحت کے لیے وہی الفاظ نقل کیے ہیں جو امام نوویؒ نے نقل کیے ہیں۔ تاہم انہوں نے امام نوویؒ کی اس شرط سے اتفاق نہیں کیا کہ کفن میت کے اُس لباس کی جنس سے ہو جسے وہ اپنی زندگی میں پہنا کرتا تھا کیونکہ اس کی کوئی دلیل موجود نہیں۔(۲)

(امیر صنعانیؒ) جان لو! اتنا کفن دینا واجب ہے جو میت کے مکمل جسم کو ڈھانپ لے۔ اگر اس سے کم ہو تو پہلے ستر ڈھانپا جائے پھر اگر کچھ زائد ہو تو اس سے سر کی جانب کو ڈھانپ لیا جائے اور قدموں پر گھاس ڈال دی جائے۔(۳)

(عبداللہ بسام) میت کو کفن دینے کے لیے ایک ایسا کپڑا واجب ہے جو اس کے سارے جسم کو ڈھانپ لے خواہ وہ بچہ ہو یا بڑا، مرد ہو یا عورت۔(۴)

(سلیم ہلالی) مسنون طریقہ یہ ہے کہ میت کو ایسے کپڑے کے ساتھ ڈھانپا جائے جو اس کے مکمل جسم کو ڈھانپ لے۔ لیکن یہ سنت محرم کے علاوہ دوسرے لوگوں کے لیے ہے کیونکہ اس کا سر اور چہرہ نہیں ڈھانپا جائے گا۔(۵)

کفن میت کے مال سے دیا جائے خواہ وہ اس کے علاوہ کسی اور چیز کا مالک نہ ہو

(البانیؒ) کفن کا انتظام و انصرام میت کے ترکے سے ہی کیا جائے گا خواہ میت کا ترکہ صرف اس قدر ہی ہو کہ جس سے صرف کفن کا بندوبست ہی کیا جا سکے۔(۶)

(1) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے سامنے کھانا پیش کیا گیا اور (وہ روزہ دار تھے) تو انہوں نے کہا:

---

(۱) [شرح مسلم للنووی (۲۶۰/۴)]

(۲) [أحکام الجنائز للألبانی (ص/۷۷)] مزید دیکھیے: تحفۃ الأحوذی (۵۱/۳) نیل الأوطار (۶۸۶/۲)]

(۳) [سبل السلام (۱۵۱/۱)]

(۴) [توضیح الأحکام شرح بلوغ المرام (۱۷۴/۳)]

(۵) [موسوعۃ المناھی الشرعیۃ (۱۲/۲)]

(٦) [أحکام الجنائز للألبانی (ص/۷٦)]

﴿ قُتِلَ مصعبُ بْنُ عُميرٍ رضى الله عنه وكانَ خيرًا مِّنى ' **فلم يُوجَدْ له ما يُكفَّنُ فِيه إلّا بُرْدَة** ' وقُتِلَ حمزةُ رضى الله عنه۔ أَوْ رجلٌ آخر۔ خيرٌ مِّنى **فلم يُوجَدْ له ما يُكفَّنُ فِيه إلا بُردةٌ** لقدْ خَشِيتُ أَنْ يَكُونَ قد عُجِّلَتْ لَنا طَيِّبَاتُنَا فِي حَيَاتِنَا الدُّنْيَا ' ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِي ﴾

''حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے' ایک چادر کے سوا ان کی کوئی ایسی چیز نہیں ملی کہ جس میں انہیں کفن دیا جا سکے اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ یا دوسرا شخص شہید ہوا جو مجھ سے بہتر تھا' ایک چادر کے سوا اس کے لیے کوئی ایسی چیز نہ مل سکی جس میں اسے کفن دیا جا سکے۔ مجھے تو ڈر لگتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے چین و آرام کے سامان ہم کو جلدی سے دنیا میں دے دیئے گئے ہوں پھر وہ رونے لگے۔'' (۱)

(2) حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ هَاجَرْنَا مَعَ النبيِّ ﷺ نَلتَمِسُ وجهَ اللهِ فوقعَ أجرُنا عَلَى اللهِ ' فَمِنَّا مَن مَاتَ لَم يَأْكُل مِن أَجْرِه شَيئًا ' مِنهُم مُصعبُ بْنُ عُمَيْرٍ رضى الله عنه ' وَمِنا مَن أَيْنَعَتْ لَه ثمرتُهُ فهوَ يَهْدِبُهَا ' قُتِلَ يومَ أُحُدٍ **فلم نَجِدْ مَا نُكَفِّنُهُ إلَّا بُردةً** إذا غَطَّينا بِها رَأْسه خَرجتْ رِجْلَاه وإذا غَطَّينا رِجلَيْهِ خرجَ رأسُه ' **فأمرَنا النبيُّ ﷺ أَن نُغَطِّي رأسَه وأن نجعَل على رِجلَيْهِ مِنَ الإِذْخِرِ** ﴾

''ہم نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ صرف اللہ کے لیے ہجرت کی۔ اب ہمیں اللہ تعالیٰ سے اجر ملنا ہی تھا۔ ہمارے بعض ساتھی تو انتقال کر گئے اور (دنیا میں) انہوں نے اپنے کیے کا کوئی پھل نہیں دیکھا۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بھی انہی لوگوں میں سے تھے اور ہمارے بعض ساتھیوں کا میوہ پک گیا اور وہ اسے چن چن کر کھاتے رہے۔ (مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ) جنگ اُحد میں شہید ہوئے ہم کو ان کے (ترکے میں) کفن کے لیے ایک چادر کے سوا اور کوئی چیز نہ ملی اور وہ بھی ایسی کہ اگر اس سے سر چھپاتے ہیں تو پاؤں کھل جاتے ہیں اور اگر پاؤں ڈھکتے ہیں تو سر کھل جاتا ہے۔ آخر یہ دیکھ کر نبی کریم ﷺ نے حکم ارشاد فرمایا کہ سر کو چھپا لو اور قدموں پر اذخر نامی سبز گھاس ڈال دو۔'' (۲)

(شوکانیؒ) یہ حدیث اس بات کا بھی ثبوت ہے کہ میت کے پورے جسم کو ڈھانپنا واجب نہیں ہے کیونکہ اگر

---

(۱) [بخاری (۱۲۷٤) کتاب الجنائز : : باب الکفن من جمیع المال]

(۲) [بخاری (۱۲۷٦) کتاب الجنائز : باب إذا لم یجد کفنا إلا ما یواری رأسه أو قدمیه غطی به رأسه ' مسلم (۹٤۰) کتاب الجنائز : باب فی کفن المیت ' أبو داود (۳۱۵۵) کتاب الجنائز : باب کراهیة المغالاة فی الکفن ' ترمذی (۳۹٤۳) کتاب المناقب : باب مناقب مصعب بن عمیر ' نسائی (٤/۳۸) وفی السنن الکبری (۲۰۳۰/۱) بیهقی (٤۰۱/۳)]

ایسا ہوتا تو نبی اکرم ﷺ دوسرے ساتھیوں سے کپڑا لے کر ان کے قدموں کو ڈھانپ دیتے حالانکہ آپ ﷺ نے ایسا کچھ نہیں کیا۔(۱)

لہٰذا اگر کفن کم پڑ جائے تو سر کو ڈھانپ لیا جائے گا اور قدموں پر اذخر گھاس یا کوئی اور گھاس وغیرہ ڈال دی جائے گی۔(۲)

(سید سابق) میت اگر ترکے میں مال پیچھے چھوڑ جائے تو اسے اس کے مال سے ہی کفن پہنایا جائے گا لیکن اگر اس کا کوئی مال نہ ہو تو اسے وہ شخص کفن پہنائے جس پر اس کا خرچہ واجب ہے۔(۳)

(عبداللہ بسام) فقہا نے کہا ہے کہ میت کو اس کے مال سے کفن دینا واجب ہے اور اگر اس کے پاس مال نہ ہو تو اس کا کفن اُس پر لازم ہوگا جس پر اس کا نفقہ لازم ہے۔(۴)

اگر کفن کم ہوں اور مردے زیادہ ہوں تو ایک کفن میں زیادہ مردے بھی دفن کیے جا سکتے ہیں

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أُحُدٍ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ ﴾

"نبی ﷺ شہدائے اُحد کے دو دو آدمیوں کو ایک ہی کپڑے میں کفن دیتے تھے۔ آپ دریافت فرماتے کہ ان میں قرآن کسے زیادہ یاد ہے۔ جب کسی ایک کی طرف اشارے سے بتایا جاتا تو آپ بغلی قبر میں اسی کو آگے کرتے اور فرماتے کہ میں قیامت کے دن ان کے حق میں شہادت دوں گا۔ پھر آپ ﷺ نے سب کو ان کے خون سمیت دفن کرنے کا حکم دیا۔ نہ انہیں غسل دیا گیا اور نہ ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔"(۵)

(ابن تیمیہؒ) حدیث کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک کپڑے کو جماعت کے درمیان (کاٹ کر) تقسیم کر دیتے۔ پھر ہر ایک کو کپڑے کے ٹکڑے کے ساتھ کفن پہنا دیتے اگرچہ اس کے جسم کا کچھ ہی حصہ چھپا ہوتا (اور

---

(۱) [نيل الأوطار (۲/۱ ۴۰)]

(۲) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: أحكام الجنائز وبدعها للألباني (ص/۷۸)]

(۳) [فقه السنة (۲٦٤/۱)]

(۴) [توضيح الأحكام شرح بلوغ المرام (۱۷۳/۳)]

(۵) [بخاری (۱۳٤۳، ۱۳٤٥) كتاب الجنائز: باب الصلاة على الشهيد، أبو داود (۳۱۳۸) كتاب الجنائز: باب في الشهيد يغسل، ترمذی (۱۰۳٦) كتاب الجنائز: باب ما جاء في ترك الصلاة على الشهيد، ابن ماجة (۱٥۱٥) كتاب الجنائز: باب ما جاء في الصلاة على الشهداء ودفنهم، حاكم (۳٦٥/۱) طبرانی كبير (۷/۱) أبو نعيم في الحلية (۹/۲٦) بیهقی (٤/۱۰)]

باقی ظاہر ہوتا)۔اس پر مکمل حدیث دلالت کرتی ہے کہ آپ ﷺ دریافت کرتے تھے کہ ان میں سے قرآن کسے زیادہ یاد ہے پھر اسے بغلی قبر میں آگے کرتے۔ اگر ایک ہی کپڑے میں زیادہ افراد موجود ہوتے تو آپ اس سے پہلے یہ پوچھتے کہ ان میں سے افضل کون ہے؟ تاکہ (اگر ایک کو بغلی قبر میں دفن کر دیا اور باقی باہر ہیں تو اس سے کہیں) کفن پھٹ نہ جائے اور پھر دوبارہ کفن پہنانے کی ضرورت نہ پیش آ جائے۔(۱)

(شمس الحق عظیم آبادیؒ) یہی تفسیر درست ہے اور جس نے حدیث کے ظاہر کے مطابق ہی تفسیر کی ہے (یعنی ایک ہی کپڑے میں زیادہ افراد کو جمع کرنا) تو اس نے غلطی کھائی ہے۔(۲)

(امیر صنعانیؒ) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث مختلف احکام پر دلالت کرتی ہے: (1) بوقت ضرورت دو مردوں کو ایک ہی کپڑے میں کفن دینا جائز ہے۔ یہ دو احتمالوں میں سے ایک ہے۔(2) دوسرا احتمال یہ ہے کہ حدیث سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کفن کے ایک کپڑے کو دو مردوں کے درمیان کاٹ کر تقسیم کر دیتے پھر ہر ایک کو اس کا کفن پہنا دیا جاتا۔.......... میں کہتا ہوں کہ جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ کپڑے کو کاٹ کر دو مردوں کے درمیان تقسیم نہ کرنا (اور ایک ہی کپڑے میں دو مردوں کو کفن دے دینا) بھی جائز ہے اور کاٹ کر تقسیم کرنا تو اصل میں جائز ہے ہی۔(۳)

حسب توفیق عمدہ کفن پہنانے میں کوئی حرج نہیں لیکن بہت زیادہ قیمتی نہ ہو

(1) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ إِذَا وَلِيَ أَحَدُكُم أَخَاهُ فَلْيُحْسِنْ كَفَنَهُ ﴾

''جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کا والی بنے تو اسے اچھا کفن پہنائے۔''(٤)

(2) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَا تُغَالُوا فِي الْكَفَنِ فَإِنَّهُ يُسْلَبُ سَرِيعًا ﴾

''بہت قیمتی کفن نہ دیا کرو کیونکہ یہ تو بہت جلد بوسیدہ ہو جاتا ہے۔''(٥)

---

(۱) [كما في أحكام الجنائز للألباني (ص / ۷۹)]

(۲) [عون المعبود (۱٦٥/۳)]

(۳) [سبل السلام (۱٥٥/۱)]

(٤) [**صحيح** : صحيح ابن ماجة (۱۲۰۲) أحكام الجنائز (ص:٥۸) صحيح الجامع (٨٤٤) ترمذي (٩٩٥) كتاب الجنائز : باب منه ' ابن ماجة (۱٤٧٤) كتاب الجنائز : باب ما جاء فيما يستحب من الكفن]

(٥) [**ضعيف** : ضعيف أبو داود (٦٨٩) كتاب الجنائز : باب كراهية المغالاة ' المشكاة (۱٦۳۹) أبو داود (۳۱٥٤)]

(البانیؒ) اگرچہ یہ روایت ضعیف ہے لیکن پھر بھی بہت زیادہ قیمتی کفن پہنانا جائز نہیں کیونکہ اس میں مال کا ضیاع ہے جو کہ صحیح حدیث میں ممنوع ہے۔(۱)

جیسا کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا قِيلَ وَقَالَ وَإِضَاعَةَ الْمَالِ وَكَثْرَةَ السُّوَالِ ﴾

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تین چیزوں کو ناپسند کیا ہے: بہت زیادہ باتیں کرنا' مال کو ضائع کرنا اور کثرت سے سوال کرنا۔''(۲)

(3) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے اس کپڑے کو (جس پر زعفران کا دھبہ تھا) دھو لینا اور اس کے ساتھ دو اور کپڑے ملا کر مجھے کفن دینا (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ) میں نے کہا یہ تو پرانا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ

﴿ إِنَّ الْحَيَّ أَحَقُّ بِالْجَدِيدِ مِنَ الْمَيِّتِ ﴾ ''زندہ آدمی مردہ سے نئے کپڑے کا زیادہ حق دار ہے۔''(۳)

(نواب صدیق حسن خانؒ) کفن کے کپڑوں کا زیادہ ہونا اور اس کی قیمت بہت زیادہ ہونا کوئی قابل ستائش امر نہیں ہے کیونکہ اگر اس (کی ممانعت) میں شرع کا حکم نہ بھی موجود ہو تو یہ مال کا ضیاع ضرور ہے (جو کہ ممنوع ہے) کیونکہ میت کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا اور نہ ہی اس سے کسی زندہ کو فائدہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر رحم کرے کہ جنہوں نے فرمایا' زندہ انسان نئے کپڑے کا زیادہ حق رکھتا ہے جب ان سے کہا گیا تھا کہ آپ نے کفن کے لیے جو کپڑا منتخب کیا ہے یہ تو پرانا ہے۔(۴)

(سید سابق) عمدہ کفن پہنانا بہتر ہے لیکن بہت زیادہ قیمتی نہیں ہونا چاہیے۔(۵)

(دکتور رعائض القرنی) بہت زیادہ مہنگا کفن پہنانا مکروہ ہے۔(۶)

شہید کو انہی کپڑوں میں کفن دیا جائے جن میں وہ شہید ہوا

(1) حضرت عبداللہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے اُحد کے متعلق فرمایا:

---

(۱) [أحكام الجنائز (ص ۸٤)]

(۲) [بخاری (۵۹۷۵) كتاب الأدب : باب عقوق الوالدين من الكبائر ' مسلم (۵۹۳) أحمد (۲٤٦/٤)]

(۳) [بخاری (۱۳۸۷) كتاب الجنائز : باب موت يوم الاثنين ' مؤطا (۲۲٤/۱)]

(٤) [الروضة الندية (۱٦٥/۱)]

(۵) [فقه السنة (۲٦٤/۱)]

(٦) [فقه الدليل (ص ۱۷۸)]

﴿ زَمِّلُوهُمْ فِي ثِيَابِهِمْ ﴾ ''انہیں ان کے کپڑوں میں ہی لپیٹ دو۔''

مسند احمد کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ زَمِّلُوهُمْ بِدِمَائِهِمْ ﴾ ''انہیں ان کے خونوں میں ہی چھپا دو۔''(۱)

(2) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ أَنَّ شُهَدَاءَ أُحُدٍ لَمْ يُغَسَّلُوا وَ دُفِنُوا بِدِمَائِهِمْ وَلَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِمْ ﴾

''بلاشبہ شہدائے اُحد کو غسل نہیں دیا گیا' انہیں ان کے خونوں سمیت دفن کر دیا گیا اور ان کی نماز جنازہ بھی نہیں پڑھی گئی۔''(۲)

(شوکانیؒ) ظاہر بات یہی ہے کہ شہید کو انہی کپڑوں میں دفن کرنے کا حکم ''کہ جن میں وہ قتل کیا گیا ہے'' وجوب کے لیے ہے۔(۳)

(البانیؒ) شہید کے ان کپڑوں کو اتارنا جائز نہیں کہ جن میں وہ قتل کیا گیا ہے بلکہ اسے انہی کپڑوں میں دفن کیا جائے گا۔(٤)

محرم کو احرام کی دو چادروں میں ہی کفن دیا جائے گا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ اغْسِلُوا الْمُحْرِمَ فِي ثَوْبَيْهِ الَّذَيْنِ أَحْرَمَ فِيهِمَا وَاغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْهِ وَلَا تُمِسُّوهُ بِطِيبٍ وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُحْرِمًا ﴾

''محرم کو اس کے ان دو کپڑوں میں پانی اور بیری کے پتوں کے ساتھ غسل دو جن میں اس نے احرام باندھا ہوا تھا اور اسے اس کے احرام کے دو کپڑوں میں ہی کفن دو' اسے خوشبو مت لگاؤ اور اس کا سر بھی نہ ڈھانپو کیونکہ اسے روزِ قیامت احرام کی حالت میں ہی اٹھایا جائے گا۔''(۵)

---

(۱) [صحیح : صحیح نسائی (۱۹۹۲) [illegible] الشہید فی دمہ' احمد (۵/٤۳۱) نسائی (۷۸/٤)]

(۲) [حسن : صحیح ابو داود (۲٦۸۸) [illegible] فی الشہید یغسل' ابو داود (۳۱۳۵)]

(۳) [نیل الأوطار (٦۹۲/۲)]

(٤) [أحکام الجنائز (ص/۸۰)]

(۵) [صحیح : صحیح نسائی (۱۷۹٦) [illegible] نسائی (۱۹۰۵) طبرانی کبیر (۱٦٥/۲)]

(شوکانیؒ) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محرم کو اس کے ان کپڑوں میں ہی کفن دیا جائے گا جن میں وہ فوت ہوا۔(۱)

میت کے جسم اور کفن کو خوشبو لگانا مستحب ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِذَا أَجْمَرْتُمُ الْمَيِّتَ فَأَجْمِرُوْهُ ثَلَاثًا ﴾

''جب تم میت کو دھونی دو (یعنی خوشبو لگاؤ) تو تین مرتبہ دو۔'' (۲)

(شوکانیؒ) اس حدیث میں یہ ثبوت موجود ہے کہ میت کو تین مرتبہ خوشبو لگانا مستحب ہے۔(۳)

یہ حکم محرم شخص کے لیے نہیں ہے کیونکہ وہ محرم جو اپنی سواری سے گر کر موت سے دوچار ہوا تھا اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ﴿ وَلَا تُطَيِّبُوْهُ ﴾ ''اسے خوشبو مت لگاؤ۔'' ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ وَلَا تُحَنِّطُوْهُ ﴾ ''اسے حنوط (مردوں کی خوشبو) نہ لگاؤ۔'' اور ایک اور روایت میں یہ ہے ﴿ وَلَا تُمِسُّوْهُ طِيْبًا ﴾ ''اور اسے خوشبو نہ لگاؤ۔'' (٤)

اس روایت میں خوشبو سے ممانعت کا سبب یہ بتلایا گیا ہے کہ ﴿ فَإِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ اسے تلبیہ کہتے ہوئے ہی روز قیامت اٹھائیں گے۔''

چونکہ وہ شخص حالت احرام میں اٹھایا جائے گا اور حالت احرام میں خوشبو لگانا منع ہے اس لیے اس کی میت کو بھی خوشبو لگانے سے روکا گیا ہے۔

سفید رنگ کے کپڑے میں کفن دینا مستحب ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

(۱) [نيل الأوطار (٦٩٣/٢)]

(۲) [صحيح: أحمد (٣٣١/٣) أبو يعلى (٢٣٠٠) حاكم (٣٥٥/١) بزار (٨١٣) بيهقى (٤٠٥/٣)] امام نوویؒ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔[المجموع (١٥٥/٥)] امام حاکمؒ نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے بھی اس کی موافقت کی ہے۔[ذكره الهيثمى فى المجمع (٢٩/٣)]

(۳) [نيل الأوطار (٦٩٢/٢)]

(٤) [بخارى (١٢٦٧) كتاب الجنائز: باب كيف يكفن المحرم، مسلم (١٢٠٦) أبو داود (٣٢٣٨) ترمذى (٩٥١) نسائى (١٤٤/٥) ابن ماجة (٣٠٨٤) دارمى (٥٠/٢) أحمد (٢٢٠/١) دارقطنى (٢٩٦/٢) بيهقى (٣٩٠/٣) حميدى (٤٦٦) أبو يعلى (٢٣٣٧) ابن حبان (٣٩٦٥ـ الإحسان) طبرانى صغير (١٧٩) الحلية لأبى نعيم (٤/٣) شرح السنة (٣٢٣/٣)]

﴿ اِلْبَسُوا مِنْ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضَ فَإِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ وَ كَفِّنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ ﴾

''سفید لباس زیب تن کیا کرو' یہ تمہارے ملبوسات میں بہترین اور عمدہ لباس ہے اور اپنے مرنے والوں کو بھی اس میں کفن دیا کرو۔''(۱)

(نوویؒ) اس کے استحباب پر اجماع ہے۔(۲)

(ملا علی قاریؒ) استحباب کے ہی قائل ہیں۔(۳)

(عبداللہ بسام) اس حدیث میں یہ ثبوت موجود ہے کہ میت کو سفید رنگ کے کپڑے میں کفن دینا مستحب ہے اور اس پر اجماع ہو چکا ہے اور یہی صحابہ اور ان کے بعد والوں کا عمل ہے اور اللہ تعالیٰ کسی ایسے کام کو مستحب قرار نہیں دیتے کہ جس میں کوئی مصلحت نہ ہو۔(٤)

تین کپڑوں میں کفن دینا مستحب ہے

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿ كُفِّنَ رَسُولُ اللّٰهِ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ بِيضٍ سُحُولِيَّةٍ مِنْ كُرْسُفٍ لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ ﴾

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سحولیہ کے ساختہ' سوتی' سفید رنگ کے تین کپڑوں میں کفن دیا گیا جن میں قمیض اور پگڑی نہیں تھی۔''(٥)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں ہے کہ میں (اپنے والد محترم) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں (ان کے مرض الموت میں) حاضر ہوئی تو انہوں نے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تم لوگوں نے کتنے کپڑوں کا

---

(۱) [**صحيح** : صحيح أبو داود (٣٢٨٤) كتاب الطب : باب في الأمر بالكحل ' أبو داود (٣٨٧٨) ترمذى (٩٩٤) كتاب الجنائز : باب ما يستحب من الأكفان ' كتاب الجنائز : باب ما جاء فيما يستحب من الكفن ' ابن ماجة (١٤٧٢) أحمد (٢٤٧/١) عبدالرزاق (٦٢٠٠) حاكم (٣٥٤/١) ابن حبان (٥٤٢٣) طبراني كبير (١٢٤٨٥) بيهقى (٢٤٥/٣)]

(۲) [شرح مسلم (١٢/٤)]

(۳) [كما فى تحفة الأحوذى (٤٩/٤)]

(٤) [توضيح الأحكام شرح بلوغ المرام (١٧٥/٣)]

(٥) [بخارى (١٢٦٤) كتاب الجنائز : باب الثياب البيض للكفن ' مسلم (٩٤١) كتاب الجنائز : باب فى كفن الميت ' مؤطا (٢٢٣/١) أبو داود (٣١٥١) كتاب الجنائز : باب فى الكفن ' ترمذى (٩٩٦) كتاب الجنائز : باب ما جاء فى كفن النبى ' ابن ماجة (١٤٦٩) كتاب الجنائز : باب ما جاء فى كفن النبى ' نسائى (٣٥/٤)]

کفن دیا تھا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ تین سفید دھلے ہوئے کپڑوں کا آپ ﷺ کو کفن میں قمیض اور عمامہ نہیں دیا گیا تھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے یہ بھی پوچھا کہ آپ ﷺ کی وفات کس دن ہوئی تھی؟ انہوں نے جواب میں کہا کہ پیر کے دن۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ آج کون سا دن ہے؟ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ پیر کا دن ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ پھر مجھے بھی امید ہے کہ اب سے رات تک میں بھی رخصت ہو جاؤں گا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنا وہ کپڑا دیکھا جسے آپ بیماری کے دوران پہن رہے تھے۔ اس کپڑے پر زعفران کا دھبہ لگا ہوا تھا۔ انہوں نے فرمایا:

﴿ اغْسِلُوا ثَوْبِي هَذَا وَزِيدُوا عَلَيْهِ ثَوْبَيْنِ فَكَفِّنُونِي فِيهِمَا ﴾

''میرے اس کپڑے کو دھو لینا اور اس کے ساتھ دو اور ملا لینا پھر مجھے ان کا کفن دے دینا۔'' (۱)

(ابن قدامہؒ) میت کو تین سفید کپڑوں میں کفن دیا جائے اور اس میں نہ قمیض ہو اور نہ عمامہ۔(۲)

(ابن بازؒ) مرد کو تین سفید کپڑوں میں کفن دینا افضل ہے جن میں نہ قمیض ہو اور نہ ہی عمامہ۔(۳)

(سعودی مجلس افتاء) مرد کو تین کپڑوں میں کفن دیا جائے گا۔(۴)

جس روایت میں یہ الفاظ ہیں

﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كُفِّنَ فِي سَبْعَةِ أَثْوَابٍ ﴾ ''نبی کریم ﷺ کو سات کپڑوں میں کفن دیا گیا۔''

وہ منکر اور ناقابل حجت ہے۔(۵)

(احناف، مالکؒ) یہ مستحب ہے کہ کفن میں قمیض ہو۔

(جمہور) یہ مستحب نہیں ہے (کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے کفن میں یہ موجود نہیں تھی)۔(۶)

(راجح) جمہور کا مؤقف راجح ہے کیونکہ احناف کی دلیل ضعیف روایت ہے۔(۷)

---

(۱) [بخاری (۱۳۸۷) کتاب الجنائز: باب موت یوم الاثنین]

(۲) [المغني لابن قدامة (۳/۳۸۲)]

(۳) [مجموع فتاوی لابن باز (۱۳/۱۲۷)]

(٤) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۸/۳٦۲)]

(٥) [**ضعيف**: أحكام الجنائز (ص/۸۵) نصب الراية (۲/۲٦۱) نيل الأوطار (٦۸۸/۲) بزار (٦٤٦) ابن أبي شيبة (۲٦۲/۳) أحمد (۹٤/۱)]

(٦) [الأم (٤۷۱/۱) الحاوي (۳/۲۰) بدائع الصنائع (۱/۳۰٦) المبسوط (۷۲/۲) الهداية (۹۱/۱) حاشية الدسوقي (٤۱۷/۱) المغني (۳۸۳/۳) نيل الأوطار (۲/٦۰۸)]

(۷) [نيل الأوطار (٦۰۸/۲)]

❏ کفن میں ایک کپڑا بھی ثابت ہے جیسا کہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو ایک کپڑے میں ہی کفن دیا گیا۔(۱)

اسی طرح دو کپڑے بھی ثابت ہیں جیسا کہ حالت احرام میں فوت ہونے والے کو دو کپڑوں میں کفن دیا گیا۔(۲)

اور تین کپڑے بھی ثابت ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔(۳)

اس سے زیادہ کپڑے کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں اسی لیے شیخ البانیؒ نے تین سے زائد کپڑوں میں کفن دینا ناجائز قرار دیا ہے۔(٤)

(ابن قدامہؒ) کفن میں تین کپڑوں سے زیادہ استعمال کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں مال کا ضیاع ہے۔(٥)

مرد اور عورت کے کفن میں کوئی فرق نہیں

(البانیؒ) مذکورہ بالا تمام مسائل میں عورت بھی مرد کی طرح ہی ہے کیونکہ ان میں فرق کی کوئی دلیل موجود نہیں۔ لیلیٰ بنت قائف ثقفیہ کی جس روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کو پانچ کپڑوں میں کفن دینے کا ذکر ہے اس کی سند صحیح نہیں کیونکہ اس میں نوح بن حکیم ثقفی راوی مجہول ہے جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ وغیرہ نے کہا ہے اور اس میں ایک دوسری علت بھی ہے جسے امام زیلعیؒ نے [نصب الراية (۲/۲٥۸)] میں بیان کیا ہے۔

اور اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی زینب کو غسل دینے کے قصے میں بعض نے جو ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے کہ ''ہم نے اسے پانچ کپڑوں میں کفن دیا'' وہ شاذ اور منکر ہے جیسا کہ میں نے [الضعيفة (٥٨٤٤)] میں اس کی تحقیق کی ہے۔(٦)

کسی پیر یا ولی کے لباس کا کفن مردے کو عذاب سے نہیں بچائے گا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب عبداللہ رضی اللہ عنہ کا والد عبداللہ بن أبی (رئیس المنافقین) فوت ہوا تو عبداللہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا:

---

(۱) [بخاری (٤٠٤٥) كتاب المغازی : باب غزوة أحد]

(۲) [بخاری (۱۲٦۷) كتاب الجنائز : باب كيف يكفن المحرم]

(۳) [بخاری (۱۲٦٤) كتاب الجنائز : باب الثياب البيض للكفن]

(٤) [أحكام الجنائز (ص/۸٤)]

(٥) [المغنی لابن قدامة (۳/۳۸٥)]

(٦) [أحكام الجنائز وبدعها (ص/۸٥)]

﴿ أَعْطِنِي قَمِيصَكَ أُكَفِّنْهُ وَصَلِّ عَلَيْهِ وَاسْتَغْفِرْ لَهُ ﴾ ''مجھے اپنی قمیض عطا کر دیجیے میں اپنے والد کو اس میں کفن دوں گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھایئے اور اس کے لیے استغفار کیجیے۔''

آپ ﷺ نے اسے اپنی قمیض دے دی اور فرمایا' جب تم (اسے) غسل دے لو تو مجھے اطلاع کر دینا۔ چنانچہ جب اس نے اسے غسل دیا تو آپ ﷺ کو اطلاع دے دی۔ آپ ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے تشریف لائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو روکا اور کہا' کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے سے روکا نہیں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا' مجھے اختیار دیا گیا ہے کہ میں ان کے لیے بخشش کی دعا مانگوں یا نہ مانگوں اور پھر آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھا دی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی:

﴿ وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ ﴾ [التوبة : ٨٤]

''ان (منافقین) میں سے کوئی مر جائے تو ان کی نہ نماز جنازہ پڑھنا اور نہ ہی ان کی قبر پر (مغفرت کی دعا کے لیے) کھڑے ہونا۔''

اس آیت کے نزول کے بعد آپ ﷺ نے منافقوں کی نماز جنازہ پڑھانی چھوڑ دی۔(۱)

(۱) [بخاری (۵۷۹٦) کتاب اللباس : باب لبس القمیص ' مسلم (۲٤۰۰) کتاب فضائل الصحابة : باب من فضائل عمر رضی اللہ عنہ ' ترمذی (۳۰۹۸) کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة التوبه ' ابن ماجة (۱۵۲۳) کتاب الجنائز : باب فی الصلاة علی أهل القبلة ' نسائی (۱۸۹۹) وفی السنن الکبری (۲۰۲۷۱) بیهقی فی السنن الکبری (۱۹۹/۸) وفی دلائل النبوة (۲۸۷/۵) احمد (٤٦۸۰) طبرانی کبیر (۱۷۰۵۱)]

باب المشی با لجنازة — جنازے کے ساتھ چلنے کا بیان

جنازے کو لے کر جلدی چلنا چاہیے

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا﴿ أَسْرِعُوا بِالْجَنَازَةِ ﴾ ''جنازہ لے جانے میں جلدی کرو۔'' اس لیے کہ اگر مرنے والا نیک و صالح شخص ہے تو تم اس کو بھلائی کی طرف نزدیک کر رہے ہو اور اگر اس کے سوا ہے تو ایک شر ہے جسے تم اپنی گردنوں سے اتارتے ہو۔(۱)

(2) حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ

﴿ وَنَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ نَرْمُلُ رَمَلًا ﴾

''ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (جنازہ لے کر) دوڑا کرتے تھے۔''(۲)

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

﴿ إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمْ فَلَا تَحْبِسُوْهُ وَ أَسْرِعُوْا بِهِ إِلَى الْقَبْرِ ﴾

''جب تم میں سے کوئی فوت ہو جائے تو اسے روک کر مت رکھو اور اسے قبر تک پہنچانے میں جلدی کرو۔''(۳)

(4) حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے وصیت کرتے ہوئے کہا:

﴿ إِذَا انْطَلَقْتُمْ بِجَنَازَتِيْ فَأَسْرِعُوْا فِي الْمَشْيِ ﴾

''جب تم میرا جنازہ لے کر چلو گے تو تیز رفتار سے چلنا۔''(٤)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی جس روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے ایک جنازہ دیکھا جسے لوگ تیزی سے لے جا رہے تھے تو فرمایا:

---

(۱) [بخاری (۱۳۱۵) کتاب الجنائز : باب السرعة بالجنازة ' مسلم (۹٤٤) کتاب الجنائز : باب الإسراع بالجنازة ' کتاب الجنائز : باب الإسراع بالجنازة ' أبو داود (۳۱۸۱) ترمذی (۱۰۱۵) نسائی (٤٢/٤) ابن ماجة (۱٤۷۷) أحمد (۲٤۰/۲) حمیدی (۱۰۲۲) ابن أبی شیبة (۲۸۱/۲) شرح معانی الآثار (٤۷۸/۱) بیهقی (۲۱/٤) شرح السنة (۲۳۱/۳)]

(۲) [صحیح : صحیح أبو داود (۲۷۲۵) کتاب الجنائز : باب الإسراع بالجنازة ' أبو داود (۳۱۸۲) أحمد (۳٦/٥) نسائی (٤٢/٤) حاکم (۳٥٥/۱)]

(۳) [طبرانی کبیر (٤٤٤/۱۲) امام صنعانیؒ نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔[سبل السلام (۲۸٥/۲)]

(٤) [حسن : أحکام الجنائز وبدعها (ص / ۱۸) احمد (۳۹۷/٤) بیهقی (۳۹٥/۳)]

﴿ لِتَكُنْ عَلَيْكُمُ السَّكِينَةُ ﴾ ''تم پر اطمینان وسکون ہونا چاہیے۔'' وہ ضعیف ہے۔(۱)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی جس روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنازے کے ساتھ چلنے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں کہا﴿ ما دُونَ الْخَبَبِ ﴾ ''ایسی چال جو دوڑ سے کم ہو۔'' وہ بھی ضعیف ہے۔(۲)

(جمہور) جنازہ جلدی لے جانا مستحب ہے۔(۳)

(ابن حجرؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(٤)

(نوویؒ) علماء کا اتفاق ہے کہ جنازہ جلدی لے جانا مستحب ہے اِلا کہ میت کو کسی نقصان کا اندیشہ ہو۔(٥)

(ابن قدامہؒ) جنازے کو جلدی لے جانے کے استحباب میں ائمہ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔(٦)

(امیر صنعانیؒ) حاصل کلام یہ ہے کہ جنازہ جلدی لے جانا مستحب ہے۔(۷)

(قرطبیؒ) حدیث کا مقصود یہ ہے کہ میت کی تدفین میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔(۸)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) جنازے کو جلدی لے جانا مستحب ہے۔(۹)

(مرغینانی حنفیؒ) لوگ جنازہ لے کر جلدی چلیں لیکن دوڑیں نہیں۔(۱۰)

(ابن حزمؒ) جنازہ جلدی لے جانا واجب ہے۔(۱۱)

---

(۱) [**ضعیف** : ضعیف ابن ماجة (۳۲۲) كتاب الجنائز : باب ما جآء في شهود الجنائز' ابن ماجة (۱٤۷۹) أحمد (٤/٤۰۳) بيهقي (۲۲۱٤)] حافظ بوصیریؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[مصباح الزجاجة (٤۸۱/۱)]

(۲) [**ضعیف** : ضعیف أبو داود (٦۹۸) كتاب الجنائز : باب الإسراع بالجنازة' ضعیف ترمذی (۱٦۹) المشكاة (۱٦٦۹) ترمذی (۱۰۱۱) ابن ماجة (۱٤۸٤) أبو داود (۳۱۸٤) بيهقي (۲۲/٤) أحمد (٤۳۲/۱)]

(۳) [الروضة الندية (٤۲۸/۱)]

(٤) [فتح الباري (٥۳۹/۳)]

(٥) [المجموع (۲۷۱/٥)]

(٦) [المغني لابن قدامة (۳۹٤/۳)]

(۷) [سبل السلام (۲۸٤/۲)]

(۸) [أيضا]

(۹) [تحفة الأحوذي (۷٥/٤)]

(۱۰) [الهداية (۹۳/۱)]

(۱۱) [المحلى (۱٥٤/٥)]

(البانیؒ) وجوب کا قول ہی راجح ہے۔(۱)

(ابن بازؒ) جنازے کو جلدی لے کر چلنا مسنون ہے۔(۲)

جنازے کے ساتھ چلنا اور اسے کندھا دینا سنت ہے

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ : رَدُّ السَّلَامِ ' وَعِيَادَةُ الْمَرِيضِ ' **وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ** ' وَإِجَابَةُ الدَّعْوَةِ ' وَتَشْمِيتُ الْعَاطِسِ ﴾

''مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں: سلام کا جواب دینا' مریض کی عیادت کرنا' جنازے میں شرکت کرنا' دعوت قبول کرنا' جسے چھینک آئے اسے **یرحمک اللہ** کہنا۔''(۳)

(2) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ عُودُوا الْمَرِيضَ **وَاتَّبِعُوا الْجَنَائِزَ** تُذَكِّرُكُمُ الْآخِرَةَ ﴾

''بیمار کی عیادت کرو اور جنازوں میں شرکت کرو وہ تمہیں آخرت یاد دلائیں گے۔''(٤)

(امیر صنعانیؒ) پہلی حدیث کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ مسلمان (معروف ہو یا غیر معروف اس) کے جنازے میں شرکت کرنا واجب ہے۔(٥)

(البانیؒ) جنازے کو کندھا دینا اور اس کے پیچھے چلنا واجب ہے۔(٦)

(ابن قدامہؒ) جنازوں کے پیچھے چلنا مسنون ہے۔(٧)

(سلیم ہلالی) جنازوں کے پیچھے چلنا واجب ہے اور مسلمان میت کا دیگر مسلمانوں پر جو حق ہے وہ صرف مردوں

---

(۱) [أحكام الجنائز (ص/٩٤)]

(۲) [مجموع فتاوى لابن باز (١٨٠/١٣)]

(۳) [بخاري (١٢٤٠) كتاب الجنائز : باب الأمر باتباع الجنائز ' مسلم (٢١٦٢) كتاب السلام : باب من حق المسلم للمسلم رد السلام ' أبو داود (٥٠٣٠) ابن ماجة (١٤٣٥) أحمد (٣٣٢/٢) بيهقي في السنن الكبرى (٣٨٦/٣) شرح السنة (١٣٩٨) ابن حبان في صحيحه (٢٤١)]

(٤) [**حسن** : أحكام الجنائز (ص/٨٧) ابن أبي شيبة (٧٣/٤) بخاري في الأدب المفرد (ص/٧٥) ابن حبان (٧٠٩-الموارد) طيالسي (٢٢٤/١) أحمد (٢٧/٣) شرح السنة (١٦٦/١)]

(٥) [سبل السلام (١٩٧٥/٤)]

(٦) [أحكام الجنائز (ص/٨٦)]

(٧) [المغني لابن قدامة (٣٩٥/٣)]

کے لیے ہے عورتوں کے لیے نہیں کیونکہ انہیں رسول اللہ ﷺ نے جنازوں کے پیچھے چلنے سے منع فرمایا ہے۔(۱)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی جس روایت میں ہے کہ

﴿ مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةً فَلْيَحْمِلْ بِجَوَانِبِ السَّرِيرِ كُلِّهَا ﴾ ''جو شخص جنازے میں شرکت کرے وہ (میت کی) چارپائی کے تمام اطراف کو کندھا دے۔'' وہ ضعیف ہے۔(۲)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿ مَن حَمَلَ الْجَنَازَةَ بِجَوَانِبِهَا الْأَرْبَعَةِ فَقَدْ قَضَى الَّذِي عَلَيْهِ ﴾

''جس شخص نے جنازے کے چاروں اطراف کو کندھا دیا اس نے اپنا فرض ادا کر دیا۔''(۳)

اس مسئلے میں فقہا نے اختلاف کیا ہے کہ چارپائی کی تمام جوانب کو کندھا دینا چاہیے یا کہ کسی ایک جانب کو کندھا دینا ہی کافی ہے۔ ہمارے علم کے مطابق کسی صحیح حدیث سے جنازے کو کندھا دینے کا وجوب ثابت نہیں ہوتا لہٰذا یہ بھی ضروری نہیں کہ چاروں اطراف کو کندھا دیا جائے۔ (واللہ اعلم)(٤)

جنازے پر قرآنی آیات والی چادر ڈالنے کا حکم

(ابن بازؒ) بعض لوگ جنازوں پر ایسی چادریں ڈال دیتے ہیں جن میں قرآنی آیات لکھی ہوتی ہیں انہیں نہ ڈالنا اور ان سے بچنا واجب ہے۔.....بعض حضرات کا یہ خیال ہے کہ اس سے میت کو فائدہ ہوتا ہے حالانکہ یہ غلطی اور گناہ ہے اور شریعت مطہرہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔(٥)

جنازے کے آگے اور پیچھے چلنے میں کوئی حرج نہیں

(1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ كَانُوا يَمْشُونَ أَمَامَ الْجَنَازَةِ وَ خَلْفَهَا ﴾

''رسول اللہ ﷺ، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ (بعض اوقات) جنازے کے آگے اور (بعض

---

(۱) [موسوعة المناهي الشرعية (۲٦/۲)]

(۲) [**ضعيف** : ضعيف ابن ماجة (١٤٧٨) أبو داود طيالسي (٤٤) بيهقي (١٦/٤) اس کی سند منقطع ہے۔]

(۳) [عبدالرزاق (٥١٢/٣) ' (٦٥/٨)]

(٤) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: الأم (٤٥٠/١) الحاوی (٣٩/٣) المبسوط (٥٦/٢) بدائع الصنائع (٣٠٩٣١) الهداية (٩٣/١) حاشية الدسوقي (٤٢١/١) المغني (٤٠٣/٣)]

(٥) [مجموع فتاوى لابن باز (١٨٤/١٣)]

اوقات جنازے کے) پیچھے چلا کرتے تھے۔'' (١)

(2) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ وَالمَاشِي يَمْشِي خَلْفَهَا وَأَمَامَهَا وعَن يَمِينِهَا وعَن يَسَارِهَا قرِيبًا مِّنها ﴾

''پیدل چلنے والا جنازے کے پیچھے' اس کے آگے' اس کے دائیں' اس کے بائیں' اس کے قریب ہو کر چل سکتا ہے۔'' (٢)

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ رَأَيْتُ النَّبيَّ صلى الله عليه وسلم وَ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ يَمْشُوْنَ أَمَامَ الْجَنَازَةِ ﴾

''میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا' وہ جنازے کے آگے چل رہے تھے۔'' (٣)

اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ جنازے کے پیچھے چلنا افضل ہے یا آگے۔

(جمہور، احمدؒ، مالکؒ، شافعیؒ) جنازے کے سامنے چلنا افضل ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اسی کے قائل ہیں۔

(ابوحنیفہؒ) جنازے کے پیچھے چلنا افضل ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ یہی موقف رکھتے ہیں۔ (٤)

(ابن حزمؒ) پیدل چلنے والا جہاں چاہے چلے لیکن ہمارے نزدیک پسندیدہ پیچھے چلنا ہی ہے۔ (٥)

---

(١) [**صحيح** : أحكام الجنائز (ص/٩٥) ابن ماجة (١٤٨٣) كتاب ما جاء في الجنائز : باب ما جاء في المشي أمام الجنازة' طحاوى (٢٧٨/١)]

(٢) [**صحيح** : صحيح أبو داود (٢٧٢٣) كتاب الجنائز : باب المشي أمام الجنازة' ابن ماجة (١٤٨١) كتاب الجنائز : باب ما جاء في شهود الجنائز' أبو داود (٣١٨٠) أحمد (٢٤٧/٤) نسائي (٥٨/٤) ابن حبان (٧٦٩) حاكم (٣٥٥/١)]

(٣) [**صحيح** : صحيح أبو داود (٢٧٢٢) كتاب الجنائز : باب المشي أمام الجنازة' أبو داود (٣١٧٩) ترمذي (١٠٠٧) كتاب الجنائز : باب ما جاء في المشي أمام الجنازة' نسائي (٥٦/٤) ابن ماجة (١٤٨٢) شرح معاني الآثار (٤٧٩/١) دارقطني (٧٠/٢) بيهقي (٢٣/٤) حميدي (٦٠٧) أبو داود طيالسي (٧٨٨) ابن أبي شيبة (٢٧٧/٣) أحمد (٨/٢)]

(٤) [الحاوى (٤١/٣) الأم (٤٥٥/١) بدائع الصنائع (٣٠٩/١) المبسوط (٥٦/٢) الهداية (٩٣/١) الاختيار (٩٦/١) حاشية الدسوقي (٤٢١/١) المغنى (٣٩٧/٣) نيل الأوطار (١٨/٣)]

(٥) [المحلى بالآثار (٣٩٣/٣)]

(صدیق حسن خانؒ) آگے چلنا اور پیچھے چلنا افضلیت میں برابر ہے۔(۱)

(شاہ ولی اللہؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۲)

(شوکانیؒ) سوار جنازے سے پیچھے اور پیدل چلنے والا آگے چلے۔(۳)

(البانیؒ) پیچھے چلنا افضل ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا﴿ وَاتَّبِعُوا الْجَنَائِزَ ﴾ ''جنازوں کے پیچھے چلو۔''(۴)

جنازے کے ساتھ سوار ہو کر جانا نبی ﷺ نے ناپسند فرمایا

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أُتِيَ بِدَابَّةٍ وَ هُوَ مَعَ الْجَنَازَةِ فَأَبَى أَنْ يَّرْكَبَهَا فَلَمَّا انْصَرَفَ أُتِيَ بِدَابَّةٍ فَرَكِبَ فَقِيلَ لَهُ فَقَالَ : إِنَّ الْمَلَائِكَةَ كَانَتْ تَمْشِي فَلَمْ أَكُنْ لِأَرْكَبَ وَهُمْ يَمْشُونَ فَلَمَّا ذَهَبُوا رَكِبْتُ ﴾

''رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک جانور لایا گیا جبکہ آپ ﷺ جنازے کے ساتھ تھے تو آپ ﷺ نے اس پر سوار ہونے سے انکار کر دیا لیکن جب آپ ﷺ جنازے سے واپس ہوئے اور آپ ﷺ کے پاس ایک جانور لایا گیا تو آپ ﷺ سوار ہو گئے۔ جب آپ ﷺ سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک فرشتے (جنازے کے ساتھ) چل رہے تھے تو میں ایسا نہ کر سکا کہ سوار ہو جاتا اور وہ چل رہے ہوتے لیکن جب وہ چلے گئے تو میں سوار ہو گیا۔''(۵)

جس روایت میں یہ لفظ ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ أَلَا تَسْتَحْيُونَ أَنَّ مَلَائِكَةَ اللّٰهِ يَمْشُونَ عَلَى أَقْدَامِهِمْ وَأَنْتُمْ رُكْبَانٌ؟ ﴾

''کیا تمہیں اس بات سے حیا نہیں آتی کہ اللہ کے فرشتے تو اپنے قدموں پر چل رہے ہوں اور تم سوار ہو؟۔''

وہ ضعیف ہے۔(۶)

---

(۱) [الروضة الندية (۱/۴۳۲)]

(۲) [حجة الله البالغة (۲/۳۷)]

(۳) [نيل الأوطار (۳/۱۸)]

(۴) [أحكام الجنائز (ص/۹۶)]

(۵) [**صحيح** : صحيح أبو داود (۲۷۲۰) كتاب الجنائز : باب الركوب في الجنازة ' أبو داود (۳۱۷۷)]

(۶) [**ضعيف** : ضعيف ابن ماجة (۳۲۳) كتاب الجنائز : باب ما جآء في شهود الجنائز' ابن ماجة (۱۴۸۰) ترمذي (۱۰۱۲)]

یاد رہے کہ کراہت کے ساتھ جواز بہر حال موجود ہے جیسا کہ پیچھے صحیح روایت میں گزرا ہے کہ

﴿ الرَّاكِبُ يَسِيرُ خَلْفَ الْجَنَازَةِ ﴾ ''سوار جنازے کے پیچھے چلے۔'' (۱)

(البانیؒ) سوار ہونا جائز ہے بشرطیکہ جنازے کے پیچھے چلے۔(۲)

تدفین کے بعد واپسی پر بلا کراہت سوار ہونا جائز ہے

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابن دحداح رضی اللہ عنہ کے جنازے میں جاتے ہوئے پیدل گئے اور واپسی پر سوار ہو کر لوٹے۔(۳)

گاڑی پر جنازہ لے کر جانا

اور لوگ بھی پیچھے گاڑیوں پر ہی چلیں تو یہ عمل چند وجوہ کی بنا پر ناجائز ہے۔

(1) یہ کفار کی عادات میں سے ہے۔

(2) یہ عبادت میں بدعت ہے۔

(3) اس سے جنازے کا مقصد فوت ہو جاتا ہے یعنی اسے کندھا دینا اور اس کے پیچھے چلنا (کہ جس سے آخرت یاد آتی ہے)۔

(4) اس عمل سے جنازے میں کم افراد شریک ہوں گے کیونکہ ہر شخص کرائے پر گاڑی نہیں لے سکتا۔

(5) یہ صورت قریب وبعید ہر طرح سے شریعت کے موافق نہیں۔(٤)

جنازے کے ساتھ آگ لے کر جانا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَا تُتْبَعُ الْجَنَازَةُ بِصَوْتٍ وَلَانَارٍ ﴾ ''آواز اور آگ کے ساتھ جنازے میں شرکت نہ کی جائے۔''(٥)

---

(۱) [**صحيح** : صحيح أبو داود (۲۷۲۳) كتاب الجنائز : باب المشى أمام الجنازة ' أبو داود (۳۱۸۰)]

(۲) [أحكام الجنائز (ص/۹٦)]

(۳) [**صحيح** : صحيح أبو داود (۲۷۲۱) كتاب الجنائز : باب الركوب فى الجنازة ' أبو داود (۳۱۷۸) مسلم (۹٦٥) كتاب الجنائز : باب ركوب المصلى على الجنازة إذا انصرف ' ترمذى (۱۰۱۳) كتاب الجنائز باب ما جاء فى الرخصة فى ذلك ' أحمد (۹۰/٥) نسائى (۸٥/٤) عبدالله بن أحمد فى زوائده على المسند (۹۸/٥)]

(٤) [أحكام الجنائز للألبانى (ص/۹۹-۱۰۰)]

(٥) [أبو داود (۳۱۷۱) كتاب الجنائز : باب فى اتباع الميت بالنار ' أحمد (٤۲۷/۲)]

شیخ البانیؒ بیان کرتے ہیں کہ اگرچہ اس روایت کی سند میں کچھ ضعف ہے لیکن مرفوع اور بعض موقوف شواہد کی بنا پر یہ قوی و مضبوط ہو جاتی ہے۔(۱)

(1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿أَنَّهُ نَهَى أَنْ يَتْبَعَ الْمَيِّتَ صَوْتٌ أَوْ نَارٌ﴾

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ آواز یا آگ میت کے پیچھے آئے۔''(۲)

(2) حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنی وصیت میں لکھا کہ

﴿فَإِذَا أَنَا مِتُّ فَلَا تَصْحَبْنِي نَائِحَةٌ وَلَا نَارٌ﴾

''جب مجھے موت آئے تو نہ کوئی نوحہ کرنے والی میرے ساتھ ہو اور نہ آگ۔''(۳)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے وفات کے وقت کہا ﴿وَلَا تَتْبَعُونِي بِمِجْمَرٍ﴾ ''آگ لے کر میرے پیچھے نہ آنا۔''(٤)

(ابن قدامہؒ) آگ لے کر میت کے پیچھے چلنا مکروہ ہے۔(٥)

(سید سابق) اسی کے قائل ہیں۔(٦)

(البانیؒ) انہوں نے میت کے پیچھے آگ لے کر جانا (جو کہ اہل جاہلیت کا فعل تھا) بدعات میں شمار کیا ہے۔(۷)

(دکتور عائض القرنی) جنازے کے پیچھے آگ لے جانا ممنوع ہے۔(۸)

جنازے کے پیچھے گریبان پھاڑنا اور ہلاکت و بربادی کی دعا کرنا حرام ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

(۱) [أحكام الجنائز (ص/۹۱)]

(۲) [مسند أبي يعلى (۲٦۲۷)]

(۳) [مسلم (۱۲۱) كتاب الإيمان : باب كون الإسلام يهدم ما قبله وكذا الهجرة والحج ' أحمد (۱۹۹/٤) بيهقي (۹۸/۹) تحفة الأشراف (۱۰۷۳۷)]

(٤) [**صحيح** : أحكام الجنائز وبدعها (ص/۹۲) احمد (۷٥۷۳)]

(٥) [المغني لابن قدامة (٤۰۰/۳)]

(٦) [فقه السنة (۲۷۸/۱)]

(۷) [أحكام الجنائز (ص/۳۱٥)]

(۸) [فقه الدليل (ص/۱۸٥)]

﴿ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُودَ وَشَقَّ الْجُيُوبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ ﴾

''جو (خواتین) چہروں کو پیٹیں' گریبان چاک کریں اور جاہلیت کی باتیں بکیں وہ ہم میں سے نہیں۔'' (۱)

جنازہ رکھے جانے سے پہلے نہ بیٹھنے کا حکم منسوخ ہو چکا ہے

پہلے یہ حکم تھا کہ جب تک جنازہ رکھا نہ جائے اس میں شریک کوئی آدمی بھی ہرگز مت بیٹھے جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے:

(1) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ فَمَنْ تَبِعَهَا فَلَا يَجْلِسْ حَتَّى تُوضَعَ ﴾ ''جو جنازے میں شرکت کرے وہ اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک کہ جنازہ رکھ نہ دیا جائے۔'' (۲)

(2) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِذَا تَبِعْتُمُ الْجَنَازَةَ فَلَا تَجْلِسُوا حَتَّى تُوضَعَ ﴾

''جب تم جنازے کے پیچھے چلو تو اس وقت تک نہ بیٹھو جب تک کہ اسے رکھ نہ دیا جائے۔'' (۳)

(3) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ مَا رَأَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ شَهِدَ جَنَازَةً قَطُّ فَجَلَسَ حَتَّى تُوضَعَ ﴾ ''ہم نے کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ آپ کسی جنازے میں شریک ہوں اور جنازہ رکھے جانے سے پہلے بیٹھ گئے ہوں۔'' (٤)

ان تمام احادیث کا حکم منسوخ ہو چکا ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل روایات اس پر شاہد ہیں:

(1) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

---

(۱) [بخاری (۱۲۹٤) کتاب الجنائز : باب لیس منا من شق الجیوب' مسلم (۱۰۳) ترمذی (۹۹۹) ابن ماجة (۱۵۸٤) نسائی (۲۰/٤) أحمد (٤۳۲/۱) طیالسی (۷٤۷) أبو یعلی (۵۲۰۱) بیهقی (٦٤/٤) شرح السنة (۲۸۸/۳)]

(۲) [بخاری (۱۳۱۰) کتاب الجنائز : باب من تبع جنازة فلا یقعد حتی توضع عن مناکب' مسلم (۹۵۹) کتاب الجنائز : باب القیام للجنازة' ترمذی (۱۰٤۳) کتاب الجنائز : باب ما جاء فی القیام للجنازة' ابو داود (۳۱۷۳) کتاب الجنائز : باب القیام للجنازة' نسائی (٤٤/٤) وفی السنن الکبری (۲۰٤۳) ابن حبان (۳۱۰٤) عبد الرزاق (٦۳۲۷) ابن ابی شیبة (۳۰۸/۳) احمد (٤۱/۳)]

(۳) [**صحیح** : صحیح أبو داود (۲۷۱٦) کتاب الجنائز : باب القیام للجنازة' أبو داود (۳۱۷۳)]

(٤) [**صحیح** : صحیح نسائی (۱۸۰۹) کتاب الجنائز : باب الأمر بالقیام للجنازة' نسائی (۱۹۱۸)]

﴿ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْمُ فِي الْجَنَازَةِ حَتّٰى تُوْضَعَ فَمَرَّ بِهِ حَبْرٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ فَقَالَ هٰكَذَا نَفْعَلُ **فَجَلَسَ النَّبِيُّ ﷺ وَقَالَ : اجْلِسُوْا خَالِفُوْهُمْ** ﴾

''رسول اللہ ﷺ اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک جنازے کو لحد میں نہ رکھ دیا جاتا پھر ایک یہودیوں کا عالم گزرا اور اس نے کہا اس طرح تو ہم کرتے ہیں تب آپ ﷺ نے بیٹھنا شروع کر دیا اور فرمایا: تم بھی بیٹھا کرو اور ان کی مخالفت کرو۔'' (۱)

(2) اسماعیل بن مسعود بن حکم زرقی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

﴿ شَهِدْتُّ جَنَازَةً فِي الْعِرَاقِ ، فَرَأَيْتُ رِجَالًا قِيَامًا يَنْتَظِرُوْنَ أَنْ تُوْضَعَ ، وَرَأَيْتُ عَلِيَّ ابْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُشِيْرُ إِلَيْهِمْ أَنِ اجْلِسُوْا ، **فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدْ أَمَرَنَا بِالْجُلُوْسِ بَعْدَ الْقِيَامِ** ﴾

''میں عراق میں ایک جنازے پر حاضر ہوا تو میں نے کچھ آدمیوں کو کھڑے ہو کر جنازہ رکھے جانے کا منتظر دیکھا' پھر میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دیکھا کہ تم بیٹھ جاؤ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں کھڑے ہونے (کا حکم دینے) کے بعد بیٹھنے کا حکم دیا تھا۔'' (۲)

(3) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَعَ الْجَنَائِزِ حَتّٰى تُوْضَعَ وَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ **ثُمَّ قَعَدَ بَعْدَ ذٰلِكَ وَأَمَرَهُمْ بِالْقُعُوْدِ** ﴾

''جنازوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کھڑے رہتے جب تک کہ انہیں رکھ نہ دیا جاتا اور آپ ﷺ کے ساتھ لوگ بھی کھڑے رہتے۔ پھر اس کے بعد آپ ﷺ نے بیٹھنا شروع کر دیا اور لوگوں کو بھی بیٹھنے کا ہی حکم دے دیا۔'' (۳)

جنازہ دیکھ کر اس کے لیے کھڑا ہونا منسوخ ہو چکا ہے

مراد یہ ہے کہ جنازہ گزرے تو دیکھ کر اپنی جگہ پر کھڑے ہو جانا' پہلے یہی حکم تھا جیسا کہ دلائل حسب ذیل ہیں:

---

(۱) [**حسن** : صحیح أبو داود (۲۷۱۹) کتاب الجنائز : باب القیام للجنازة ' أبو داود (۳۱۷٦) ترمذی (۱۰۲۰) کتاب الجنائز : باب ما جاء فی الجلوس قبل أن توضع ' ابن ماجة (۱۵٤٥) کتاب الجنائز : باب ما جاء فی القیام للجنازة ' بزار کما فی تلخیص الحبیر (۱۱۲/۲)]

(۲) [قال الألبانیؒ أخرجه الطحاوی (۲۸۲/۱) بسند حسن : أحکام الجنائز (ص/۱۰۱)]

(۳) [بیهقی (۲۷/٤) أحکام الجنائز للألبانی (ص/۱۰۱)]

(1) حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُومُوا ...... ﴾ ''جب تم جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ۔'' (۱)

(2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ مَرَّ بِنَا جَنَازَةٌ فَقَامَ لَهَا النَّبِيُّ ﷺ وَ قُمْنَا بِهِ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ إِنَّهَا جَنَازَةُ يَهُودِيٍّ قَالَ : إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُومُوا ﴾

''ہمارے قریب سے ایک جنازہ گزرا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے کھڑے ہو گئے لہٰذا ہم بھی کھڑے ہو گئے۔ پھر ہم نے کہا' اے اللہ کے رسول! یقیناً یہ ایک یہودی کا جنازہ ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کوئی جنازہ دیکھو تو اس کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔'' (۲)

(3) حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُومُوا لَهَا حَتَّى تُخَلِّفَكُمْ أَوْ تُوضَعَ ﴾

''جب تم جنازہ دیکھو تو اس کے لیے اس وقت تک کھڑے رہو جب تک کہ وہ تمہیں پیچھے نہ چھوڑ جائے یا رکھ نہ دیا جائے۔'' (۳)

(البانیؒ) یہ قیام بھی منسوخ ہو چکا ہے۔ (٤)

(مالکؒ، ابو حنیفہؒ، شافعیؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (٥)

نسخ کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

---

(۱) [بخاری (۱۳۱۰) کتاب الجنائز : باب من تبع جنازة فلا يقعد حتى توضع ' مسلم (۹۵۹) كتاب الجنائز : باب القيام للجنازة ' ترمذی (۱۰٤۳) كتاب الجنائز : باب ما جاء في القيام للجنازة ' ابو داود (۳۱۷۳)]

(۲) [بخاری (۱۳۱۱) کتاب الجنائز : باب من قام لجنازة يهودی ' مسلم (۹٦۰) کتاب الجنائز : باب القيام للجنازة ' أحمد (۳۱۹/۳) أبو داود (۳۱۷٤) كتاب الجنائز : باب القيام للجنازة ' نسائی (٤٥/٤) عبد بن حميد (۱۱۵۳)]

(۳) [بخاری (۱۳۰۷) کتاب الجنائز : باب القيام للجنازة ' مسلم (۹۵۸) أبو داود (۳۱۷۲) ترمذی (۱۰٤۲) نسائی (٤٤/٤) ابن ماجة (۱۵٤۲) شرح معانی الآثار (٤۸٦/۱) ابن الجارود (۵۲۸) بيهقی (۲۵/٤) أحمد (٤٤٥/۳) حميدی (۱٤۲) عبدالرزاق (٦۳۰۵) أبو يعلى (۷۲۰۰) بغوی (۲۳۰/۳)]

(٤) [أحكام الجنائز (ص/۱۰۰)]

(٥) [نيل الأوطار (۲۳/۳)]

﴿ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ أَمَرَنَا بِالْقِيَامِ فِي الْجَنَازَةِ **ثُمَّ جَلَسَ بَعْدَ ذٰلِكَ وَأَمَرَنَا بِالْجُلُوْسِ** ﴾

''رسول اللہ ﷺ نے جنازے میں ہمیں کھڑا ہونے کا حکم دیا پھر اس کے بعد آپ ﷺ بیٹھنے لگے اور ہمیں بھی بیٹھنے کا حکم دے دیا۔'' (١)

(2) ابن سیرینؒ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ مُرَّ بِجَنَازَةٍ عَلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ وَ ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَامَ الْحَسَنُ وَ لَمْ يَقُمِ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ الْحَسَنُ لِابْنِ عَبَّاسٍ أَمَا قَامَ لَهَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : **قَامَ لَهَا ثُمَّ قَعَدَ** ﴾

''حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قریب سے ایک جنازہ گزرا تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کھڑے نہ ہوئے۔ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا اس کے لیے رسول اللہ ﷺ کھڑے نہیں ہوئے؟ تو انہوں نے کہا کھڑے ہوئے اور بیٹھ گئے۔'' (٢)

بعض علما ان احادیث کو ناسخ نہیں بلکہ (بیٹھے رہنے کے) جواز کے لیے دلیل قرار دیتے ہیں یعنی کھڑا ہونا ہی بہتر ہے لیکن ان احادیث کی وجہ سے اگر کوئی بیٹھ جائے تو یہ بھی جائز ہے۔

(ابن حزمؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٣)

(نوویؒ) یہی مؤقف رکھتے ہیں۔(٤)

جنازے کے ساتھ چلتے ہوئے اونچی آواز سے ذکر کرنا بدعت ہے

شیخ البانیؒ سمیت متعدد علماء نے اس عمل کو بدعت قرار دیا ہے۔(٥)

حضرت قیس بن عباد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

---

(١) [**صحيح** : صحيح أبو داود (٢٨١٨) أحمد (٨٢/١) مؤطا (٢٣٢/١) أبو داود (٣١٧٥) ابن ماجة (١٥٤٤) ابن حبان (٣٠٥٦) طحاوی (٤٨٨/١) بيهقی (٢٧/٤)]

(٢) [**صحيح** : صحيح نسائی (١٨١٦) كتاب الجنائز : باب الرخصة فی ترك القيام' أحمد (٢٠٠/١) نسائی (١٩٢٥) عبدالرزاق (٦٣١٣) طبرانی كبير (٢٧٤٣) بيهقی (٢٨/٤)]

(٣) [كما فی نيل الأوطار (٢٣/٣)]

(٤) [شرح مسلم للنووی (٣٤/٤)]

(٥) [أحكام الجنائز (ص/٣١٤) الإبداع (ص/١١٠) اقتضاء الصراط المستقيم (ص/٥٧) الإعتصام للشاطبی (٣٧٢/١) شرح الطريقة المحمدية (١١٤/١)]

﴿ كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ يَكْرَهُوْنَ رَفْعَ الصَّوْتِ عِنْدَ الْجَنَائِزِ ﴾

''نبی کریم ﷺ کے صحابہ جنازوں کے قریب اونچی آواز کو ناپسند فرماتے تھے۔'' (۱)

(نوویؒ) مناسب' پسندیدہ اور جس عمل پر سلف ہیں وہ جنازے کے ساتھ چلتے ہوئے خاموشی ہی ہے لہٰذا قراءت' ذکر یا اس کے علاوہ کوئی آواز بھی بلند نہ کی جائے۔(۲)

(سعودی مجلس افتاء) جنازے کے پیچھے چلنے کا رسول اللہ ﷺ کا طریقہ کار یہ تھا کہ ''لا إلـه إلا الـلّـه'' یا کوئی قراءت یا اس کی مثل کسی چیز کی بھی آواز نہ سنی جاتی تھی اور جہاں تک ہمیں علم ہے نہ ہی آپ ﷺ نے اجتماعی طور پر '' لا إله إلا الله'' کہنے کا حکم دیا ہے بلکہ یہ روایت کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے جنازے کے پیچھے آواز نکالنے یا آگ لے جانے سے منع فرمایا ہے۔(۳)

(ابن تیمیہؒ) جنازے کے ساتھ آواز بلند کرنا مستحب نہیں ہے' نہ قراءت کے ساتھ' نہ کسی ذکر کے ساتھ اور نہ ہی کسی اور چیز کے ساتھ۔ یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے اور یہی صحابہ و تابعین سے مروی ہے اور اس میں مجھے کسی اختلاف کا بھی علم نہیں۔(٤)

(ابن قدامہؒ) جنازے کے قریب آواز بلند کرنا مکروہ ہے۔(٥)

(اوزاعیؒ، عطاءؒ) جنازے کے پیچھے چلتے ہوئے یہ کہنا کہ اس کے لیے استغفار کرو بدعت ہے۔(٦)

(سلیم ہلالی) جنازے کے پیچھے بلند آواز نکالنا مکروہ ہے خواہ کسی ذکر کی وجہ سے ہی ہو۔(۷)

(سید سابق) اسی کے قائل ہیں۔(۸)

(دکتور عائض القرنی) جنازے کے ساتھ آواز بلند کرنا منع ہے کیونکہ یہ بدعت ہے۔(۹)

---

(۱) [بيهقي (٧٤/٤) ابن المبارك في الزهد (٨٣) أبو نعيم (٥٨/٩)]

(۲) [الأذكار (ص / ٢٠٣)]

(۳) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٩ / ١٩)]

(٤) [أيضا]

(٥) [المغني لابن قدامة (٤٠٠/٣)]

(٦) [أيضا]

(۷) [موسوعة المناهي الشرعية (٢٨/٢)]

(۸) [فقه السنة (٢٧٨/١)]

(۹) [فقه الدليل (ص / ١٨٣)]

میت اٹھانے والے کے لیے وضو مستحب ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَلْيَغْتَسِلْ وَمَنْ حَمَلَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ ﴾

''جو میت کو غسل دے اسے غسل کرنا چاہیے اور جو اسے اٹھائے اسے وضوء کرنا چاہیے۔'' (۱)

خواتین جنازے کے ساتھ جانے سے اجتناب کریں

حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں ہے کہ

﴿ نُهِينَا عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا ﴾

''ہمیں (یعنی عورتوں کو) جنازے کے ساتھ چلنے سے منع کیا گیا مگر تاکید سے منع نہیں ہوا۔'' (۲)

(جمہور، مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ) عورتوں کے لیے جنازے کے پیچھے چلنا مکروہ ہے حرام نہیں کیونکہ اُم عطیہ رضی اللہ عنہا کسی قرینہ کی وجہ سے یہ بات سمجھ گئی تھیں۔ ان کی دلیل وہ روایت بھی ہے جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازے میں شریک تھے کہ عمر رضی اللہ عنہ ایک عورت کو دیکھ کر چونک اٹھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ دَعْهَا يَا عُمَرَ ﴾ ''اے عمر! اسے چھوڑ دو۔'' (۳)

(ابوحنیفہؒ) حدیث میں موجود ممانعت حرمت کے لیے ہے۔ انہوں نے اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز گھر سے نکلے تو راستے میں کچھ خواتین کو بیٹھے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیوں بیٹھی ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم جنازے کا انتظار کر رہی ہیں۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ڈانٹتے ہوئے واپس لوٹ جانے کا حکم دیا۔ لیکن اس روایت کی سند ضعیف ہے۔ (٤)

---

(۱) [**صحيح** : صحيح أبو داود (۲۷۰۷) كتاب الجنائز : باب الغسل من غسل الميت' أبو داود (۳۱٦۱)]

(۲) [بخاری (۱۲۷۸) کتاب الجنائز : باب اتباع النساء الجنائز' مسلم (۹۳۸) کتاب الجنائز : باب نهی النساء عن اتباع الجنائز' ابن ماجة (۱۵۷۷) کتاب الجنائز : باب ما جاء فی اتباع النساء الجنائز' أحمد (٦/٤٠٨) بیهقی (٤/٧٧)]

(۳) [**ضعيف** : ضعیف ابن ماجة (۳٤٦) کتاب الجنائز : باب ما جاء فی البكاء على الميت' الضعيفة (۳٦۰۳) ضعیف الجامع (۲۹۸۷) ابن ماجة (۱۵۸۷) نسائی (۱۸۵۸) کتاب الجنائز : باب الرخصة فی البكاء على الميت' مسند احمد (۹۷۳۷)]

(٤) [**ضعيف** : ضعیف ابن ماجة (۳٤٤) کتاب الجنائز : باب ما جاء فی اتباع النساء الجنائز' الضعيفة (۲۷٤۲) ابن ماجة (۱۵۷۸)]

(ابن دقیق العیدؒ) کچھ ایسی احادیث بھی موجود ہیں جو اس حدیث سے بھی زیادہ (عورتوں کے) جنازوں کے پیچھے چلنے کی تشدید پر دلالت کرتی ہیں۔

(عبداللہ بسام) ممانعت کا ظاہر حرمت کا تقاضا کرتا ہے اور حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول کہ ''ہمیں تاکید سے منع نہیں کیا گیا'' محض ان کی اپنی رائے ہے۔ انہوں نے یہ گمان کر لیا کہ ممانعت حرمت کے لیے نہیں ہے اور دلیل صرف شارع علیہ السلام کا قول ہی ہے۔(۱)

(امیر صنعانیؒ) حدیث کے یہ لفظ کہ ''ہمیں تاکید سے منع نہیں کیا گیا'' اس بات میں ظاہر ہیں کہ ممانعت حرمت کے لیے نہیں بلکہ کراہت کے لیے ہے گویا کہ اُم عطیہ رضی اللہ عنہا نے کسی قرینے کی وجہ سے یہ سمجھا اور اگر کوئی قرینہ موجود نہ ہوا تو اس کی اصل تو حرمت ہی ہے۔ البتہ جمہور اہل علم اس کی کراہت کا مؤقف رکھتے ہیں۔(۲)

(نوویؒ) ہمارے اصحاب کے نزدیک اس حدیث کی وجہ سے عورتوں کا جنازوں کے پیچھے جانا مکروہ ہے حرام نہیں۔(۳)

کیا جنازے کا ہلکا ہونا اس کی فضیلت ظاہر کرتا ہے؟

(سعودی مجلس افتاء) جو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اگر جنازہ ہلکا ہو تو میت نیک ہے اور اگر بوجھل ہو تو میت فاسق و فاجر ہے، جہاں تک ہمیں علم ہے شریعت مطہرہ میں اس کی کوئی اصل موجود نہیں۔(٤)

---

(۱) [توضیح الأحکام شرح بلوغ المرام (۳/۲۲٤)]

(۲) [سبل السلام (۲/۲۹۱)]

(۳) [شرح مسلم للنووی (٤/۲٥۱)]

(٤) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۹/۸٦)]

باب صلاة الجنازة　　نماز جنازہ کا بیان

میت پر نماز جنازہ پڑھنا واجب ہے

(1) جس شخص پر قرض تھا نبی ﷺ نے خود اس کا جنازہ پڑھانے سے اجتناب کیا لیکن لوگوں کو حکم دیا کہ ﴿صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ﴾ ''اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھو۔''(۱)

(2) حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھیوں میں سے ایک آدمی خیبر کے روز فوت ہوا تو لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ﴾ ''اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھو۔''

یہ سن کر لوگوں کے چہرے متغیر ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا' بلاشبہ تمہارے ساتھی نے اللہ کے راستے میں خیانت کی تھی۔ (راوی کا بیان ہے کہ) پھر ہم نے اس کے سامان کی تلاشی لی تو ہم نے یہود کا ایک ہار پایا جس کی قیمت دو درہم بھی نہ تھی۔(۲)

(ابن حزمؒ) مسلمانوں کے مرنے والوں پر نماز جنازہ پڑھنا فرض ہے۔(۳)

(نوویؒ) اہل علم نے اجماع کیا ہے کہ میت پر نماز جنازہ پڑھنا فرض کفایہ ہے۔(٤)

(صدیق حسن خانؒ) نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔(٥)

(سید سابق) ائمہ فقہ کے درمیان اتفاق ہے کہ میت پر نماز پڑھنا فرض کفایہ ہے۔(٦)

---

(۱) [بخاری (۵۳۷۱ ' ٦۷۳۱) کتاب النفقات : باب قول النبي من ترك كلا أو ضياعا فإلي' مسلم (۱٦۱۹) أحمد (۲۹۰/۲) نسائی (٦٦/٤) ترمذی (۱۰۷۰) ابن ماجة (۲٤۱۵) أبو داود (۲۹۵۵)]

(۲) [صحيح : أحكام الجنائز وبدعها (ص / ۱۰۳) ابو داود (۲۷۱۰) كتاب الجهاد : باب في تعظيم الغلول' ابن ماجة (۲۸٤۸) كتاب الجهاد : باب الغلول' مؤطا (٤۵۸/۲) نسائی (٦٤/٤) حاکم (۱۲۷/۲) احمد (۱۱٤/٤)' (۱۹۲/۵)]

(۳) [المحلى بالآثار (۳۳٦/۳)]

(٤) [شرح مسلم للنووی (۲٦۸/٤)]

(٥) [الروضة الندية (٤۱۵/۱)]

(٦) [فقه السنة (۲٦۵/۱)]

(البانیؒ) مسلم میت پر نماز جنازہ پڑھنا فرض کفایہ ہے۔(۱)

(دکتور وھبہ زحیلی) شہید کے علاوہ میت کی نماز جنازہ ادا کرنا زندوں پر بالا جماع فرض کفایہ ہے۔(۲)

(سعودی مجلس افتاء) جنازے پر نماز پڑھنا فرض کفایہ ہے۔(۳)

(صالح بن فوزان) اسی کے قائل ہیں۔(٤)

نماز جنازہ کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَنْ شَهِدَ الْجَنَازَةَ حَتَّى يُصَلِّيَ عَلَيهَا فَلَهُ قِيرَاطٌ وَمَنْ شَهِدَهَا حَتَّى تُدْفَنَ فَلَهُ قِيرَاطَانِ ' قِيلَ وَمَا الْقِيرَاطَانِ ؟ قَالَ : مِثْلُ الْجَبَلَيْنِ الْعَظِيمَيْنِ ﴾

''جس شخص نے جنازے میں شرکت کی پھر نماز جنازہ پڑھی تو اسے ایک قیراط کا ثواب ملتا ہے اور جو دفن تک ساتھ رہا تو اسے دو قیراط کا ثواب ملتا ہے۔ پوچھا گیا کہ دو قیراط کتنے ہوتے ہیں؟ فرمایا کہ دو عظیم پہاڑوں کے برابر۔''

صحیح مسلم کی روایت میں یہ وضاحت موجود ہے کہ

﴿ الْقِيرَاطُ مِثْلُ أُحُدٍ ﴾ ''قیراط اُحد پہاڑ کے برابر ہے۔''(٥)

نماز جنازہ کہاں پڑھی جائے؟

افضل یہ ہے کہ مسجد سے باہر جنازگاہ میں نماز جنازہ پڑھی جائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی معمول تھا۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اُس دن نجاشی کی وفات کی اطلاع دی جس دن وہ فوت ہوا:

﴿ وَخَرَجَ بِهِمْ إِلَى الْمُصَلَّى ﴾ ''اور انہیں نماز کی جگہ کی طرف نکالا۔''

---

(۱) [أحكام الجنائز (ص/۱۰۳)]

(۲) [الفقه الإسلامي وأدلته (۲/ ٤٨١)]

(۳) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۸/۳۹۹)]

(٤) [بحوث فقهية فى قضايا عصرية (ص/ ۲٦۰)]

(٥) [بخاري (۱۳۲٥) كتاب الجنائز : باب من انتظر حتى تدفن ' مسلم (۹٤٥ ' ۹٤٦) كتاب الجنائز : باب فضل الصلاة على الجنازة واتباعها ' نسائي (۷٦۳٤) أحمد (۲/ ٤۰۱) ابن حبان (۳۰۷۸) بيهقي (۳/ ٤۱۲) ابن جارود (٥۲٦)]

پھر ان کی صف بنائی اور نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہیں۔

سنن ابن ماجہ کی روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ إِنَّ النَّجَاشِي قَدْ مَاتَ فَخَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَأَصْحَابُهُ إِلَى الْبَقِيعِ ﴾

''نجاشی فوت ہوا تو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام (نماز جنازہ کے لیے) بقیع کی جنازگاہ کی طرف گئے۔'' (۱)

(ابن قیمؒ) نبی کریم ﷺ ہمیشہ مسجد میں نماز جنازہ نہیں پڑھا کرتے تھے بلکہ آپ کا معمول تھا کہ مسجد سے باہر (جنازگاہ) میں جنازہ پڑھتے۔ تاہم بعض اوقات مسجد میں بھی پڑھ لیا کرتے تھے۔ البتہ یہ عمل دونوں طرح جائز ہے۔ (۲)

بوقت ضرورت مسجد میں بھی نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿ وَاللّٰهِ لَقَدْ صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ عَلَى ابْنَيْ بَيْضَاءَ فِي الْمَسْجِدِ ﴾

''اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ نے بیضاء کے دونوں بیٹوں کی نماز جنازہ مسجد میں ادا فرمائی۔'' (۳)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿ صُلِّيَ عَلَى عُمَرَ فِي الْمَسْجِدِ ﴾ ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی گئی۔'' (٤)

(3) ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ

---

(۱) [بخاری (۱۲٤٥) کتاب الجنائز : باب الرجل ینعی إلی أهل المیت بنفسه ' مسلم (۹٥۱) کتاب الجنائز : باب فی التکبیر علی الجنازة ' ابو داود (۳۲۰٤) کتاب الجنائز : باب فی الصلاة علی المسلم یموت فی بلاد الشرك ' ترمذی (۱۰۲۲) کتاب الجنائز : باب ما جاء فی التکبیر علی الجنازة ' ابن ماجة (۱٥۳٤) کتاب الجنائز : باب ما جاء فی الصلاة علی النجاشی ' احمد (۷۸۹۰) ابن أبی شیبة (۳۰۰/۳) طیالسی (۲۳۰۰) ابن حبان (۳۰٦۸)]

(۲) [کما فی توضیح الأحکام شرح بلوغ المرام (۱۹۸/۳)]

(۳) [مسلم (۹۷۳) کتاب الجنائز : باب الصلاة علی الجنازه فی المسجد ' أبو داود (۳۱۸۹) کتاب الجنائز : باب الصلاة علی الجنازة فی المسجد ' ترمذی (۱۰۳۳) کتاب الجنائز : باب ما جاء فی الصلاة علی المیت فی المسجد ' نسائی (٦۸/٤) ابن ماجة (۱٥۱۸) کتاب الجنائز : باب ما جاء فی الصلاة علی الجنائز فی المسجد ' مؤطا (۲۲۹/۱) ابن أبی شیبة (۳٦٤/۳) شرح معانی الآثار (۲۲۳۱ ٤) بیهقی (٥۱/٤)]

(٤) [مؤطا (۲۳۰/۱)]

﴿ إِنَّ عُمَرَ صَلَّى عَلَى أَبِي بَكْرٍ فِي الْمَسْجِدِ ، وَ إِنَّ صُهَيْبًا صَلَّى عَلَى عُمَرَ فِي الْمَسْجِدِ ﴾

''بلاشبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ مسجد میں ادا کی اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ مسجد میں ادا کی۔''(۱)

(جمہور، احمدؒ، شافعیؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(ابوحنیفہؒ، مالکؒ) مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے۔(۲)

یاد رہے کہ کراہت کی کوئی صحیح دلیل موجود نہیں۔

(ابن حجرؒ) دلائل اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ مسجد میں نماز جنازہ کے جواز پر اجماع ہے۔(۳)

(ابن قدامہؒ) مسجد میں میت کی نماز جنازہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔(٤)

(عبدالرحمن مبارکپوریؒ) برحق بات یہ ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ کی ادائیگی جائز ہے۔(٥)

(عبداللہ بسامؒ) جس روایت سے امام ابوحنیفہؒ نے استدلال کیا ہے وہ قابل حجت نہیں جیسا کہ صاحب نصب الرایہ نے امام نوویؒ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ مسجد عبادت کے لیے بنائی گئی ہے اور نماز جنازہ بھی عبادت ہی ہے۔(٦)

(نوویؒ) ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ جائز ہے۔(۷)

(البانیؒ) مسجد میں نماز جنازہ جائز ہے لیکن افضل یہ ہے کہ مسجد سے باہر جنازگاہ میں جنازے کی نماز ادا کی جائے جیسا کہ (اکثر وبیشتر) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں (ایسا ہی) ہوتا تھا۔(۸)

(بخاریؒ) انہوں نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں اس طرح باب قائم کیا ہے کہ ((الصلاۃ علی الجنائز بالمصلی

---

(۱) [ابن أبي شيبة (۳/٤٤)]

(۲) [نيل الأوطار (۳/۱۳) الحاوى (۳/٥٠) الأم (۱/٤٦۱) المبسوط (۲/٦۸) الهداية (۱/۹۲) تحفة الفقهاء (۱/۳۹٥) المغنى (۳/٤۲۱) سبل السلام (۲/۲۷٦) توضيح الأحكام شرح بلوغ المرام (۳/۱۹۹)]

(۳) [فتح البارى (۳/۲۳۷)]

(٤) [المغنى لابن قدامة (۳/٤۲۱)]

(٥) [تحفة الأحوذى (٤/۱٠۹)]

(٦) [توضيح الأحكام شرح بلوغ المرام (۳/۱۹۹)]

(۷) [شرح مسلم للنووى (٤/۲٦۸)]

(۸) [أحكام الجنائز (ص/۱۳٥)]

والمسجد)) ''جنازگاہ اور مسجد دونوں جگہ نماز جنازہ ادا کرنا (درست ہے)۔''(١)

(ابن بازؒ) میت پر مسجد میں بھی نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے۔(٢)

(دکتور وھبہ زحیلی) انہوں نے اسی کو ترجیح دی ہے۔(٣)

(سید سابق) اسی کے قائل ہیں۔(٤)

(دکتور عائض القرنی) مسجد میں نماز جنازہ درست ہے لیکن مسجد سے باہر افضل ہے۔(٥)

قبروں کے درمیان نماز جنازہ جائز نہیں

(1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى أَنْ يُصَلَّى عَلَى الْجَنَائِزِ بَيْنَ الْقُبُورِ ﴾

''قبروں کے درمیان کھڑے ہو کر نماز جنازہ پڑھنے سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے۔''(٦)

(2) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ الْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدٌ إِلَّا الْمَقْبَرَةَ وَالْحَمَّامَ ﴾

''ساری زمین نماز کی جگہ ہے سوائے قبرستان اور حمام کے۔''(٧)

(سلیم ہلالی) قبروں کے درمیان جنازے پر نماز پڑھنا جائز نہیں۔(٨)

---

(١) [بخاری (قبل الحدیث / ١٣٢٧) کتاب الجنائز]

(٢) [مجموع فتاوی لابن باز (١٣/١٦٥)]

(٣) [الفقه الإسلامي وأدلته (٢/٥٠٨)]

(٤) [فقه السنة (١/٢٧٥)]

(٥) [فقه الدليل (ص / ١٨٢)]

(٦) [طبراني أوسط (١/٨٠) ابن عربي في معجمه (١/٢٣٥) امام ہیثمیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [المجمع (٣/٣٦)] شیخ البانیؒ نے بھی اس کی موافقت کی ہے۔[أحكام الجنائز (ص/١٣٨)]

(٧) [**صحیح**: صحيح ابن ماجة (٦٠٦) إرواء الغليل (٣٢٠) ابن ماجة (٧٤٥) كتاب المساجد والجماعات: باب المواضع التي تكره فيها الصلاة ' ابو داود (٤٩٢) كتاب الصلاة: باب في المواضع التي لا تجوز فيها الصلاة ' ترمذي (٣١٧) كتاب الصلاة: باب ما جاء أن الأرض كلها مسجد إلا المقبرة والحمام ' مسند احمد (١٧٨٨)]

(٨) [موسوعة المناهي الشرعية (٢/٢٦)]

نمازیوں کی تعداد جتنی زیادہ ہوگی میت کو اتنا زیادہ فائدہ ہوگا

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَا مِنْ مَيِّتٍ يُصَلِّى عَلَيهِ أُمَّةٌ مِّنَ الْمُسلِمِينَ يَبْلُغُونَ مِائَةً كُلُّهُم يَشْفَعُونَ لَهُ إِلَّا شُفِّعُوا فِيهِ ﴾

''جس میت پر مسلمانوں کا ایک گروہ جن کا عدد سو (100) تک پہنچتا ہو نماز جنازہ پڑھے' وہ سب اس کے لیے سفارش کریں تو اس (میت) کے حق میں ان کی سفارش قبول کر لی جاتی ہے۔'' (۱)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَا مِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ يَمُوتُ فَيَقُومُ عَلَى جَنَازَتِهِ أَرْبَعُونَ رَجُلاً ' لا يُشْرِكُونَ بِاللّٰهِ شَيْئًا إِلَّا شَفَّعَهُمُ اللّٰهُ فِيهِ ﴾

''جو مسلمان آدمی فوت ہو جائے تو چالیس (40) ایسے موحد افراد جو شرک نہ کرتے ہوں اس کی نماز جنازہ میں شرکت کریں تو اللہ تعالیٰ ضرور اس میت کے حق میں ان سب کی سفارش قبول فرما لیں گے۔'' (۲)

خواتین کی نماز جنازہ میں شرکت

خواتین نماز جنازہ میں شریک ہو سکتی ہیں لیکن جنازے کے پیچھے چل کر جانا ان کے لیے جائز نہیں جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿ لَمَّا تُوُفِّيَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ' أَرْسَلَ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ ﷺ أَن يَمُرُّوا بِجَنَازَتِهِ فِي الْمَسْجِدِ' فَيُصَلِّينَ عَلَيْهِ ' فَفَعَلُوا ﴾

''جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات نے پیغام بھیجا کہ ان کا

---

(۱) [مسلم (۹٤۷) كتاب الجنائز : باب من صلى عليه مائة شفعوا فيه ' نسائي (۷٥/٤) وفي السنن الكبرى (۲۱۱۸) ترمذي (۱۰۲۹) كتاب الجنائز : باب ما جاء في الصلاة على الجنازة والشفاعة للميت ' أحمد (۲٦٦/۳) حميدي (۲۲۲) ابن حبان (۳۰۸۱) ابن أبي شيبة (۳۲۱/۳) طيالسي (۱٥۲٦) شرح السنة (۱٥۰٤) بيهقي (۳۰/٤)]

(۲) [مسلم (۹٤۸) كتاب الجنائز : باب من صلى عليه مائة شفعوا فيه ' أبو داود (۳۱۷۰) كتاب الجنائز : باب فضل الصلاة على الجنائز وتشييعها ' ابن ماجة (۱٤۸۹) كتاب الجنائز : باب ما جاء فيمن صلى عليه جماعة من المسلمين ' طبراني كبير (۱۲۱٥۸) بيهقي في السنن الكبرى (۳۰/٤) شرح السنة للبغوي (۱٥۰٥) أحمد (۲۷۷/۱)]

جنازہ مسجد میں لائیں (تاکہ) وہ بھی ان کی نماز جنازہ پڑھ لیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔"(۱)

(ابن بازؒ) خواتین کے لیے نماز جنازہ میں شرکت ثابت تو ہے لیکن وہ جنازوں کی تدفین کے لیے نہیں چلیں گی کیونکہ اس سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔(۲)

جیسا کہ حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں ہے کہ

"ہمیں (یعنی عورتوں کو) جنازے کے ساتھ چلنے سے منع کیا گیا مگر تاکید سے منع نہیں ہوا۔"(۳)

(ابن عثیمینؒ) میت پر نماز پڑھنا عورت کے لیے اسی طرح جائز ہے جیسے مرد کے لیے جائز ہے۔(٤)

(سید سابق) اسی کے قائل ہیں۔(٥)

(سعودی مجلس افتاء) مرد اور خواتین دونوں کے لیے نماز جنازہ مشروع ہے لیکن خواتین جنازے کے پیچھے نہیں جائیں گی کیونکہ نبی کریم ﷺ نے انہیں اس سے منع فرمایا ہے۔(٦)

نماز جنازہ سے پہلے اذان واقامت کا حکم

نماز جنازہ سے پہلے نہ تو اذان ثابت ہے اور نہ ہی اقامت۔

نماز جنازہ کے لیے جماعت کا اہتمام کرنا چاہیے

(البانیؒ) نماز جنازہ میں اسی طرح جماعت واجب ہے جیسے (دیگر) فرض نمازوں میں جماعت واجب ہے اس کا ثبوت دو دلیلیں ہیں:

---

(۱) [مسلم (۹۷۳) کتاب الجنائز: باب الصلاة على الجنازة فى المسجد' أبو داود (۳۱۸۹) كتاب الجنائز: باب الصلاة على الجنازة فى المسجد' ترمذى (۱۰۳۳) كتاب الجنائز: باب ما جاء فى الصلاة على الميت فى المسجد' نسائى (٦٨/٤) ابن ماجة (۱۵۱۸) كتاب الجنائز: باب ما جاء فى الصلاة على الجنائز فى المسجد' مؤطا (۲۲۹/۱) ابن أبى شيبة (٣٦٤/٣) شرح معانى الآثار (٤٩٢٣١) بيهقى (٥١/٤)]

(۲) [فتاوى إسلامية (۱۸/۲)]

(۳) [بخارى (۱۲۷۸) كتاب الجنائز: باب اتباع النساء الجنائز' مسلم (۹۳۸) كتاب الجنائز: باب نهى النساء عن اتباع الجنائز' ابن ماجة (۱۵۷۷) كتاب الجنائز: باب ما جاء فى اتباع النساء الجنائز' أحمد (٤٠٨/٦) بيهقى (٧٧/٤)]

(٤) [مجموع فتاوى لابن عثيمين (١١٤/١٧)]

(٥) [فقه السنة (٢٧٦/١)]

(٦) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٤١٧/٨)]

(1) نبی کریم ﷺ نے ہمیشہ اسی پر عمل کیا۔

(2) آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي ﴾ ''اس طرح نماز پڑھو جیسے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھو۔'' (۱)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اکیلے اکیلے نبی کریم ﷺ کی نماز جنازہ ادا کی' اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ بغیر جماعت کے بھی نماز جنازہ جائز ہے بلکہ وہ ایک خاص معاملہ تھا جس کی وجہ معلوم نہیں لہٰذا اس کی وجہ سے ہم اُس عمل کو ترک نہیں کر سکتے جس پر نبی کریم ﷺ اپنی حیات مبارکہ کے ایک طویل حصے میں کاربند رہے۔ ....اگر لوگ اکیلے اکیلے جنازے پر نماز پڑھ لیں گے تو فرض ساقط ہو جائے گا لیکن جماعت چھوڑنے کی وجہ سے وہ ضرور گناہ گار ہوں گے۔ (واللہ اعلم) (۲)

(نوویؒ) اکیلے اکیلے نماز جنازہ پڑھنا بلا اختلاف جائز ہے لیکن سنت یہ ہے کہ یہ نماز جماعت کے ساتھ ادا کی جائے جیسا کہ مشہور وصحیح احادیث میں یہ بات موجود ہے اور مسلمانوں کے اجماع کے ساتھ ثابت ہے۔ (۳)

نماز جنازہ کی جماعت کے لیے کم ازکم کتنے آدمی ہونے چاہییں؟

(البانیؒ) نماز جنازہ کے مسئلے میں کم ازکم تین افراد کی جماعت ثابت ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن ابی طلحہ کی حدیث میں ہے کہ جب عمیر بن ابی طلحہ فوت ہوئے تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو اس کی طرف بلایا۔ پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور اس کی نماز جنازہ اس کے گھر میں ہی ادا کی:

﴿ فَتَقَدَّمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَكَانَ أَبُو طَلْحَةَ وَرَائَهُ وَأُمُّ سُلَيْمٍ وَرَاءَ أَبِي طَلْحَةَ وَلَمْ يَكُن مَعَهُم غَيْرُهُمْ ﴾

''رسول اللہ ﷺ (نماز جنازہ پڑھانے کے لیے) آگے بڑھے' ابوطلحہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہوئے اور اُم سلیم رضی اللہ عنہا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے کھڑی ہوگئیں اور ان کے ساتھ ان کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔'' (٤)

---

(۱) [بخاری (٦٠٠٨) كتاب الأدب : باب رحمة الناس والبهائم]

(۲) [أحكام الجنائز وبدعها (ص / ١٢٥)]

(۳) [المجموع للنووی (٣١٤/٥)]

(٤) [حاكم (٣٦٥/١) بيهقی (٣٠/٤-٣١) امام حاکمؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے اور عورتوں کے لیے نماز جنازہ میں شرکت کے جواز میں سنت غریبہ ہے۔ امام ذہبیؒ نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔ شیخ البانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت صرف مسلم کی شرط پر ہے۔ امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اسے طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (٣٤/٣)]

شیخ البانیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے لیے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی اسی معنی میں ایک شاہد موجود ہے جسے امام احمدؒ [۲۱۷/۳] نے روایت کیا ہے۔(۱)

❑ مذکورہ بالا حدیث سے استدلال کرتے ہوئے شیخ البانیؒ نے یہ بھی نقل فرمایا ہے کہ اگر امام کے ساتھ سوائے ایک آدمی کے اور کوئی موجود نہ ہو تو وہ جماعت کے لیے امام کے ساتھ نہیں کھڑا ہوگا بلکہ امام کے پیچھے کھڑا ہوگا جیسا کہ حدیث میں موجود ہے کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے کھڑا کیا۔(۲)

نماز جنازہ کے لیے صفیں طاق ہونا ضروری نہیں

کیونکہ ایسی کوئی دلیل موجود نہیں جس سے معلوم ہوتا ہو کہ صفیں طاق ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا حسب ضرورت کم یا زیادہ صفیں بنائی جا سکتی ہیں۔ جیسا کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج حبش کا ایک نیک آدمی فوت ہو گیا ہے اس لیے آؤ اس کی نماز جنازہ پڑھیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ فَصَفَفْنَا ' فَصَلَّى النَّبِيُّ ﷺ وَنَحْنُ صُفُوفٌ ﴾

”پھر ہم نے صفیں بنائیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور ہم کئی صفوں میں تھے۔“(۳)

صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ صَلَّى عَلَى النَّجَاشِيِّ فَكُنْتُ فِي الصَّفِّ الثَّانِي أَوِ الثَّالِثِ ﴾

”جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی نماز جنازہ پڑھی تو میں دوسری یا تیسری صف میں تھا۔“(٤)

صحیح مسلم کی ایک روایت میں دو صفوں کی تعیین بھی موجود ہے:

﴿ فَقُمْنَا فَصَفَّنَا صَفَّيْنِ ﴾ ”پھر ہم کھڑے ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری دو صفیں بنائیں۔“(٥)

اس سے یہ واضح ہو گیا کہ طاق صفیں بنانا ضروری نہیں بلکہ دو یا تین یا اس سے بھی زائد جتنی صفوں کی ضرورت ہو اتنی بنائی جا سکتی ہیں۔ تاہم جو لوگ طاق صفیں بنانا مستحب گردانتے ہیں ان کی دلیل مندرجہ ذیل روایت ہے:

---

(۱) [أحكام الجنائز وبدعها (ص ۱۲٦)]

(۲) [أحكام الجنائز وبدعها (ص / ۱۲۸)]

(۳) [بخاری (۱۳۲۰) كتاب الجنائز : باب الصفوف على الجنازة]

(٤) [بخاری (۱۳۱۷) كتاب الجنائز : باب من صف صفين أو ثلاثة على الجنازة خلف الإمام]

(٥) [مسلم (۹٥۲) كتاب الجنائز : باب التكبير على الجنازة ' ابن حبان (۳۰۹٦) ابن أبي شيبة (۳۰۰/۳) عبد الرزاق (٦٤۰٦) بيهقي (۲۹/٤)]

حضرت مالک بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوتُ فَيُصَلِّي عَلَيْهِ ثَلَاثَةُ صُفُوفٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَّا أَوْجَبَ ﴾

''کوئی بھی مسلمان فوت ہو اور مسلمانوں کی تین صفیں اس کی نماز جنازہ میں شریک ہو جائیں تو اس شخص نے (جنت) واجب کر لی۔'' (۱)

اسی طرح حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی اس روایت سے بھی استدلال کیا جاتا ہے جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جنازے پر نماز پڑھی اور آپ ﷺ کے ساتھ سات آدمی تھے۔ آپ ﷺ نے تین آدمیوں کو ایک صف بنا دیا' دو کو ایک صف اور دو کو ایک صف (یعنی تین صفیں بنا دیں)۔ لیکن یہ روایت بھی ثابت نہیں۔ (۲)

امام مرد کے سر کے برابر اور عورت کے درمیان میں کھڑا ہو

(1) حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ

انہوں نے ایک شخص کی نماز جنازہ پڑھائی ﴿ فَقَامَ عِنْدَ رَأْسِهِ ﴾ ''تو وہ اس کے سر کے پاس کھڑے ہوئے'' جب اسے اٹھا لیا گیا تو ایک عورت کا جنازہ لایا گیا تو انہوں نے اس کی بھی نماز جنازہ پڑھائی ﴿ فَقَامَ وَسْطَهَا ﴾ ''تو وہ اس کے درمیان میں کھڑے ہوئے'' پھر کسی نے دریافت کیا کہ

﴿ هٰكَذَا كَانَ رَسُولُ اللهِ يَقُومُ مِنَ الرَّجُلِ حَيْثُ قُمْتَ وَمِنَ الْمَرْأَةِ حَيْثُ قُمْتَ ؟ قَالَ : نَعَمْ ﴾

''مرد اور عورت کے جنازے کے لیے جہاں آپ کھڑے ہوئے ہیں رسول اللہ ﷺ بھی اس طرح کھڑے ہوتے تھے تو انہوں نے کہا' ہاں''۔ (۳)

---

(۱) [**ضعيف** : ضعيف أبو داود (٦٩٥) كتاب الجنائز : باب في الصفوف على الجنازة ' ضعيف الجامع (٥٢٢٠) أبو داود (٣١٦٦) أحمد (٧٩/٤) ترمذى (١٠٢٨) ابن ماجة (١٤٩٠) شیخ البانیؒ نے اسے موقوفا حسن قرار دیا ہے۔ شیخ صبحی حلاق نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [التعليق على سبل السلام (٧١١/١)]

(۲) [طبرانی كبير (٧٧٨٥) امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت میں ابن لہیعہ ہے اور اس میں کلام ہے۔ [مجمع الزوائد (٤٣٢/٣)]

(۳) [**صحيح** : صحيح أبو داود (٢٧٣٥) كتاب الجنائز : باب أين يقوم الإمام من الميت إذا صلى عليه ' أحمد (٢٤٣/٧ ـ الفتح الربانی) أبو داود (٣١٩٤) ترمذى (١٠٣٤) كتاب الجنائز : باب ما جاء أين يقوم الإمام من الرجل والمرأة ' ابن ماجة (١٤٩٤) كتاب الجنائز : باب ما جاء في أين يقوم الإمام إذا صلى على الجنازة ' ابو داود طیالسی (٧٧٦) ابن أبي شيبة (٣١٢/٣) شرح معاني الآثار (٤٩١/١) بیهقی (٣٣/٤)]

(2) حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى امْرَأَةٍ مَاتَتْ فِي نِفَاسِهَا فَقَامَ عَلَيْهَا وَسَطَهَا ﴾

''میں نے نبی کریم ﷺ کے پیچھے ایسی عورت کی نماز جنازہ پڑھی جو حالت نفاس میں فوت ہوئی تھی۔ آپ ﷺ اس کے درمیان میں کھڑے ہوئے۔''(۱)

(جمہور،احمدؒ،شافعیؒ) اسی کے قائل ہیں۔جیسا کہ امام شوکانیؒ نے بیان کیا ہے۔امام ابو یوسفؒ سے بھی یہی قول مروی ہے۔علاوہ ازیں ایک قول امام ابوحنیفہؒ سے بھی یہی ہے۔

(احناف) مرد اور عورت دونوں کے دل کے برابر کھڑا ہونا چاہیے (یہ مؤقف محض قیاس پر مبنی ہے جو کہ صریح دلائل کے خلاف ہونے کی وجہ سے درست نہیں)۔(۲)

(شوکانیؒ) دلائل جس بات کو ثابت کرتے ہیں وہ امام شافعیؒ کا مؤقف ہے۔(۳)

(ابن قدامہؒ) امام مرد کے سینے کے برابر اور عورت کے وسط میں کھڑا ہو۔(٤)

(امیر صنعانیؒ) دوسری حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس میں یہ ثبوت موجود ہے کہ جب عورت پر نماز جنازہ پڑھی جائے تو اس کے درمیان میں کھڑا ہونا مشروع اور مستحب ہے۔(٥)

(ابن بازؒ) سنت یہ ہے کہ امام مرد کے سر کے قریب اور عورت کے وسط میں کھڑا ہو۔(٦)

(سید سابق) اسی کے قائل ہیں۔(۷)

---

(۱) [بخاری (۱۳۳۱ ' ۱۳۳۲) کتاب الجنائز : باب الصلاة على النفسآء إذا ماتت فی نفاسها ' مسلم (٩٦٤) أبو داود (۳۱۹٥) کتاب الجنائز : باب أين يقوم الإمام من الميت إذا صلى عليه ' ترمذی (۱۰۳٥) کتاب الجنائز : باب ما جاء أين يقوم الإمام من الرجل والمرأة ' نسائی (۱۹۷۹) کتاب الجنائز : باب اجتماع جنائز الرجال والنساء ' ابن ماجة (۱٤۹۳) کتاب الجنائز : باب ما جاء فی أين يقوم الإمام إذا صلى على الجنازة ' أحمد (۱۹/٥) شرح السنة (۳٥۹/٥) ابن أبی شيبة (۳۱۲/۳) بيهقی (۳۳/٤) ابن الجارود (٥٤٤) طيالسی (۹۰۲)]

(۲) [الفقه الإسلامی وأدلته (٤۹۱/۲) المجموع (۲۲٤/٥) نيل الأوطار (٦٦/٤) الهداية (٤٦۲/۱) شرح معانی الآثار للطحاوی (۲۸٤/۱) سبل السلام (۲۷٤/۲)]

(۳) [نيل الأوطار (۷٦/٤)]

(٤) [المغنی لابن قدامة (٤٥۲/۳)]

(٥) [سبل السلام (۲۷٤/۲)]

(٦) [فتاوى إسلامية (۲۷/۲)]

(۷) [فقه السنة (۲٦۹/۱)]

(البانیؒ) امام مرد کے سر کے برابر اور عورت کے درمیان میں کھڑا ہو۔(۱)

(ابن عثیمینؒ) اگر میت مرد ہو تو امام اس کے سر کے پاس کھڑا ہو اور اگر میت عورت ہو تو اس کے وسط میں کھڑا ہو۔(۲)

امام چار یا پانچ تکبیریں کہے

فی الحقیقت چار یا پانچ تکبیریں کہنا ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے البتہ بعض صحابہ سے نو تک تکبیریں کہنا بھی ثابت ہے جسے شیخ البانیؒ نے حکماً مرفوع کہتے ہوئے ان پر بھی عمل کو جائز قرار دیا ہے۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

چار تکبیروں کے دلائل:

(1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کا جنازہ پڑھایا:

﴿ فَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا ﴾ ''تو اس پر چار تکبیریں کہیں۔''(۳)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی معنی میں حدیث مروی ہے۔(۴)

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ صَلَّى عَلَى قَبْرٍ بَعْدَ مَا دُفِنَ ، **فَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا** ﴾

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قبر پر میت کی تدفین کے بعد نماز جنازہ پڑھی اور اس پر چار تکبیریں کہیں۔''(۵)

---

(۱) [أحكام الجنائز (ص/۱۳۸)]

(۲) [مجموع فتاوى لابن عثيمين (۱۰۱/۱۷)]

(۳) [بخاري (۱۳۳٤) كتاب الجنائز : باب التكبير على الجنازة أربعا ، مسلم (۹٥۲) كتاب الجنائز : باب التكبير على الجنازة ، أحمد (۳٦۱/۳) بيهقي (۳٥/٤) ابن حبان (۳۰۹٦) ابن أبي شيبة (۳۰۰/۳) عبد الرزاق (٦٤۰٦) بيهقي (۲۹/٤)]

(٤) [بخاري (۱۳۳۳) أيضا ، مسلم (۹٥۱) كتاب الجنائز : باب في التكبير على الجنازة ، مؤطا (۲۲٦/۱) أبو داود (۳۲۰٤) كتاب الجنائز : باب في الصلاة على المسلم يموت في بلاد الشرك ، نسائي (۷۲/٤) ابن ماجة (۱٥۳٤) كتاب الجنائز : باب ما جاء في الصلاة على النجاشي ، بيهقي (۳۹/٤) طيالسي (۲۳۰۰) أحمد (۲٤۱/۲) ابن الجارود (٥٤۳)]

(٥) [مسلم (۹٥٤) كتاب الجنائز : باب الصلاة على القبر ، بخاري (۱۳٤۰) كتاب الجنائز : باب الدفن بالليل ، ترمذي (۱۰٥۷) كتاب الجنائز : باب ما جاء في الدفن بالليل ، ابن ماجة (۱٥۳۰) كتاب الجنائز : باب ما جاء في الصلاة على القبر ، بيهقي (٤٥/٤) أحمد (۲۲٤/۱) طبراني كبير (۱۲٥۸۲) دارقطني (۷٦/۲) ابن أبي شيبة (۳٥۹/۳) شرح السنة للبغوي (۱٤۹۸)]

(4) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی روایات بھی اس پر شاہد ہیں۔(۱)

(5) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ السُّنَّةُ فِي الصلاةِ عَلَى الجنازةِ أَنْ يَّقرأَ فِي التَّكبِيرةِ الْأُولَى بِأُمِّ الْقُرآنِ مُخافِتَةً ' ثُمَّ يُكَبِّرُ ثلاثًا ' والتَّسلِيمُ عِندَ الآخِرةِ ﴾

''نماز جنازہ میں سنت یہ ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد امام سورہ فاتحہ ہلکی آواز میں تلاوت کرے پھر تین تکبیریں کہے اور آخری تکبیر کے ساتھ سلام پھیر دے۔''(۲)

(6) حضرت عبداللہ بن أبی اوفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ كَانَ يُكَبِّرُ أَرْبَعًا ﴾ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چار تکبیریں کہا کرتے تھے۔''(۳)

(جمہور فقہا، مالکؒ، شافعیؒ، ابوحنیفہؒ) نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہی جائیں گی۔

(عبدالرحمن مبارکپوریؒ) اکثر اہل علم اسی کے قائل ہیں۔

(نوویؒ) اس پر اجماع ہو چکا ہے لہٰذا نہ چار سے کم تکبیریں کہی جائیں گی اور نہ زیادہ۔ نیز پانچ تکبیروں والی روایت منسوخ ہو چکی ہے۔

(ابن عبدالبرؒ) پانچ تکبیریں ثابت تو ہیں لیکن بعد میں چار پر اجماع ہو گیا تھا۔

(ابن قیمؒ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم چار تکبیریں کہا کرتے تھے۔

(ابن منذرؒ) اکثر اہل علم کی رائے یہ ہے کہ جنازے پر چار تکبیریں کہنی چاہییں۔(۴)

(راجح) نسخ کی کوئی دلیل موجود نہیں اور دونوں طرح جائز ہے خواہ کوئی پانچ تکبیریں کہے یا چار۔ کیونکہ اگر صحابہ کی اکثریت چار تکبیروں کے مؤقف پر قائم تھی تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ پانچ تکبیریں کہنا جائز ہی نہیں مزید برآں یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت بھی ہیں۔

(شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۵)

---

(۱) [بیهقی معلقا (۳۸/٤)' أیضا]

(۲) [**صحیح** : أحكام الجنائز (ص/۱٤۱) نسائی (۲۸۱/۱) ابن حزم (۱۲۹/۵)]

(۳) [**صحیح** : أحكام الجنائز (ص/۱٤۲) بیهقی (۳۵/٤)]

(٤) [سبل السلام (۲۷۷/۲) شرح مسلم للنووی (۲۷۲/٤) تحفة الأحوذی (۸۳/٤) توضیح الأحکام شرح بلوغ المرام (۲۰۳/۳) زاد المعاد (۵۰۸/۱) نیل الأوطار (۷۱۵/۲-۷۱۷)]

(۵) [نیل الأوطار (۷۱٦/۲)]

(ابن حزمؒ) انہوں نے ثابت کیا ہے کہ چار تکبیروں پر اجماع کا دعویٰ باطل ہے۔(۱)

(البانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۲)

پانچ تکبیروں کے دلائل:

حضرت عبدالرحمٰن بن اَبی لیلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ كَانَ زَيْدٌ يُكَبِّرُ عَلَى جَنَائِزِنَا أَرْبَعًا ۔ وَ إِنَّهُ كَبَّرَ عَلَى جَنَازَةٍ خَمْسًا. فَسَأَلْتُهُ، فَقَالَ : كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُكَبِّرُهَا ﴾

''حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ ہمارے جنازوں پر چار تکبیریں کہتے تھے لیکن ایک جنازے پر انہوں نے پانچ تکبیریں کہیں لہٰذا میں نے ان سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ یہ (یعنی پانچ) تکبیریں بھی کہا کرتے تھے۔'' (۳)

(ترمذیؒ) نبی کریم ﷺ کے صحابہ اور ان کے علاوہ دیگر بعض اہل علم کا یہ موقف بھی ہے کہ جنازے پر پانچ تکبیریں کہی جائیں۔ امام احمدؒ اور امام اسحاقؒ نے کہا ہے کہ اگر امام جنازے پر پانچ تکبیریں کہے تو اس کی پیروی کی جائے گی۔(۴)

چھ اور سات تکبیروں کے دلائل:

(1) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ أَنَّهُ كَبَّرَ عَلَى سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ سِتًّا وَقَالَ أَنَّهُ شَهِدَ بَدْرًا ﴾

''انہوں نے حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کے جنازے پر چھ تکبیریں کہیں اور کہا کہ یہ جنگ بدر میں حاضر تھے۔'' (۵)

---

(۱) [المحلی (۵/۱۲٤ـ ۱۲۵)]

(۲) [أحكام الجنائز وبدعها (ص / ۱٤٤)]

(۳) [مسلم (۹۵۷) كتاب الجنائز : باب الصلاة على القبر' أبو داود (۳۱۹۷) ترمذی (۱۰۲۳) كتاب الجنائز: باب ما جاء في التكبير على الجنازة' نسائی (٤/۷۲) ابن ماجة (۱۵۰۵) كتاب الجنائز : باب ما جاء فيمن كبر خمسا' شرح معانی الآثار (۱/٤۹۳) بيهقی (٤/۳٦) ابن أبی شيبة (۳/۳۰۲) أحمد (٤/۳٦۷) ابو داود (۳۱۹۷) كتاب الجنائز : باب التكبير على الجنازة]

(٤) [ترمذی (بعد الحديث / ۱۰۲۳)]

(۵) [بخاری (٤۰۰٤) كتاب المغازی : باب شهود الملائكة بدرا' ابن حزم في المحلی (۵/۱۲٦) طحاوی (۱/۲۸۷) بيهقی (٤/۳٦) شیخ البانیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔]

(2) حضرت موسیٰ بن عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ صَلَّى عَلَى أَبِي قَتَادَةَ فَكَبَّرَ عَلَيْهِ سَبْعًا وَكَانَ بَدْرِيًّا ﴾

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی اور اس پر سات تکبیریں کہیں۔ وہ بدری صحابی تھے۔''(١)

نو تکبیروں کے دلائل:

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى عَلَى حَمْزَةَ فَكَبَّرَ عَلَيْهِ تِسْعَ تَكْبِيرَاتٍ ﴾

''رسول اللہ ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی تو ان پر نو تکبیریں کہیں۔''(٢)

❑ نماز جنازہ کی تکبیروں کی تعداد میں اگرچہ علماء نے اختلاف کیا ہے لیکن اکثریت نے چار تکبیروں کو ہی ترجیح دی ہے۔

(جمہور، احمدؒ، شافعیؒ، مالکؒ) چار تکبیروں کو ترجیح حاصل ہے۔(٣)

(ترمذیؒ) صحابہ اور ان کے بعد والوں میں سے اکثر اہل علم چار تکبیروں کے قائل ہیں۔(٤)

(ابن منذرؒ) اکثر اہل علم چار تکبیروں کے قائل ہیں۔(٥)

(شوکانیؒ) رسول اللہ ﷺ سے چار سے کم اور پانچ سے زیادہ تکبیریں کسی مرفوع حدیث سے ثابت نہیں نیز چار تکبیریں اختیار کرنا زیادہ راجح اور بہتر ہے۔(٦)

(ابن حزمؒ) چار سے کم اور پانچ سے زیادہ تکبیریں نہیں کہنی چاہییں۔(٧)

جن لوگوں نے چار سے زائد تکبیروں کو ممنوع قرار دیا ہے ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) اس پر اجماع ہو چکا ہے۔

---

(١) [**صحيح** : أحكام الجنائز (ص/ ١٤٤) بيهقي (٣٦/٤)]

(٢) [**حسن** : أحكام الجنائز (ص/ ١٠٦) شرح معاني الآثار (٢٩٠/١)]

(٣) [نيل الأوطار (٧١٤/٢)]

(٤) [جامع ترمذي (بعد الحديث/ ١٠٢٢)]

(٥) [الأوسط لابن المنذر (٤٣٤/٥)]

(٦) [السيل الجرار (٣٥٦/١)]

(٧) [المحلى بالآثار (٣٤٧/٣)]

(ابن عبد البرؒ) چار تکبیروں پر فقہا اور اہل فتوی حضرات کا اجماع ہو چکا ہے (اس دعوے کا امام ابن حزمؒ نے دلائل کے ساتھ بطلان ثابت کیا ہے)۔(۱)

(2) بعض روایات میں یہ الفاظ بھی مذکور ہیں:

﴿ كَانَ آخِرُ مَا كَبَّرَ رَسُولُ اللّٰهِ عَلَى الْجَنَازَةِ أَرْبَعًا ﴾

''آخر میں جو رسول اللہ ﷺ نے تکبیریں کہیں وہ چار تھیں۔''(۲)

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اُحد کے مقتولین کی نماز جنازہ پڑھائی تو نو نو تکبیریں کہیں پھر سات اور پھر چار چار تکبیریں کہیں ﴿ حَتّٰى لَحِقَ بِاللّٰهِ ﴾ ''حتی کہ اللہ تعالی سے جا ملے۔''(۳)

پہلی تکبیر کے بعد فاتحہ اور کوئی سورت پڑھے

(1) چونکہ نماز جنازہ بھی ایک نماز ہی ہے اس لیے دیگر نمازوں کی طرح اس میں بھی سورۂ فاتحہ کی قراءت ضروری ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ ﴾ ''جس شخص نے سورۂ فاتحہ نہ پڑھی اس کی کوئی نماز نہیں۔''(٤)

(2) طلحہ بن عبداللہ بن عوف سے مروی ہے کہ

﴿ صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَى جَنَازَةٍ فَقَرَأَ الْفَاتِحَةَ وَقَالَ : لِتَعْلَمُوا أَنَّهُ مِنَ السُّنَّةِ ﴾

''میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پیچھے ایک جنازے پر نماز پڑھی انہوں نے سورۂ فاتحہ کی قراءت کی اور کہا (یہ اس لیے پڑھی ہے) تاکہ تمہیں علم ہو جائے کہ یہ سنت ہے۔''(٥)

---

(۱) [التمهيد لابن عبد البر (٣٣٤/٦) نيل الأوطار (٧١٥/٢)]

(۲) [**ضعيف** : أحكام الجنائز (ص/ ١٤٥) شیخ البانیؒ نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔]

(۳) [أحكام الجنائز (ص/ ١٤٥) شیخ البانیؒ نے اس روایت کو مردود قرار دیا ہے۔]

(٤) [بخاری (٧٥٦) كتاب الأذان : باب وجوب القراءة للإمام والمأموم...... ' مسلم (٣٩٤) كتاب الصلاة : باب وجوب قرائة الفاتحة فى كل ركعة ' أبو داود (٨٢٢) كتاب الصلاة : باب من ترك القرائة فى صلاته بفاتحة الكتاب ' ترمذى (٢٤٧) كتاب الصلاة : باب ما جاء أنه لا صلاة إلا بفاتحة الكتاب ' نسائى (١٧٣/٢) ابن ماجة (٨٣٧) أبو عوانة (١٢٤/٢)]

(٥) [بخارى (١٣٣٥) كتاب الجنائز : باب قراءة فاتحة الكتاب على الجنازة ' أبو داود (٣١٩٨) كتاب الجنائز : باب ما يقرأ على الجنازة ' ترمذى (١٠٢٧) كتاب الجنائز : باب ما جاء فى القرائة على الجنازة بفاتحة الكتاب ' نسائى (١٩٨٨)]

سنن نسائی میں یہ لفظ ہیں۔

﴿ فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَةٍ وَجَهَرَ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ : سُنَّةٌ وَحَقٌّ ﴾

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے (جنازے میں) فاتحہ اور کوئی سورت پڑھی اور اونچی آواز سے قراءت کی پھر جب فارغ ہوئے تو کہا یہ سنت اور حق ہے۔''(۱)

(شافعیؒ، احمدؒ، اسحاقؒ) پہلی تکبیر کے بعد قراءت مشروع ہے۔

(ابو حنیفہؒ، مالکؒ) جنازے میں کوئی قراءت نہیں۔(۲)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) امام شافعیؒ اور ان کے رفقاء کا قول برحق ہے۔(۳)

(امیر صنعانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٤)

(البانیؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔

مزید بیان کرتے ہیں کہ یہ کتنی تعجب خیز بات ہے کہ احناف قراءت (جو ثابت ہے) اس کا انکار کرتے ہیں اور ثناء (یعنی سبحانک اللھم ..... جو ثابت نہیں ہے) کی قراءت کو نماز جنازہ کی سنتوں میں شمار کرتے ہیں۔(٥)

(سعودی مجلس افتاء) نماز جنازہ کی پہلی تکبیر کے بعد سورۂ فاتحہ کی قراءت واجب ہے۔(٦)

(ابن بازؒ) نماز جنازہ میں فاتحہ کی قراءت واجب ہے۔

ایک دوسرے فتوے میں ہے کہ فاتحہ کے بعد کسی سورت کی قراءت بھی افضل ہے کیونکہ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔(۷)

(ابن عثیمینؒ) نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ ایک رکن ہے۔(۸)

---

(۱) [**صحیح** : أحكام الجنائز وبدعها (ص / ۱۵۱) نسائی (۱۹۷۸) كتاب الجنائز : باب قراءة فاتحة الكتاب على الجنازة]

(۲) [المبسوط (۲/٦٤) سبل السلام (۷۵۲/۲)]

(۳) [تحفة الأحوذی (۹٤/۳)]

(٤) [سبل السلام (۷۵۳/۲)]

(٥) [أحكام الجنائز وبدعها (ص / ۱۵۳)]

(٦) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۸/٤۲۰)]

(۷) [مجموع فتاوى لابن باز (۱۴۳/۱۳ ـ ۱٤٤)]

(۸) [مجموع فتاوى لابن عثیمین (۱۷/...)]

جنازے میں قراءت سری اور جہری دونوں طرح ثابت ہے

(البانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۱)

(1) جہری قراءت کی دلیل گذشتہ سنن نسائی کی روایت ہے جس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ انہوں نے جہری قراءت کی اور کہا یہ سنت ہے۔ مزید اس کی تائید اُس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے کہ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

﴿ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلٰی جَنَازَةٍ فَحَفِظْنَا مِنْ دُعَائِهِ ...... ﴾

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی تو ہم نے آپ کی (جنازے میں پڑھی ہوئی) دعا یاد کر لی۔''(۲)

(2) سری قراءت کی دلیل یہ حدیث ہے۔ حضرت ابوامامہ بن سہل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ السُّنَّةُ فِي الصلاةِ عَلَى الجنازةِ أَنْ يُقْرَأَ فِي التَّكْبِيرةِ الْأُولَى بِأُمِّ الْقُرآنِ مُخافتةً ثُمَّ يُكَبِّرُ ثَلاثًا وَالتَّسلِيْمُ عِنْدَ الْآخِرَةِ ﴾

''نماز جنازہ میں سنت یہ ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد ہلکی آواز سے سورۂ فاتحہ پڑھی جائے پھر تین تکبیریں کہی جائیں اور آخری تکبیر کے ساتھ سلام پھیر دیا جائے۔''(۳)

(ابن حجرؒ) ظاہر یہ ہے کہ جنازے کی دعا جہری اور سری دونوں طرح درست ہے۔(٤)

(ملا علی قاری حنفیؒ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہری طور پر دعا پڑھی اور صحابی نے یاد کر لی' یہ فقہ میں جو ثابت ہے کہ سری طور پر دعا پڑھنا مستحب ہے اس کے خلاف نہیں ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صرف تعلیم دینے کے لیے اُونچی آواز سے دعا پڑھی تھی اس کے علاوہ آپ کا اور کوئی مقصد نہیں تھا۔(٥)

(راجح) حافظ ابن حجرؒ کا مؤقف برحق ہے۔

---

(۱) [أحكام الجنائز (ص/ ١٥١-١٥٤)]

(۲) [مسلم (٩٦٣) كتاب الجنائز : باب الدعاء للميت في الصلاة' ابن ماجة (١٥٠٠) كتاب الجنائز : باب ما جاء في الدعاء في الصلاة على الجنازة' أحمد (٦/ ٢٣) نسائي (٤/ ٧٣) ترمذي (١٠٢٥) كتاب الجنائز : باب ما يقول في الصلاة على الميت]

(۳) [**صحيح** : أحكام الجنائز (ص/ ١٤٢) نسائي (١/ ٢٨١) كتاب الجنائز : باب الدعا' ابن حزم (٥/ ١٢٩)]

(٤) [تلخيص الحبير (٢/ ٢٤٩)]

(٥) [مرقاة المفاتيح شرح مشكاة (٤/ ١٧٠)]

باقی تکبیروں کے درمیان کیا کرے

دوسری تکبیر کے بعد درودِ (ابراہیمی)' تیسری کے بعد دعائیں اور چوتھی کے بعد سلام پھیر دیا جائے۔(۱)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی نے انہیں خبر دی کہ

﴿ أَنَّ السُّنَّةَ فِي الصَّلاةِ عَلَى الجنازةِ أَنْ يُكَبِّرَ الْإِمَامُ ثُمَّ يَقْرَأُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ بَعْدَ التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى سِرًّا فِي نَفْسِهِ ثُمَّ يُصَلِّي عَلَى النبي ﷺ وَيُخْلِصُ الدُّعَاءَ لِلجنازةِ فِي التَّكْبِيرَاتِ (الثَّلاثِ) ﴾

''نماز جنازہ میں سنت طریقہ یہ ہے کہ امام تکبیر کہے' پھر پہلی تکبیر کے بعد سری طور پر اپنے دل میں سورۂ فاتحہ پڑھے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور پھر خالص ہو کر (تیسری) تکبیر میں جنازے کے لیے دعا کرے۔''(۲)

شیخ البانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا ظاہر یہی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود دوسری تکبیر کے بعد پڑھا جائے گا کیونکہ اگر پہلے ہوتا تو اسے تکبیرات میں ذکر نہ کیا جاتا۔ حنفیہ وشافعیہ اسی کے قائل ہیں۔ البتہ امام ابن حزم رحمہ اللہ اور امام شوکانی رحمہ اللہ نے اس کی مخالفت کی ہے۔(۳)

تیسری تکبیر کے بعد مسنون دعائیں پڑھی جائیں گی جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَأَخْلِصُوا لَهُ الدُّعَاءَ ﴾

''جب تم میت کی نماز جنازہ پڑھو تو اس کے لیے خالص دعا کرو۔''(٤)

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) پہلی تکبیر کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھی جائے' دوسری تکبیر کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا جائے جیسا کہ تشہد میں پڑھا جاتا ہے' تیسری تکبیر کے بعد اپنے لیے' اپنے والدین کے لیے' مسلمانوں کے لیے اور میت کے لیے دعا کرنی چاہیے اور چوتھی تکبیر کے بعد ایک طرف سلام پھیرا جائے۔(٥)

---

(۱) [سبل السلام (۷۵۳/۲) أحكام الجنائز للألبانی (ص/۱۵۵-۱۵٦)]

(۲) [الأم للشافعي (۲۳۹/۱) بیهقی (۳۹/٤) ابن الجارود (۲٦٥) حاکم (۳٦۰/۱)]

(۳) [أحكام الجنائز (ص/۱۵۵) المحلی (۱۲۹/۵) نیل الأوطار (۵۳/۳)]

(٤) [**حسن** : إرواء الغليل (۱۷۹/۳)' (۷۳۲) أبو داود (۳۱۹۹) كتاب الجنائز : باب الدعاء للميت' ابن ماجة (۱٤۹۷) كتاب الجنائز : باب ما جاء في الدعاء في الصلاة على الجنازة' بيهقي (٤۰/٤) ابن حبان (۳۰۷۷- الإحسان)]

(٥) [المغني لابن قدامة (٤۱۰/۳-٤۱۸)]

(سعودی مجلس افتاء) مشروع یہ ہے کہ جنازے پر چار تکبیریں کہی جائیں۔ پہلی تکبیر کے بعد فاتحہ پڑھی جائے' دوسری تکبیر کے بعد نبی کریم ﷺ پر درود پڑھا جائے' تیسری تکبیر کے بعد دعا مانگی جائے اور چوتھی تکبیر کے بعد دائیں جانب ایک سلام پھیر دے۔(۱)

نماز جنازہ کی چند مسنون دعائیں

(1) حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں یہ دعا مذکور ہے:

﴿ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ وَعَافِهِ وَاعْفُ عَنْهُ وَأَكْرِمْ نُزُلَهُ وَوَسِّعْ مُدْخَلَهُ ' وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ ' وَنَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ ' وَأَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهِ ' وَأَهْلًا خَيْرًا مِّنْ أَهْلِهِ ' وَزَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهِ ' وَأَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَأَعِزْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ [وَعَذَابَ النَّارِ] ﴾

''اے اللہ! اسے بخش دے' اس پر رحم فرما' اسے عافیت دے' اس سے درگزر فرما' اس کی باعزت مہمان نوازی کر' اس کی قبر کو کشادہ کر دے' اسے پانی برف اور اولوں سے دھو ڈال اور اسے گناہوں سے اس طرح صاف ستھرا کر دے جیسے تو سفید کپڑے کو میل کچیل سے صاف کر دیتا ہے' اسے اس کے گھر سے بہتر گھر' اس کے اہل و عیال سے بہتر اہل و عیال' اس کی بیوی سے بہتر بیوی عطا فرما' اسے جنت میں داخل فرما اور اسے عذاب قبر اور عذاب جہنم سے محفوظ رکھ۔''(۲)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب نماز جنازہ پڑھاتے تو یہ دعا کرتے:

﴿ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا ' وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَأُنْثَانَا ' اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَاَحْيِهِ عَلَى الْاِسْلَامِ ' وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْاِيْمَانِ ' اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهُ وَلَا تُضِلَّنَا بَعْدَهُ ﴾

''اے اللہ! ہمارے زندوں' ہمارے مردوں' ہمارے حاضر' ہمارے غائب' ہمارے چھوٹوں' ہمارے بڑوں'

---

(۱) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۳۷٦/۸)]

(۲) [مسلم (۹٦۳) كتاب الجنائز : باب الدعاء للميت في الصلاة ' نسائی (۷۳/٤) ابن ماجة (۱۵۰۰) كتاب الجنائز : باب ما جاء في الدعاء في الصلاة على الجنازة ' ترمذی (۱۰۲۵) كتاب الجنائز : باب ما يقول في الصلاة على الميت ' ابن حبان (۳۰۷۵) طبرانی كبير (۷٦/۱۸ـ۷۷) شرح السنة للبغوی (۹٦۳) بيهقی (٤۰/٤) أحمد (۲۳/٦) طيالسی (۹۹۹) ابن الجارود (۲٦٤)]

ہمارے مردوں اور ہماری عورتوں کو بخش دے۔اے اللہ! تو ہم میں سے جسے زندہ رکھے اسے اسلام پر زندہ رکھ اور ہم میں سے جسے فوت کرے تو اسے حالت ایمان میں فوت کر۔اے اللہ! ہمیں اس (مرنے والے) کے ثواب سے محروم نہ رکھ اور ہمیں اس کے بعد گمراہ نہ کرنا۔" (۱)

(3) حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں یہ دعا مذکور ہے:

﴿ اَللّٰهُمَّ إِنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ فِيْ ذِمَّتِكَ ، وَحَبْلِ جِوَارِكَ فَقِهِ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ ، وَعَذَابِ النَّارِ ، وَأَنْتَ أَهْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَقِّ ، فَاغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾

"اے اللہ! یقیناً فلاں کا بیٹا فلاں تیری ذمہ داری اور تیری پناہ میں ہے اسے قبر کے فتنے اور جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھ۔اور تو وفاء والا اور حق والا ہے لہٰذا تو اسے بخش دے' اس پر رحم فرما یقیناً تو بخشنے والا اور مہربان ہے۔" (۲)

(4) ایک روایت میں یہ دعا مروی ہے:

﴿ اَللّٰهُمَّ إِنَّهُ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ أَمَتِكَ كَانَ يَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ وَأَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُ ﴾

"اے اللہ! بلاشبہ یہ تیرا بندہ ہے' تیرے بندے کا بیٹا ہے اور تیری باندی کا بیٹا ہے۔یہ گواہی دیتا تھا کہ تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں۔تو اسے زیادہ جانتا ہے۔اے اللہ! تو ہمیں اس (مرنے والے) کے اجر سے (صبر و تحمل کی وجہ سے) محروم نہ کرنا اور ہمیں اس کے بعد فتنے میں مبتلا مت کر دینا۔" (۳)

(5) بچے کے جنازے میں یہ دعا بھی پڑھی جا سکتی ہے۔حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ بچے کی نماز جنازہ میں

---

(۱) [صحیح : أحكام الجنائز (ص/۱۵۸) أبو داود (۳۲۰۱) كتاب الجنائز : باب الدعاء للميت ' ترمذی (۱۰۲٤) كتاب الجنائز : باب ما يقول في الصلاة على الميت ' ابن ماجة (۱٤۹۸) كتاب الجنائز : باب ما جاء في الدعاء في الصلاة على الجنازة ' نسائي في عمل اليوم والليلة (ص/٥٨٤) أحمد (۳٦٨/۲) حاكم (۳٥٨/۱) بيهقي (٤۱/٤) ابن حبان (۳۰۷۰۔ الإحسان)]

(۲) [صحیح : أحكام الجنائز (ص/۱٥۸) هداية الرواة (۲۰۹/۲) أبو داود (۳۲۰۲) كتاب الجنائز : باب الدعاء للميت ' ابن ماجة (۱٤۹۹) كتاب الجنائز : باب ما جاء في الدعاء في الصلاة على الجنازة ' ابن حبان (۷٥۸) أحمد (٤۷۱/۳) شیخ البانیؒ رقمطراز ہیں کہ ان شاء اللہ اس کی سند صحیح ہے۔]

(۳) [مؤطا (۲۲۷/۱) أحكام الجنائز للألباني (ص/۱٥۹)]

پہلے سورۂ فاتحہ پڑھی جائے پھر یہ دعا پڑھی جائے:

﴿ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا سَلَفًا وَ فَرَطًا وَ أَجْرًا ﴾

''اے اللہ! اس بچے کو ہمارے لئے پیشوا' امیر سامان اور باعث اجر بنا۔'' (۱)

(شوکانیؒ) جس کی نماز جنازہ پڑھی جا رہی ہے اگر وہ بچہ ہو تو مستحب یہ ہے کہ نماز پڑھانے والا یہ دعا پڑھے '' اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا ......'' (۲)

(6) ایک روایت میں سعید بن مسیبؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے ایک ایسے بچے کی نماز جنازہ پڑھی جس نے کبھی کوئی گناہ نہیں کیا تھا۔ میں نے سنا آپ رضی اللہ عنہ کہہ رہے تھے:

﴿ اَللّٰهُمَّ أَعِزْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ ﴾ ''اے اللہ! اسے عذاب قبر سے محفوظ رکھ۔'' (۳)

جس روایت میں دعا کے یہ لفظ ہیں:

﴿ اَللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبُّهَا وَ أَنْتَ خَلَقْتَهَا وَ أَنْتَ هَدَيْتَهَا إِلَى الْإِسْلَامِ وَ أَنْتَ قَبَضْتَ رُوحَهَا وَ أَنْتَ أَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَ عَلَانِيَّتِهَا ؛ جِئْنَا شُفَعَاءَ ؛ فَاغْفِرْ لَهُ ﴾

وہ ضعیف ہے۔ (٤)

آخری تکبیر کے بعد دونوں جانب سلام پھیرا جائے اور ایک جانب بھی کافی ہے

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ ثَلَاثُ خِلَالٍ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَفْعَلُهُنَّ ، تَرَكَهُنَّ النَّاسُ ، إِحْدَاهُنَّ : التَّسْلِيمُ عَلَى الْجَنَازَةِ مِثْلُ التَّسْلِيمِ فِي الصَّلَاةِ ﴾

''رسول اللہ ﷺ تین کام کیا کرتے تھے کہ جنہیں لوگوں نے چھوڑ دیا ہے: ان میں سے ایک' نماز جنازہ میں اُس طرح سلام پھیرنا ہے جیسے نماز میں سلام پھیرا جاتا ہے۔'' (٥)

---

(۱) [بخاری (قبل الحدیث / ۱۳۳۵) کتاب الجنائز : باب قراءة فاتحة الکتاب]

(۲) [نیل الأوطار (۷۳/٤)]

(۳) [**صحیح** : هدایة الرواة (۲۱۳/۲) مؤطا (۱۵۸)]

(٤) [**ضعیف** : هدایة الرواة (۲۱۳/۲) ابو داود (۳۲۰۰) کتاب الجنائز : باب الدعاء للمیت' احمد (۲۵٦/۲ _ ۳٤٥ _ ۳٦۳)]

(٥) [**حسن** : بیهقی (٤۳/٤)] امام نوویؒ نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔ [المجموع (۲۳۹/٥)] امام ہیثمیؒ رقمطراز ہیں کہ اس روایت کو طبرانی کبیر میں روایت کیا گیا ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔ [مجمع الزوائد (۳٤/۳)]

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نماز جنازہ میں بھی عام نمازوں کی طرح دائیں اور بائیں دونوں جانب سلام پھیرنا چاہیے۔

تاہم اگر صرف ایک جانب ہی سلام پھیر دیا جائے تو یہ بھی کفایت کر جاتا ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ صَلَّى عَلَى جَنَازَةٍ فَكَبَّرَ عَلَيْهَا أَرْبَعًا وَسَلَّمَ تَسْلِيمَةً وَاحِدَةً ﴾

''رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں اور ایک مرتبہ ہی سلام کہا۔'' (۱)

جنازے کی تکبیروں میں رفع الیدین

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَبَّرَ عَلَى جَنَازَةٍ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ تَكْبِيرَةٍ وَوَضَعَ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى ﴾

''بے شک رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ کے لیے تکبیر کہی اور پہلی تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کیا پھر دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھ لیا۔'' (۲)

معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ سے صرف پہلی تکبیر کے ساتھ ہی رفع الیدین کرنا ثابت ہے۔ البتہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق مروی ہے کہ وہ نماز جنازہ کی ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ (۳)

(جمہور، احمدؒ، شافعیؒ) انسان کو نماز جنازہ کی ہر تکبیر میں رفع الیدین کرنا چاہیے۔

(احناف) صرف پہلی تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کیا جائے گا۔ (٤)

(ابن قدامہؒ) ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کرنا چاہیے۔ (٥)

(نوویؒ) فرماتے ہیں کہ امام ابن منذرؒ نے اپنی دو کتابوں ''اشراف اور اجماع'' میں بیان کیا ہے کہ اہل علم نے اجماع کیا ہے کہ پہلی تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کیا جائے گا لیکن ساری تکبیروں میں رفع الیدین کے متعلق انہوں

---

(۱) [**حسن** : أحكام الجنائز (ص/۱٦۳) دارقطني (۱۹۱) حاكم (۱/۳٦۰) بيهقي (٤/٤۳)]

(۲) [**صحيح** : صحيح ترمذي، ترمذي (۱۰۷۷) كتاب الجنائز : باب ما جاء في رفع اليدين على الجنازة، دارقطني (۱۹۲) بيهقي (۲۸٤) ابو الشيخ في طبقات الأصبهانيين (ص/۲٦۲) أحكام الجنائز (ص/۱٤۷)]

(۳) [بخاري (قبل الحديث/۱۳۲۲) كتاب الجنائز : باب سنة الصلاة على الجنائز]

(٤) [جامع ترمذي (بعد الحديث / ۱۰۷۷) أحكام الجنائز للألباني (ص/۱٤۷)]

(٥) [المغني لابن قدامة (۳/٤۱۷)]

نے اختلاف کیا ہے۔(۱)

(البانی ؒ) سنت میں ہمیں کوئی ایسی چیز نہیں ملی جو پہلی تکبیر کے علاوہ باقی تکبیروں میں رفع الیدین کرنے پر دلالت کرتی ہو لہٰذا ہمارے نزدیک یہ مشروع نہیں۔

(شوکانی ؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(ابن حزم ؒ) نماز جنازہ کی صرف پہلی تکبیر میں نبی کریم ﷺ سے رفع الیدین ثابت ہے لہٰذا (ہر تکبیر کے ساتھ) رفع الیدین کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ نماز میں ایسا عمل ہے جس کے متعلق کوئی نص (دلیل) نہیں۔(۲)

(سید سابق) سنت یہ ہے کہ نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کیا جائے کیونکہ نبی کریم ﷺ سے یہی ثابت ہے۔(۳)

(ابن باز ؒ) چاروں تکبیروں میں رفع الیدین کرنا مسنون ہے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہی عمل تھا۔(٤)

(ابن عثیمین ؒ) درست بات یہ ہے کہ نماز جنازہ میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کیا جائے گا۔(٥)

اگر زیادہ جنازے اکٹھے ہو جائیں

خواہ مردوں اور عورتوں کے ہوں ان سب پر ایک ہی نماز پڑھی جا سکتی ہے نیز مردوں کے جنازوں کو امام کی جانب اور عورتوں کے جنازوں کو قبلہ کی جانب رکھنا بہتر ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿ أَنَّهُ صَلَّى عَلَى تِسعِ جَنَائِزٍ جَمِيعًا فَجَعَلَ الرِّجَالَ يَلُوْنَ الْإِمَامَ وَالنِّسَاءَ يَلِيْنَ الْقِبْلَةَ ﴾

''انہوں نے نو (9) جنازوں کی اکٹھی نماز جنازہ پڑھی اور مردوں کو امام کے قریب اور عورتوں کو قبلے کے قریب کر لیا۔''(٦)

حارث بن نوفل کے آزاد کردہ غلام عمار سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ،

(۱) [المجموع للنووی (۲۳۲/۵)]

(۲) [أحكام الجنائز وبدعها (ص / ۱٤۸) المحلى لابن حزم (۱۲۸/۵)]

(۳) [فقه السنة (۲٦٦/۱)]

(٤) [مجموع فتاوى لابن باز (۱٤۸/۱۳)]

(٥) [مجموع فتاوى لابن عثيمين (۱۱۲/۱۷)]

(٦) [صحيح: أحكام الجنائز (ص/۱۳۲) عبدالرزاق (٦۳۳۷) نسائی (۲۸۰/۱) ابن الجارود (۲٦۷) دارقطنی (۱۹٤) بیہقی (۳۳/٤)] حافظ ابن حجرؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[تلخیص الحبیر (۲۷٦/۵)]

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک مرتبہ نماز جنازہ کی ایسی ہی صورت کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ ﴿ هَذِهِ السُّنَّةُ ﴾ ''یہ سنت طریقہ ہے۔'' (۱)

❑ یہ بھی یاد رہے کہ زیادہ جنازوں کی الگ الگ نماز پڑھنا بھی درست ہے کیونکہ یہی اصل ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے اُحد کے جنازوں میں ایسا ہی کیا۔ (۲)

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) زیادہ جنازوں پر ایک ہی مرتبہ نماز پڑھ لینے کے جواز میں اہل علم کے درمیان کوئی اختلاف نہیں اور اگر ہر جنازے کی الگ نماز پڑھی جائے تو یہ بھی جائز ہے۔ (۳)

تین اوقات میں نماز جنازہ پڑھنا ممنوع ہے

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تین اوقات ایسے ہیں جن میں نماز پڑھنے اور میت کی تدفین سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں منع فرمایا کرتے تھے:

﴿ حِيْنَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ بَازِغَةً حَتَّى تَرْتَفِعَ وَحِيْنَ يَقُوْمُ قَائِمُ الظَّهِيْرَةِ حَتَّى تَزُوْلَ الشَّمْسُ وَحِيْنَ تَتَضَيَّفُ الشَّمْسُ لِلْغُرُوْبِ ﴾

''جب آفتاب طلوع ہو رہا ہو حتی کہ بلند ہو جائے' جب سورج نصف آسمان پر ہو تاوقتیکہ ڈھل جائے اور جس وقت سورج غروب ہونا شروع ہو جائے۔'' (٤)

(خطابی رحمہ اللہ) لوگوں نے اختلاف کیا ہے کہ ان اوقات میں نماز جنازہ پڑھنا اور میت کی تدفین جائز ہے یا نہیں۔ اکثر اہل علم' جن میں عطاؒ، نخعیؒ، اوزاعیؒ، ثوریؒ، احمدؒ، اسحاقؒ اور اصحاب الرائے شامل ہیں' کا مؤقف یہ ہے کہ ان اوقات میں میت کی نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے۔ البتہ امام شافعیؒ کا کہنا ہے کہ دن ورات کی کسی بھی گھڑی میں نماز

---

(۱) [**صحيح** : أحكام الجنائز (ص / ۱۳۳) أبو داود (۳۱۹۳) كتاب الجنائز : باب إذا حضرت جنائز رجال ونساء من بقدم ' بيهقي (۳۳/٤) نسائي (۲۸۰/۱)]

(۲) [أحكام الجنائز للألباني (ص ۱۳۳)]

(۳) [المغني لابن قدامة (۵۱۲/۳)]

(٤) [مسلم (۸۳۱) كتاب صلاة المسافرين وقصرها : باب الأوقات التي نهي عن الصلاة فيها ' أبو داود (۳۱۹۲) كتاب الجنائز : باب الدفن عند طلوع الشمس وعند غروبها ' ابن ماجة (۱۵۱۹) كتاب الجنائز: باب ما جاء في الأوقات التي لا يصلى فيها على الميت ' ترمذي (۱۰۳۰) كتاب الجنائز : باب ما جاء في كراهية الصلاة على الجنازة ' أحمد (۱۷۳۸۷) ابن حبان (۱۵٤٦) شرح السنة للبغوي (۷۷۸) طبراني كبير (۷۹۷/۱۷) بيهقي (٤٥٤/۲)]

جنازہ پڑھی جاسکتی ہے لیکن جماعت کا قول حدیث کے موافق ہونے کی وجہ سے زیادہ مناسب ہے۔(۱)

(ملا علی قاری حنفیؒ) ہمارا مذہب یہ ہے کہ ان تین اوقات میں فرائض، نوافل، نماز جنازہ اور سجدۂ تلاوت سب حرام ہے الا کہ جنازہ حاضر ہو جائے یا سجدے کی آیت تلاوت کر دی جائے تو پھر جنازہ پڑھ لینا یا سجدۂ تلاوت کر لینا ناپسندیدہ نہیں ہے لیکن بہتر یہی ہے کہ ناپسندیدہ اوقات ختم ہو جانے تک انہیں مؤخر کر لیا جائے۔(۲)

(البانیؒ) ان تین اوقات میں کسی (خاص) ضرورت کے علاوہ نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔(۳)

(ابن جبرینؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٤)

نماز جنازہ کے بعد اجتماعی دعا

(سعودی مجلس افتاء) انہوں نے یہ فتوی دیا ہے کہ ﴿ وَلَمْ يَثْبُتْ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ الدُّعَاءُ بَعْدَ صَلَاةِ الْجَنَازَةِ وَلَمْ يَكُنْ هَذَا مِنْ سُنَّتِهِ وَلَا سُنَّةِ أَصْحَابِهِ ﴾ ”نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں۔ نہ تو یہ آپ ﷺ کی سنت تھی اور نہ ہی آپ ﷺ کے صحابہ کی۔“(٥)

مال غنیمت میں خیانت کرنے والے کی نماز جنازہ کا حکم

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خیبر کے روز نبی ﷺ نے ایک خائن شخص کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی بلکہ دیگر احباب سے کہا:

﴿ صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ ﴾ ”تم اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھ لو۔“(٦)

(شوکانیؒ) اس سے معلوم ہوا کہ گناہ گار لوگوں کی نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے۔ البتہ نبی کریم ﷺ نے اس شخص کی نماز جنازہ غالبا خیانت سے ڈانٹنے کے لیے نہیں پڑھائی بعینہ جیسا کہ آپ ﷺ نے مقروض کی نماز جنازہ خود تو نہیں پڑھائی لیکن لوگوں کو اس کا حکم دیا۔ (لہٰذا اشراف طبقے کو چاہیے کہ وہ گناہ گاروں اور نافرمانوں کی نماز جنازہ نہ

---

(۱) [معالم السنن (٤/٣٢٧)]

(۲) [مرقاة المفاتيح (٣/١٢٦)]

(۳) [أحكام الجنائز وبدعها (ص / ١٦٥)]

(٤) [فتاوى إسلامية (٢/٢٨)]

(٥) [فتاوى إسلامية (٢/٣٠)]

(٦) [**صحيح**: التعليقات الرضية على الروضة الندية (١/٤٤٧) أبو داود (٢٧١٠) كتاب الجهاد: باب في تعظيم الغلول، ابن ماجة (٢٨٤٨) كتاب الجهاد: باب الغلول، نسائي (٤/٦٤) موطا (٢/٤٥٨)]

پڑھائیں بلکہ عام لوگ خود ہی پڑھ لیں)۔(۱)

(البانیؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(۲)

(مالکؒ، شافعیؒ، ابو حنیفہؒ، جمہور) نافرمانوں (یعنی گناہ گاروں مثلاً شرابی، چور، زانی، تصویریں بنانے والا وغیرہ) کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔(۳)

(نوویؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٤)

(ابن تیمیہؒ) جو بھی اسلام کو ظاہر کرے گا (خواہ وہ کتنا ہی گناہ گار ہو) اس پر اسلام کے تمام ظاہری احکام جاری ہوں گے یعنی اسے غسل دیا جائے، اس کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی، اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا اور اسی طرح کے دیگر کام۔ البتہ جس کے متعلق نفاق یا زندقہ کا علم ہو جائے تو پھر اگرچہ وہ اسلام ظاہر کرنے والا ہو اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔(٥)

(ابن قدامہؒ) امام خائن کی نماز جنازہ نہ پڑھے بلکہ عام لوگ پڑھ لیں۔(٦)

(سعودی مجلس افتاء) شرعی دلائل نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ مسلمان مردوں پر نماز جنازہ پڑھنا واجب ہے خواہ وہ نیک ہوں یا گناہ گار، جب تک ان کا گناہ اللہ کے ساتھ شرک کی حد تک نہ پہنچے۔(۷)

خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿أُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِرَجُلٍ قَتَلَ نَفْسَهُ بِمَشَاقِصَ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ﴾

''نبی کریم ﷺ کے پاس ایک ایسا شخص لایا گیا جس نے تیر کے ذریعے خودکشی کر لی تھی تو آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔''(۸)

---

(۱) [نيل الأوطار (۲/۷۰۰)]

(۲) [أحكام الجنائز (ص/۱۰۸_۱۰۹)]

(۳) [نيل الأوطار (۲/۷۰۰)]

(٤) [شرح مسلم للنووي (٤/۲۹۲)]

(٥) [كما في توضيح الأحكام شرح بلوغ المرام (۳/۱۸٥)]

(٦) [المغني لابن قدامة (۳/٥٠٤)]

(۷) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۸/۳۸۲)]

(۸) [مسلم (۹۷۸) كتاب الجنائز : باب ترك الصلاة على القاتل نفسه، ابو داود (۳۱۸٥) كتاب الجنائز : باب الإمام لا يصلى على من قتل نفسه، نسائي (٤/٦٦) وفي السنن الكبرى (۲۰۹۱) بيهقي (٤/۱۹) أحمد (٥/۹۲) طبراني كبير (۲/۱۹۳۲)]

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خودکشی کرنے والے کے متعلق فرمایا:

﴿ أَمَّا أَنَا فَلَا أُصَلِّيْ ﴾ ”رہی بات میری تو میں اس کا جنازہ نہیں پڑھاؤں گا۔“(۱)

اس سے یہ بات اخذ کی جا سکتی ہے کہ عام افراد اس کا بھی نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں۔ (واللہ اعلم)

(ابن قدامہؒ) امام کو چاہیے کہ خودکشی کرنے والے کا جنازہ نہ پڑھے اور دوسرے لوگ اس کا جنازہ پڑھ لیں۔(۲)

(عبداللہ بسام) جس نے خودکشی کی یقیناً اس نے بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کیا لہٰذا امام اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھے گا اور یہ دوسروں کو زجر و توبیخ کے لیے ہے۔ لیکن عام مسلمان اس کی نماز جنازہ پڑھیں گے کیونکہ وہ اپنے اس عمل کی وجہ سے ایسے نافرمانوں میں سے ہے جو دوسروں سے زیادہ مسلمانوں کی شفاعت کے حقدار اور ضرورت مند ہیں۔(۳)

(ابن عربیؒ) تمام علماء کا یہ مذہب ہے کہ ہر مسلمان کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی خواہ اسے حد لگائی گئی ہو یا اسے رجم کیا گیا ہو اور خواہ اس نے خودکشی کی ہو یا وہ زنا کی پیداوار ہو۔(٤)

(ابن بازؒ) خودکشی کرنے والے کو غسل دیا جائے گا' اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اسے مسلمانوں کے ساتھ دفن کیا جائے گا کیونکہ وہ نافرمان ہے کافر نہیں۔(٥)

(سعودی مجلس افتاء) خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی لیکن حاکم وقت اس کی نماز نہیں پڑھے گا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے خودکشی کرنے والے کی نماز نہیں پڑھی تھی تا کہ یہ پتہ چل جائے کہ اس کا جرم کتنا بڑا ہے اور لوگ اس عمل سے ڈر جائیں۔(٦)

جسے شرعی حد لگائی گئی ہو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی

(1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ اسلم قبیلے کا ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور اس نے زنا کا اعتراف کیا' نبی کریم ﷺ نے اس سے اعراض کیا حتی کہ اس نے اپنے خلاف چار مرتبہ گواہی دی۔ نبی کریم ﷺ

---

(۱) [**صحیح** : صحیح نسائی (۱۸۵۵) کتاب الجنائز : باب ترك الصلاة على من قتل نفسه' نسائی (۱۹۶۶) ابن ماجة (۱۵۲۶) کتاب الجنائز : باب في الصلاة على أهل القبلة]

(۲) [المغني لابن قدامة (۳/۵۰٤)]

(۳) [توضیح الأحکام شرح بلوغ المرام (۳/۱۸٤-۱۸۵)]

(٤) [کما في سبل السلام (۲/۲٦۸)]

(٥) [مجموع فتاوى لابن باز (۱۳/۱۲۲)]

(٦) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۸/۳۹٤)]

نے اسے کہا کیا تو پاگل ہے؟ اس نے کہا' نہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا' کیا تو شادی شدہ ہے؟ اس نے کہا' ہاں۔ پھر اسے رجم کر دیا گیا حتی کہ وہ مر گیا۔

﴿ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ خَيْرًا وَ صَلَّى عَلَيْهِ ﴾

''نبی کریم ﷺ نے اس کے لیے اچھے کلمات کہے اور پھر اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔'' (۱)

(2) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غامدیہ عورت (جس نے زنا کیا تھا) کے متعلق حکم دیا کہ اسے رجم کر دیا جائے چنانچہ پھر اسے رجم کر دیا گیا:

﴿ ثُمَّ أَمَرَ بِهَا فَصَلَّى عَلَيْهَا وَ دُفِنَتْ ﴾

''پھر آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور اسے دفن کیا گیا۔'' (۲)

(شوکانیؒ) رجم شدہ شخص کی نماز جنازہ پڑھنے (کے جواز) پر اجماع ہے۔(۳)

(نوویؒ) قاضی عیاضؒ کا قول نقل فرماتے ہیں کہ ''تمام علماء کا مذہب یہ ہے کہ ہر مسلمان خواہ اسے حد لگی ہو' رجم شدہ ہو' خودکشی کرنے والا ہو یا ولدِ زنا ہو' اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔(٤)

(ابن قدامہؒ) کبائر کے مرتکب اور جسے زنا کی حد میں رجم کر دیا گیا ہو وغیرہ جیسے سارے مسلمانوں کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔(٥)

(امیر صنعانیؒ) دوسری حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس میں یہ ثبوت موجود ہے کہ جسے بطور حد قتل کیا گیا ہے اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔(٦)

(سید سابق) یہی مؤقف رکھتے ہیں۔(۷)

---

(۱) [بخاری (٦٨٢٠) کتاب الحدود : باب الرجم بالمصلی' مسلم (١٦٩١) کتاب الحدود : باب رجم الثيب في الزنى' أبو داود (٤٤٣٠) کتاب الحدود : باب رجم ماعز بن مالك' ترمذی (١٤٢٩) کتاب الحدود : باب ما جاء في درء الحد عن المعترف إذا رجع' نسائی (٦٢/٤) أحمد (٣٢٣/٣) ابن الجارود (٨١٣) دارقطنی (١٢٧/٣)]

(۲) [مسلم (١٦٩٥) کتاب الحدود : باب من اعترف على نفسه بالزنى' أبو داود (٢٣٣/٢) نسائی (٢٧٨/١) ترمذی (٣٢٥/٢) دارمی (١٨٠/٢) بیهقی (١٨/٤) ابن ماجة (١١٦/٢)]

(۳) [نيل الأوطار (٧٠٢/٢)]

(٤) [شرح مسلم للنووی (٥٤٣/٤)]

(٥) [المغنی لابن قدامة (٥٠٨/٣)]

(٦) [سبل السلام (٢٦٧/٢)]

(۷) [فقه السنة (١/٥٢٢)]

(عبداللہ بسام) اسی کے قائل ہیں۔(۱)

(سعودی مجلس افتاء) جو شرک کے علاوہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو یا اسے حدِ رجم لگائی گئی ہو یا اسے بطورِ قصاص قتل کیا گیا ہو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔(۲)

(دکتور عائض القرنی) جسے حد لگائی گئی ہو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔(۳)

بچہ خواہ مردہ پیدا ہو اس کی نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے

(1) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ وَالطِّفْلُ يُصَلَّى عَلَيْهِ ﴾ "بچے کی نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے۔"

اور ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ وَالسِّقْطُ يُصَلَّى عَلَيْهِ ﴾ "ناتمام بچے کی نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے۔"(٤)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿ أُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِصَبِيٍّ مِنْ صِبْيَانِ الْأَنْصَارِ، فَصَلَّى عَلَيْهِ ﴾

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس انصار کا ایک (فوت شدہ) بچہ لایا گیا تو آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔"(٥)

(البانیؒ) یہ لفظ سنن نسائی کے ہیں اور اس کی سند صحیح ہے۔(مزید بیان کرتے ہیں کہ) یہ بات ظاہر ہے کہ ناتمام سے مراد وہ بچہ ہے جس کے چار ماہ مکمل ہو چکے ہوں اور اس میں روح پھونک دی گئی ہو پھر وفات پائے۔ تاہم اس مدت سے پہلے اگر کسی صورت میں ساقط ہو جائے تو اسکی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی کیونکہ وہ میت کہلا ہی نہیں سکتا۔(٦)

---

(١) [توضيح الأحكام شرح بلوغ المرام (١٨٤/٣)]

(٢) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٤١٤/٨)]

(٣) [فقه الدليل (ص / ١٨١)].

(٤) [**صحيح** : صحيح أبو داود (٢٧٢٣) كتاب الجنائز : باب المشي امام الجنازة، أبو داود (٣١٨٠) كتاب الجنائز : باب المشي أمام الجنازة، ترمذي (١٠٣٦) كتاب الجنائز : باب ما جاء في ترك الصلاة على الشهيد، نسائي (٥٦/٤) ابن ماجة (١٥٠٧) كتاب الجنائز : باب ما جاء في الصلاة على الطفل، شرح معاني الآثار (٤٨٢/١) حاكم (٣٥٥/١) بيهقي (٢٤/٤) ابن أبي شيبة (٢٨٠/٣)]

(٥) [**صحيح** : صحيح نسائي (١٨٣٩) كتاب الجنائز : باب الصلاة على الصبيان، نسائي (١٩٤٩)]

(٦) [أحكام الجنائز (ص/١٠٥)]

جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ ثابت ہے کہ بچہ جب اپنی ماں کے پیٹ میں چار ماہ کی عمر کو پہنچتا ہے تو ﴿ يُنفَخُ فِيهِ الرُّوحُ ﴾ ''اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔''(۱)

(سعودی مجلس افتاء) علماء کے اقوال میں سے زیادہ صحیح یہ ہے کہ ناتمام بچے کو غسل بھی دیا جائے گا، اسے کفن بھی پہنایا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی جبکہ وہ اپنی عمر کے چار ماہ مکمل کر چکا ہو۔(۲)

(ابن عثیمین رحمہ اللہ) ناتمام بچہ اگر چار ماہ کا ہو تو اسے غسل دیا جائے گا، کفن پہنایا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔(۳)

(دکتور عائض القرنی) ناتمام بچے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔(٤)

جس روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ إِذَا اسْتَهَلَّ السِّقْطُ صُلِّيَ عَلَيْهِ وَوُرِّثَ ﴾

''جب ناتمام بچہ چیخ پڑے تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اسے وارث بھی بنایا جائے گا۔''

وہ روایت ضعیف ہے۔(٥)

شہید کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے اُحد کو ان کے خونوں سمیت دفن کرنے کا حکم دیا:

﴿ وَ لَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ ﴾ ''اور ان پر نماز جنازہ نہیں پڑھی۔''(٦)

شہدائے بدر کے متعلق بھی نماز جنازہ کا کوئی ذکر احادیث میں منقول نہیں حالانکہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی ہوتی تو دیگر صحابہ اسے ضرور بیان کرتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شہدا کی نماز جنازہ پڑھنا

---

(۱) [بخاری (۳۲۰۸، ۳۳۳۲) کتاب بدء الخلق : باب ذکر الملائکة، مسلم (۲٦٤۳) أبو داود (٤۷۰۸) ترمذی (۲۱۳۷) ابن ماجة (۷٦) أحمد (۳۸۲/۱)) حمیدی (۱۲٦) طیالسی (۳۱۳۱) أبو یعلی (٥۱٥۷) الحلیه لأبی نعیم (۳۸۷/۸) شرح السنة (۱۳۳۳)]

(۲) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (٤۰۷/۸)]

(۳) [فتاوی منار الإسلام (۲٦٥/۱)]

(٤) [فقه الدلیل (ص: ۱۸۰)]

(٥) [**ضعیف**: أحکام الجنائز (ص/۱۰٦) نصب الرایة (۲۷۷/۲) تلخیص الحبیر (۱٤٦/٥) المجموع (۲٥٥/٥) نقد التاج الجامع للأصول الخمسة (۲۹۳)]

(٦) [بخاری (۱۳٤۳) کتاب الجنائز : باب الصلاة علی الشهید، أبو داود (۳۱۳۸، ۳۱۳۹) نسائی (۱۹٥٥) ابن ماجة (۱٥۱٤) عبد بن حمید (۱۱۱۹) ترمذی (۱۰۳٦)]

واجب نہیں۔(١)

اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ شہدا کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہی نہیں بلکہ نبی ﷺ سے شہدا کی نماز جنازہ پڑھنا صحیح احادیث سے ثابت ہے جن میں سے چند حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ يَوْمًا فَصَلَّى عَلَى أَهْلِ أُحُدٍ صَلَاتَهُ عَلَى الْمَيِّتِ ﴾

''نبی کریم ﷺ ایک روز نکلے اور آپ ﷺ نے شہدائے اُحد پر اس طرح نماز پڑھی جیسا کہ میت پر نماز پڑھی جاتی ہے۔''(٢)

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَرَّ بِحَمْزَةَ وَقَدْ مُثِّلَ بِهِ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِّنَ الشُّهَدَاءِ غَيْرَهُ ﴾

''نبی کریم ﷺ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قریب سے گزرے۔ان کا مثلہ کر دیا گیا تھا۔آپ ﷺ نے شہدائے اُحد میں سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کی نماز جنازہ نہ پڑھی۔''(٣)

(3) حضرت شداد بن ہاد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دیہاتیوں کا ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا...... کچھ مدت کے بعد لوگ دشمن سے قتال کے لیے گئے' اس آدمی کو نبی ﷺ کے پاس لایا گیا تو اسے تیر لگ چکا تھا......

﴿ ثُمَّ كَفَّنَهُ النَّبِيُّ فِي جُبَّتِهِ ثُمَّ قَدَّمَهُ فَصَلَّى عَلَيْهِ ...... ﴾

''پھر نبی کریم ﷺ نے اس کے جبے میں ہی اسے کفن دے دیا اور پھر اس کے آگے کھڑے ہو کر اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔''(٤)

---

(١) [نيل الأوطار (٦٩٨/٢) أحكام الجنائز (ص/١٠٨)]

(٢) [بخاري (١٣٤٤) كتاب الجنائز : باب الصلاة على الشهيد' مسلم (٢٢٩٦) كتاب الفضائل : باب إثبات حوض نبينا وصفاته' ابو داود (٣٢٢٣) كتاب الجنائز : باب الميت يصلى على قبره بعد حين' نسائي (١٩٥٣) ابن حبان (٣١٩٨) طبراني كبير (٧٦٧/١٧) شرح السنة للبغوى (٣٨٢٣) بيهقي (١٤/٤) احمد (١٧٣٤٩)]

(٣) [**حسن** : أحكام الجنائز (ص/١٠٧) صحيح أبو داود (٢٦٩٠) أبو داود (٣١٣٧) كتاب الجنائز : باب في الشهيد يغسل]

(٤) [**صحيح** : صحيح نسائي (١٨٤٥) كتاب الجنائز : باب الصلاة على الشهداء' أحكام الجنائز (ص/١٠٦) نسائي (١٩٥٥)]

(4) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کے روز حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو ایک چادر سے ڈھانپنے کا حکم دیا:

﴿ ثُمَّ صَلَّى عَلَيْهِ فَكَبَّرَ تِسْعَ تَكْبِيرَاتٍ ثُمَّ أُتِيَ بِالْقَتْلَى يَصُفُّوْن وَ يُصَلِّى عَلَيْهِم وَعَلَيْهِ مَعَهُم ﴾

''پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور نو تکبیریں کہیں' پھر دیگر شہدا لائے جاتے اور ان کی صف بنائی جاتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سب پر اور ان کے ساتھ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر نماز جنازہ پڑھتے۔'' (۱)

(شافعیؒ، احمدؒ، مالکؒ) شہدا کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔

(ابوحنیفہؒ) شہدا کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ (۲)

(راجح) شہدا کی نماز جنازہ پڑھنے اور نہ پڑھنے میں انسان کو اختیار ہے لیکن زیادہ بہتر پڑھنا ہی ہے کیونکہ یہ دعا اور عبادت ہی ہے جو اجر و ثواب میں اضافے کا باعث ہے۔

(ابن قیمؒ) اس مسئلے میں درست بات یہ ہے کہ پڑھنے اور چھوڑنے میں اختیار ہے۔ (۳)

(شوکانیؒ) شہید کی نماز جنازہ پڑھنا ہی بہتر ہے۔ (٤)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) شہید کی نماز جنازہ واجب نہیں لہٰذا پڑھنا اور چھوڑنا دونوں طرح جائز ہے۔ (٥)

(البانیؒ) پڑھنا اور چھوڑنا دونوں طرح درست ہے لیکن پڑھنا ہی افضل ہے۔ (٦)

(سلیم ہلالی) شہید کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے واجب نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی تھی۔ (۷)

بے نماز کی نماز جنازہ کا حکم

(سعودی مجلس افتاء) کسی نے سوال کیا کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو پانچوں فرض نمازیں ادا نہیں کرتے صرف نماز

---

(۱) [**حسن**: أحكام الجنائز (ص: ۱۰٦) شرح معاني الآثار (۲۹۰/۱)]

(۲) [الأم (٤٤٦/۱) الحاوى (۳۳/۳) المغنى (٤٦۷/۳) حاشية الدسوقي على الشرح الكبير (٤۲٥۳۱) المبسوط (٤۹/۲) الهداية (۹٤۳۱) بدائع الصنائع (۳۲٤/۱) نيل الأوطار (٦۹٦/۲) تحفة الأحوذى (۱۱٤/۳ ـ ۱۱٥)]

(۳) [تهذيب السنن (۲۹٥/٤)]

(٤) [نيل الأوطار (٦۹۷/۲)]

(٥) [تحفة الأحوذى (۱۱٦/۳)]

(٦) [أحكام الجنائز (ص: ۱۰۸)]

(۷) [موسوعة المناهي الشرعية (۱۱/۲)]

جمعہ ادا کر لیتے ہیں اگر ان میں سے کوئی فوت ہو جائے تو کیا ان کی نماز جنازہ ادا کرنا یا انہیں دفن کرنا مسلمانوں پر واجب ہے۔تو مجلس افتاء نے یہ فتویٰ دیا کہ اگر فی الواقع ایسا ہی ہے جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے تو اگر وہ شخص نماز کے وجوب کا انکار کرتے ہوئے اسے چھوڑتا ہے تو وہ مسلمانوں کے اجماع کے ساتھ کافر ہے اور اگر وہ وجوب کا تو اعتقاد رکھتا ہے لیکن سستی کرتے ہوئے نماز چھوڑتا ہے تو علماء کے اقوال میں سے زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ کافر ہے کیونکہ صحیح وثابت دلائل اسی کا تقاضا کرتے ہیں۔اس صحیح قول کے مطابق بے نماز کو نہ غسل دیا جائے گا' نہ مسلمان اس کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور نہ ہی اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا بلکہ اسے کسی خاص جگہ پر مسلمانوں کے قبرستان سے دور دفن کیا جائے گا۔(۱)

کفار ومنافقین کی نماز جنازہ یا ان کے لیے دعا واستغفار قطعاً ناجائز ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَلَا تُصَلِّ عَلٰى أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهِ ﴾ [التوبة : ٨٤]

''ان میں سے کوئی مر جائے تو آپ ﷺ اس کے جنازے کی ہرگز نماز نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔''

(2) ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَن يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبٰى ﴾

[التوبة : ١١٣]

''نبی ﷺ اور دوسرے مسلمانوں کے لیے یہ جائز نہیں کہ مشرکین کے لیے مغفرت کی دعا کریں اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہی ہوں۔''

(نوویؒ) کافر کی نماز جنازہ اور اس کے لیے بخشش کی دعا کرنا نصِ قرآن اور اجماعِ امت کی وجہ سے حرام ہے۔(۲)

(البانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۳)

(سلیم ہلالی) کفار ومنافقین کی نماز جنازہ پڑھنا اور مشرکین کے لیے استغفار کرنا حرام ہے۔(۴)

---

(۱) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۸/۴۱۰)]

(۲) [المجموع (۱۴۴/۵ ـ ۲۵۸)]

(۳) [أحكام الجنائز (ص/۱۲۰)]

(۴) [موسوعة المناهي الشرعية (۲۴/۲)]

تدفین کے بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ عَلَى رَجُلٍ بَعْدَ مَا دُفِنَ بِلَيْلَةٍ ﴾

''نبی کریم ﷺ نے ایسے شخص کی نماز جنازہ پڑھی جسے گذشتہ شب دفن کر دیا گیا تھا۔''

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ فَأَتَى قَبْرَهُ فَصَلَّى عَلَيْهِ ﴾ ''آپ ﷺ اس کی قبر پر آئے اور اس کی نماز جنازہ پڑھی۔''(۱)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کالے رنگ کا ایک مرد یا ایک کالی عورت مسجد کی خدمت کیا کرتی تھی' اس کی وفات ہو گئی۔ لیکن نبی کریم ﷺ کو اس کی وفات کی کسی نے خبر نہیں دی۔ ایک دن آپ ﷺ نے خود یاد کیا کہ وہ شخص دکھائی نہیں دے رہا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اس کا تو انتقال ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر تم نے مجھے کیوں خبر نہیں دی؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یہ وجہ تھی (یعنی آپ کو تکلیف نہیں دینا چاہتے تھے) گویا لوگوں نے اسے حقیر سمجھ کر قابل توجہ نہ سمجھا لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اس کی قبر بتاؤ:

﴿ فَأَتَى قَبْرَهُ فَصَلَّى عَلَيْهِ ﴾ ''پھر آپ ﷺ اس کی قبر پر آئے اور اس کی نماز جنازہ پڑھی۔''(۲)

(3) حضرت یزید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے (بقیع کے قبرستان میں) ایک عورت کی قبر پر جا کر اس کی نماز جنازہ پڑھی۔(۳)

(4) ایک اور روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے ایک مسکین عورت کی قبر پر جا کر با جماعت نماز جنازہ پڑھائی جیسا

---

(۱) [بخاری (۱۳۴۰) کتاب الجنائز : باب الدفن باللیل' مسلم (۹۵۴) کتاب الجنائز : باب الصلاة علی القبر' ترمذی (۱۰۵۷) کتاب الجنائز : باب ما جاء فی الدفن باللیل' ابن ماجة (۱۵۳۰) کتاب الجنائز : باب ما جاء فی الصلاة علی القبر' أحمد (۲۲۴/۱) ابن أبی شیبة (۳۶۰/۳) الحلیة لأبی نعیم (۹۳/۵) بیهقی (۴۵/۴) طیالسی (۱۶۲/۱)]

(۲) [بخاری (۱۳۳۷) کتاب الجنائز : باب الصلاة علی القبر بعد ما یدفن' مسلم (۹۵۶) کتاب الجنائز : باب الصلاة علی القبر' طیالسی (۷۷۲) أحمد (۳۵۳/۲) أبو داود (۳۲۰۳) کتاب الجنائز : باب الصلاة علی القبر' ابن ماجة (۱۵۲۷) کتاب الجنائز : باب ما جاء فی الصلاة علی القبر' بیهقی (۴۷/۴) أبو یعلی (۲۴۲۹) ابن خزیمة (۱۲۹۹) ابن حبان (۳۰۸۲)]

(۳) [**صحیح** : أحکام الجنائز (ص/۱۱۴ـ۱۱۵) ابن ماجة (۴۶۵/۱) نسائی (۲۸۴/۱) ابن حبان (۷۵۹ـ الموارد) بیهقی (۴۸/۴)]

کہ اس میں یہ لفظ ہیں:

﴿ فَانْطَلَقُوا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ حَتَّى قَامُوا عَلَى قَبْرِهَا فَصَفُّوا وَرَاءَ رَسُولِ اللّٰهِ كَمَا يُصَفُّ لِلصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَازَةِ فَصَلَّى عَلَيْهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ﴾

''لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چلے حتی کہ اس عورت کی قبر کے پاس کھڑے ہو گئے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے اس طرح صفیں درست کر لیں جیسا کہ نماز جنازہ کے لیے صفیں درست کی جاتی ہیں، پھر آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔''(۱)

(جمہور، احمدؒ، شافعیؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(ابن قدامہؒ) قبر پر نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے۔

(ابوحنیفہؒ، مالکؒ) قبر پر نماز جنازہ پڑھنا مشروع نہیں۔(۲)

غیر مشروع کہنے والوں کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں مسجد میں جھاڑو دینے والی عورت کی قبر پر نماز جنازہ کا ذکر ہے اس میں یہ لفظ بھی ہیں:

﴿ إِنَّ هٰذِهِ الْقُبُورَ مَمْلُوءَةٌ ظُلْمَةً عَلَى أَهْلِهَا وَإِنَّ اللّٰهَ يُنَوِّرُهَا لَهُمْ بِصَلَاتِي عَلَيْهِمْ ﴾

''یہ قبریں اہل قبور کے لیے اندھیروں سے بھری ہوئی ہیں اور میری نماز سے ان کی قبروں میں روشنی ہو جاتی ہے۔''

اس سے اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ یہ (یعنی قبر پر نماز جنازہ) صرف نبی ﷺ کے ساتھ خاص تھا (کیونکہ نبی ﷺ کی وجہ سے ہی قبر میں روشنی ہوتی تھی)۔

جمہور اس کا جواب یوں دیتے ہیں کہ اس حدیث میں مذکورہ الفاظ کا اضافہ نبی کریم ﷺ کی طرف سے نہیں بلکہ یہ الفاظ کسی راوی کی طرف سے درج کیے گئے ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے اور اسے ثابت کیا ہے۔(۳)

(شوکانیؒ) خصوصیت صرف دلیل سے ہی ثابت ہوتی ہے (اور اس عمل کی تخصیص کی کوئی دلیل نہیں)۔(۴)

---

(۱) [**صحیح**: أحكام الجنائز (ص/ ۱۱۵) بيهقي (۴۸/۴)]

(۲) [تحفة الأحوذي (۱۱۹/۴) نيل الأوطار (۷۰۷/۲) الأم للشافعي (۴۶۱/۱) الحاوي (۵۹/۳) المبسوط (۶۷/۲) بدائع الصنائع (۳۱۱/۱) الهداية (۹۱/۱) حاشية الدسوقي على الشرح الكبير (۴۱۳/۱) المغني لابن قدامة (۴۴۴/۳)]

(۳) [تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: فتح الباري (۱۲۷/۲) نيل الأوطار (۷۰۸/۲)]

(۴) [أيضا]

(ابن بازؒ) تدفین کے بعد جنازے پر نماز پڑھی جاسکتی ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ایسا ہی کیا تھا۔(۱)

(سید سابق) اسی کے قائل ہیں۔(۲)

❑ اہل قبر پر تدفین کے وقت نماز پڑھی گئی ہو یا نہ پڑھی گئی ہو بعد میں قبر پر نماز پڑھی جاسکتی ہے جیسا کہ گذشتہ احادیث اس پر شاہد ہیں۔

غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے

(1) نبی ﷺ نے نجاشی کی غائبانہ نماز جنازہ ادا فرمائی جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَعَى النَّجَاشِيَّ فِي الْيَوْمِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ وَخَرَجَ بِهِمْ إِلَى الْمُصَلَّى فَصَفَّ بِهِمْ وَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ ﴾

''نبی کریم ﷺ نے اُس دن نجاشی کی موت کا اعلان کیا جس دن وہ فوت ہوا پھر آپ ﷺ لوگوں کو لے کر عیدگاہ کی طرف گئے' ان کی صفیں بنوائیں اور (اس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھتے ہوئے) اس پر چار تکبیریں کہیں۔'' (۳)

(2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی معنی میں روایت مروی ہے۔(٤)

(3) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں بھی نجاشی کا غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے کا ذکر ہے۔(٥)

(جمہور، شافعیؒ، احمدؒ) غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔

(ابن قدامہؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(ابن حزمؒ) کسی صحابی سے بھی اس کی ممانعت منقول نہیں۔

---

(۱) [مجموع فتاوی لابن باز (۱۵۳/۱۳)]

(۲) [فقه السنة (۲۷٤/۱)]

(۳) [بخاری (۱۳۳۳) کتاب الجنائز: باب التکبیر علی الجنازة أربعا' مسلم (۹۵۱) کتاب الجنائز : باب فی التکبیر علی الجنازة' ابو داود (۳۲۰٤) کتاب الجنائز : باب فی الصلاة علی المسلم یموت فی بلاد الشرك' ترمذی (۱۰۲۲) کتاب الجنائز : باب ما جاء فی التکبیر علی الجنازة' ابن ماجة (۱۵۳٤) نسائی (۱۸۷۸) وفی السنن الکبری (۲۱۰۷/۱) طیالسی (۲۳۰۰) ابن أبی شیبة (۳۰۰/۳)]

(٤) [بخاری (۱۳۲۰' ۱۳۳٤) کتاب الجنائز : باب الصفوف علی الجنازة' مسلم (۹۵۲) أحمد (۳٦۱/۳) بیهقی (۳۵/٤) حمیدی (۱۲۹۱)]

(٥) [مسلم (۹۵۳) کتاب الجنائز : باب فی التکبیر علی الجنازة' ابن ماجة (۱۵۳۵) نسائی (۷۰/٤) أحمد (٤۳۱/٤) بیهقی (۵۰/۳)]

(ابوحنیفہؒ، مالکؒ) غائبانہ نماز جنازہ مطلق طور پر مشروع ہی نہیں۔(۱)

غائبانہ نماز جنازہ کو ناجائز قرار دینے والوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ یہ صرف نجاشی کے ساتھ خاص تھا کیونکہ ایک روایت میں مذکور ہے کہ

''نبی کریم ﷺ کے لیے زمین کے تمام پردے ہٹا دیے گئے اور نجاشی کی میت آپ کے سامنے تھی۔'' (۲)

(نوویؒ) یہ روایت (جس میں ہے کہ نجاشی کی میت آپ ﷺ کے سامنے کر دی گئی) محض اَوہام وخیالات میں سے ہے اس کی کچھ حقیقت نہیں۔(۳)

(البانیؒ) یہ تاویل (یعنی کہ یہ عمل صرف نجاشی کے ساتھ خاص تھا) فاسد ہے۔(٤)

یاد رہے کہ چونکہ اس عمل کی نجاشی کے ساتھ خصوصیت کی کوئی دلیل موجود نہیں اس لیے یہ عمل نبی کریم ﷺ کی ساری زندگی کے دیگر تمام اعمال کی طرح ہمارے لیے بھی اُسوہ وسنت ہے۔

(ابن تیمیہؒ) اگر غائب شخص ایسے شہر میں فوت ہو کہ جہاں اس کی نماز جنازہ نہ ادا کی گئی ہو تو پھر اس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اگر وہاں اس کی نماز جنازہ پڑھ لی گئی ہو تو پھر نہیں پڑھی جائے گی۔(٥)

(ابن قیمؒ) انہوں نے اس تفصیل کو ہی سب سے زیادہ صحیح قرار دیا ہے۔(٦)

(عبدالرحمن سعدی) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(٧)

(خطابیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٨)

ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں یہ لفظ ہیں:

﴿ إِنَّ أَخًا لَكُمْ قَدْ مَاتَ بِغَيْرِ أَرْضِكُمْ فَقُومُوا فَصَلُّوا عَلَيْهِ ﴾

---

(۱) [نيل الأوطار (۲۰۳/۲) الأم (۲۷۱/۱) روضة الطالبين (۱۳۰/۲) المجموع (۲۰۹/٤) الأصل (٤۲۷/۱) المبسوط (٦۷/۲) حاشية ابن عابدين (۲۹/۲) توضيح الأحكام شرح بلوغ المرام (۱۹۳/۳) المغنى لابن قدامة (٤٤٦/۳)]

(۲) [أحكام الجنائز وبدعها (ص / ۱۱۹)]

(۳) [المجموع (۲٥۳/٥)]

(٤) [أحكام الجنائز و بدعها (ص/۱۱۹)]

(٥) [نيل الأوطار (۷۰٤/۲) أحكام الجنائز (ص/۱۱۸)]

(٦) [زاد المعاد (۲۰٥/۱ـ ۲۰٦)]

(٧) [كما فى توضيح الأحكام شرح بلوغ المرام (۱۹۳/۳)]

(٨) [معالم السنن (۳۱۰/۱)]

''یقیناً تمہارا ایک بھائی تمہارے علاقے سے باہر فوت ہوا ہے لہٰذا اٹھو اس کی نماز جنازہ پڑھو۔'' (۱)

اس روایت سے یوں استدلال کرتے ہیں کہ نجاشی کا جنازہ اس کے علاقے میں نہیں پڑھا گیا تھا اس لیے نبی کریم ﷺ نے اس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی۔ اس کا جواب اس طرح دیا گیا ہے کہ علاقے سے باہر فوت ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس شخص کی نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی اور نہ ہی اس حدیث میں کوئی ایسی وضاحت موجود ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ ایسی کوئی خبر میرے علم میں نہیں کہ (جس سے معلوم ہوتا ہو کہ) نجاشی کی نماز جنازہ اس کے شہر میں نہیں پڑھی گئی تھی۔ (۲)

(سعودی مجلس افتاء) غائب میت پر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا یہی عمل ہے اور یہ عمل آپ ﷺ کے ساتھ خاص نہیں تھا۔ (۳)

اس مسئلے کی مزید تفصیل کے لیے ''فتح الباری'' کا مطالعہ مفید ہے۔

---

(۱) [**صحیح** : صحیح ابن ماجة (۱۲٤۸) كتاب ما جآء في الجنائز : باب ما جآء في الصلاة على النجاشي ابن ماجة (۱۵۳۷) أحمد (٤/۷) طبرانی کبیر (۱۹۸/۳) طیالسی (۷۷۱) حافظ بوصیری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ [مصباح الزجاجة (۱/۵۰۰)]

(۲) [فتح الباری (۳/۲۲٤)]

(۳) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۸/٤۰۱)]

باب تدفين الميت — میت کی تدفین کا بیان

میت کو دفن کرنا واجب ہے خواہ وہ کافر ہی ہو

(البانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۱)

(1) ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ أَمَرَ يَوْمَ بَدْرٍ بِأَرْبَعَةٍ وَعِشْرِينَ رَجُلًا مِنْ صَنَادِيدِ قُرَيْشٍ فَقُذِفُوا فِي طَوِيٍّ مِنْ أَطْوَاءِ بَدْرٍ خَبِيثٍ مُخْبِثٍ ...... ﴾

''جنگ بدر میں رسول اللہ ﷺ کے حکم سے قریش کے چوبیس (24) مقتول سردار بدر کے ایک بہت ہی اندھیرے اور گندے کوئیں میں پھینک دیئے گئے۔''(۲)

(2) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ لَمَّا تُوُفِّيَ أَبُو طَالِبٍ أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ إِنَّ عَمَّكَ الشَّيْخَ قَدْ مَاتَ قَالَ : اذْهَبْ فَوَارِهِ ﴾

''جب ابوطالب فوت ہوئے تو میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور میں نے کہا' آپ ﷺ کے بوڑھے چچا فوت ہو گئے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ انہیں دفن کر دو۔''(۳)

(سید سابق) مسلمانوں کا اجماع ہے کہ میت کو دفن کرنا اور اسے چھپانا واجب ہے۔(٤)

(سعودی مجلس افتاء) کافر کے متعلق اصل بات یہ ہے کہ جب وہ فوت ہو تو اسے اس کے اقارب کسی گڑھے میں دفن کر دیں تاکہ لوگوں کو اس سے اذیت نہ ہو اور اسے نہ غسل دیا جائے گا' نہ کفن پہنایا جائے گا اور نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔جس نے اس کے علاوہ کچھ بھی کیا یا کفار کے ساتھ ان کے رسوم و رواج میں شریک ہوا تو اس پر لازم ہے کہ وہ اللہ سے توبہ و استغفار کرے ممکن ہے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لے۔(٥)

---

(۱) [أحكام الجنائز وبدعها (ص / ١٦٧)]

(۲) [بخاری (٣٩٧٦) كتاب المغازی : باب قتل أبي جهل' احمد (١٢٩/٤)]

(۳) [صحيح : أحكام الجنائز وبدعها (ص / ١٦٩) تمام المنة (ص/١٢٣) احمد (٨٠٧) نسائی (١٩٠) كتاب الطهارة : باب الغسل من مواراة المشرك' بيهقی (٣٩٨/٣)]

(٤) [فقه السنة (٢٨٢/١)]

(٥) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (١٠٤/٩)]

مردوں کو قبرستان میں دفن کرنا چاہیے

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ مردوں کو بقیع کے قبرستان میں دفن کیا کرتے تھے۔

(البانیؒ) سنت یہ ہے کہ (مردوں کو) قبرستان میں دفن کیا جائے۔(۱)

انبیاء اور شہداء اس سے مستثنیٰ ہیں

① انبیاء کو اللہ تعالیٰ اسی جگہ فوت کرتے ہیں جہاں وہ دفن ہونا چاہتے ہیں لہٰذا انبیاء کو ان کی وفات کی جگہ پر ہی دفن کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿ لَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اخْتَلَفُوْا فِیْ دَفْنِهِ فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ : سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ شَيْئًا مَا نَسِيْتُهُ قَالَ : **مَا قَبَضَ اللّٰهُ نَبِيًّا إِلَّا فِی الْمَوْضِعِ الَّذِیْ يُحِبُّ أَنْ يُدْفَنَ فِيْهِ** ' فَدَفَنُوْهُ فِیْ مَوْضِعِ فِرَاشِهِ ﴾

''جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو لوگوں نے آپ ﷺ کی تدفین کے متعلق اختلاف کیا (کہ آپ کو کہاں دفن کیا جائے؟)۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا' میں نے رسول اللہ ﷺ سے کچھ سن رکھا ہے جسے میں نے بھلایا نہیں' آپ ﷺ نے فرمایا تھا: اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو وہیں فوت کیا جہاں وہ دفن کیا جانا پسند کرتا تھا۔ پھر صحابہ نے آپ ﷺ کو آپ کے بستر کی جگہ دفن کر دیا۔''(۲)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) یہ عمل گھروں میں تدفین کی ممانعت کے منافی نہیں ہے کیونکہ انبیاء کے خصائص میں یہ چیز بھی شامل ہے کہ انہیں وہیں دفن کیا جاتا ہے جہاں وہ فوت ہوں۔(۳)

(دکتور وھبہ زحیلی) اسی کے قائل ہیں۔(٤)

② معرکہ میں قتل ہونے والے شہدا کو ان کی قتل گاہوں میں ہی دفن کیا جاتا ہے انہیں قبرستان کی طرف منتقل نہیں کیا جاتا جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

رسول اللہ ﷺ مشرکین کے خلاف جنگ کے لیے مدینہ سے نکلے اور میرے والد محترم ''عبداللہ'' نے کہا'

---

(۱) [أحکام الجنائز وبدعها (ص / ۱۷۳)]

(۲) [**صحيح** : صحيح الجامع الصغير (٥٦٤٩) صحيح ترمذی' ترمذی (۱۰۱۸) کتاب الجنائز : باب أين تدفن الأنبياء]

(۳) [تحفة الأحوذی (٧٩/٤)]

(٤) [الفقه الإسلامی وأدلته (٥٢٠/٢)]

اے جابر! تجھ پر کوئی حرج نہیں کہ تو اُس وقت تک مدینہ کے مشاہدہ کرنے والوں میں رہے جب تک تجھے ہمارے ساتھ ہونے والے معاملے کا علم نہ ہو جائے۔ اللہ کی قسم! اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میں اپنے بعد اپنی کچھ بیٹیاں چھوڑے جا رہا ہوں تو مجھے یہ پسند تھا کہ تجھے میرے سامنے شہید کر دیا جائے۔ جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دریں اثنا کہ میں مشاہدہ کرنے والوں میں ہی موجود تھا' اچانک میری پھوپھی میرے والد اور ماموں (جو شہید ہو چکے تھے) کو لے کر آئی۔ میں نے انہیں اونٹ پر مضبوطی کے ساتھ باندھ دیا۔ پھر وہ انہیں ہمارے قبرستان میں دفن کرنے کے لیے مدینہ میں داخل ہوئی کہ ایک آدمی آن پہنچا جو یہ اعلان کر رہا تھا:

﴿ أَلَا إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَرْجِعُوا بِالْقَتْلَى فَتَدْفِنُوهَا فِي مَصَارِعِهَا حَيْثُ قُتِلَتْ ' فَرَجَعْنَا بِهِمَا فَدَفَنَّاهُمَا حَيْثُ قُتِلَا ﴾

''خبردار! رسول اللہ ﷺ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ مقتولوں کو واپس لے آؤ اور انہیں وہیں دفن کرو جہاں انہیں شہید کیا گیا۔ لہٰذا ہم ان دونوں کو واپس لے گئے اور انہیں وہیں دفن کر دیا جہاں انہیں شہید کیا گیا تھا۔''(۱)

(شوکانیؒ) شہید کو اگر شہادت کے مقام سے کسی اور جگہ کی طرف منتقل کر دیا گیا ہو تو اسے وہاں سے واپس قتل گاہ کی طرف لانا جائز ہے۔(۲)

(ابن قدامہؒ) شہید کو اُسی جگہ دفن کرنا مستحب ہے جہاں اسے قتل کیا گیا۔(۳)

(البانیؒ) شہدا کو ان کی قتل گاہوں میں دفن کیا جائے گا۔(٤)

کیا تارکِ نماز کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا؟

(سعودی مجلس افتاء) واجب ہے کہ مسلمانوں کے لیے الگ قبرستان مختص کیا جائے اور وہاں ان کے علاوہ دوسروں کو دفن نہ کیا جائے۔ جو شخص نماز نہیں پڑھتا اور وہ تارکِ نماز ہی فوت ہو جائے تو اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کیا جائے گا کیونکہ نماز کے وجوب کا انکار کرتے ہوئے اسے چھوڑنے والا بالا جماع کافر ہے اور سستی

---

(۱) [**صحیح**: صحیح موارد الظمآن (٦٤٣) كتاب الجنائز، باب دفن الشهداء حيث قتلوا' أحكام الجنائز وبدعها (ص / ١٧٥) احمد (٣٩٨/٣) حاكم (١١٠/٤) دارمی (٤٥) طحاوی (٢٠٧٤) ابن حبان (٣١٨٤) بيهقی (١٥٢/٢) أبو يعلى (٢٠٧٧) شیخ شعیب ارناؤوط نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ [مسند احمد محقق (١٥٢٨١)]

(۲) [نيل الأوطار (٦٥/٣)]

(۳) [المغنى لابن قدامة (٤٤٢/٣)]

(٤) [أحكام الجنائز وبدعها (ص ١٧٥)]

کرتے ہوئے نماز چھوڑنے والا علماء کے اقوال میں سے راجح قول کے مطابق کافر ہی ہے۔(۱)

قبر کو گہرا اور صاف ستھرا بنانا چاہیے

حضرت ہشام بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ اِحْفِرُوا وَ أَعْمِقُوا وَأَحْسِنُوا ﴾ ''گڑھا کھودو' گہرا کرو اور اچھی قبر بناؤ۔'' (۲)

(صدیق حسن خانؒ) اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں اور یہ شریعت میں ضروری طور پر ثابت ہے۔(۳)

(البانیؒ) قبر کو گہرا' وسیع اور عمدہ کھودنا واجب ہے۔(٤)

بغلی قبر سیدھی قبر سے افضل ہے

لفظِ ضرح کا معنی ''پھاڑنا اور میت کے لیے سیدھی قبر بنانا'' ہے اور یہ باب ضَرَحَ يَضْرَحُ (منع) سے مصدر ہے۔اور ضرح کو شق بھی کہا جاتا ہے۔(٥)

لفظِ لحد سے مراد ''بغلی قبر کھودنا'' ہے۔(یعنی قبر کے قبلہ رخ گڑھے کو لحد کہتے ہیں جہاں سے میت کو قبر میں اتارا جاتا ہے) یہ باب لَحَدَ يَلْحَدُ (منع) سے مصدر ہے۔(٦)

(بخاریؒ) فرماتے ہیں کہ بغلی قبر کو ''لحد'' اس لیے کہتے ہیں کیونکہ یہ ایک کونے میں ہوتی ہے اور اپنی جگہ سے ہٹی ہوئی ہر چیز کو ملحد کہیں گے اسی سے لفظ ''ملتحدا'' ہے یعنی پناہ کا کونہ۔اور اگر قبر سیدھی ہو تو اسے ''ضریح'' کہتے ہیں۔(۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ لَمَّا تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ بِالْمَدِينَةِ رَجُلٌ يَلْحَدُ وَآخَرُ يَضْرَحُ نَسْتَخِيرُ رَبَّنَا وَنَبْعَثُ إِلَيْهِمَا

---

(۱) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۹/۹)]

(۲) [صحيح : صحيح أبو داود (۲۷۵٤) كتاب الجنائز : باب في تعميق القبر' أبو داود (۳۲۱٥) أحمد (٤/۱۹) ترمذى (۱۷۱۳) كتاب الجهاد : باب ما جاء في دفن الشهداء' نسائى (٤/۸۰) ابن ماجة (۱٥٦۰) كتاب الجنائز : باب ما جاء في حفر القبر]

(۳) [الروضة الندية (۱/٤۳۹)]

(٤) [أحكام الجنائز (ص/۱۸۱)]

(٥) [المنجد (ص/٤۹٦) نيل الأوطار (۳/۲۷)]

(٦) [المنجد (ص/۷۸۲)]

(۷) [بخاری (قبل الحديث /۱۳٤۷) كتاب الجنائز : باب من يقدم في اللحد]

﴿ فَأَيُّهُمَا سُبِقَ تَرَكْنَاهُ فَأُرْسِلَ إِلَيْهِمَا فَسَبَقَ صَاحِبُ اللَّحْدِ **فَلَحَدُوْا لِلنَّبِيِّ** ﷺ ﴾

''جب نبی کریم ﷺ فوت ہوئے تو مدینہ میں ایک آدمی بغلی قبر بناتا تھا اور دوسرا سیدھی قبر بناتا تھا۔ لوگوں نے کہا کہ ہم استخارہ کرتے ہیں اور ان دونوں کی طرف آدمی بھیج دیتے ہیں ان میں سے جو بھی پیچھے رہ گیا ہم اسے چھوڑ دیں گے۔ پھر ان دونوں کی طرف پیغام بھیج دیا گیا تو بغلی قبر بنانے والا پہلے آن پہنچا لہٰذا انہوں نے نبی ﷺ کے لیے بغلی قبر بنائی۔'' (۱)

مدینہ میں دونوں طرح کی قبر بنانے والے آدمی موجود تھے۔ آپ ﷺ کا ان دونوں کو برقرار رکھنا اس بات کا ثبوت ہے کہ دونوں طرح قبر بنانا جائز ہے۔ لیکن مندرجہ ذیل دلائل کی بنا پر معلوم ہوتا ہے کہ لحد زیادہ بہتر ہے۔

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ اَللَّحْدُ لَنَا وَالشَّقُّ لِغَيْرِنَا ﴾ ''بغلی قبر ہمارے لیے ہے اور سیدھی قبر دوسروں کے لیے ہے۔'' (۲)

(2) نبی ﷺ کی قبر لحد بنائی گئی جیسا کہ ابھی حدیث گزری ہے۔

(3) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے مرض الموت میں یہ وصیت کی کہ

﴿ أَلْحِدُوْا لِي لَحْدًا وَانْصِبُوْا عَلَيَّ اللَّبِنَ نَصْبًا كَمَا صُنِعَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ﴾

''میرے لیے بغلی قبر بنانا اور مجھ پر کچی اینٹیں چننا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیا گیا۔'' (۳)

(نوویؒ) بغلی قبر اور سیدھی قبر دونوں کے جواز پر علما کا اجماع ہے۔ (٤)

(عبداللہ بسام) اہل علم نے اجماع کیا ہے کہ بغلی قبر اور سیدھی قبر دونوں جائز ہیں۔ (٥)

(شوکانیؒ) مذکورہ احادیث اس بات کا ثبوت ہیں کہ بغلی قبر سیدھی قبر سے زیادہ بہتر ہے۔ (٦)

---

(١) [**حسن** : صحیح ابن ماجة (١٢٦٤) كتاب الجنائز : باب ما جآء في الشق، ابن ماجة (١٥٥٧) أحمد (١٣٩/٣)] حافظ بوصیریؒ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ [مصباح الزجاجة (٥٠٧/١)]

(٢) [**صحيح** : صحيح أبو داود (١٢٦٢، ١٢٦١) أبو داود (٣٢٠٨) كتاب الجنائز : باب في اللحد، ترمذى (١٠٤٥) كتاب الجنائز : باب ما جاء في قول النبي ﷺ اللحد لنا والشق لغيرنا، نسائي (٨٠/٤) ابن ماجة (١٥٥٤) كتاب الجنائز : باب ما جاء في استحباب اللحد، بيهقى (٤٠٨/٣)]

(٣) [مسلم (٩٦٦) كتاب الجنائز : باب في اللحد ونصب اللبن على الميت، نسائي (٨٠/٤) ابن ماجة (١٥٥٦) كتاب الجنائز : باب ما جاء في استحباب اللحد]

(٤) [شرح مسلم للنووى (٣٩/٤)]

(٥) [توضيح الأحكام شرح بلوغ المرام (٤٢٣/٣)]

(٦) [نيل الأوطار (٢٧/٣)]

(امیر صنعانیؒ) تیسری روایت کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس میں یہ ثبوت موجود ہے کہ بغلی قبر افضل ہے۔(۱)

(البانیؒ) بغلی قبر افضل ہے۔(۲)

قبر کچی اینٹوں سے بنانی چاہیے

جیسا کہ ابھی پیچھے حدیث بیان کی گئی ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے مرض الموت میں یہ وصیت کی کہ میرے لیے بغلی قبر بنانا﴿ وَانْصِبُوا عَلَيَّ اللَّبِنَ نَصْبًا ﴾ ''اور مجھ پر کچی اینٹیں نصب کرنا۔'' جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا گیا۔

(شوکانیؒ) اس حدیث میں یہ ثبوت موجود ہے کہ کچی اینٹیں نصب کرنا مستحب ہے کیونکہ صحابہ کے اتفاق کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں یہی اینٹیں استعمال کی گئی تھیں۔(۳)

(نوویؒ) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کچی اینٹیں استعمال کرنا مستحب ہے۔(٤)

(عبداللہ بسام) قبر پر کچی اینٹیں استعمال کی جائیں۔(٥)

قبر میں وہ چیز داخل کرنے کا حکم جسے آگ پہنچی ہو

(ابن قدامہؒ) قبر میں نہ تو پختہ اینٹ داخل کی جائے اور نہ ہی کوئی لکڑی اور نہ کوئی ایسی چیز جسے آگ پہنچی ہو۔(٦)

ایک قبر میں ایک سے زائد افراد کی تدفین

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أُحُدٍ ﴾

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کے دو دو شہیدوں کو تدفین میں ایک ساتھ جمع فرمایا تھا۔''(۷)

---

(۱) [سبل السلام (۲/۲۹٦)]

(۲) [أحكام الجنائز وبدعها (ص/۱۸۲)]

(۳) [نيل الأوطار (۳/۲۷)]

(٤) [شرح مسلم للنووي (٤/۲۸۰)]

(٥) [توضيح الأحكام شرح بلوغ المرام (۳/۲٤۲)]

(٦) [المغني (۳/٤۳٥)]

(۷) [بخاری (۱۳٤٥) كتاب الجنائز : باب دفن الرجلين والثلاثة في قبر واحد' ترمذی (۱۰۳٦) كتاب الجنائز : باب ما جاء في ترك الصلاة على الشهيد' نسائی (٤/٦۲) ابن ماجة (۱٥۱٤) كتاب الجنائز : باب ما جاء في الصلاة على الشهداء ودفنهم' أحمد (٥/٤۳۱) بيهقی (٤/۱٤)]

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شہدائے اُحد کے متعلق فرمایا:

﴿ وَاجْعَلُوا الرَّجُلَيْنِ وَالثَّلَاثَةَ فِي الْقَبْرِ ﴾ ''ایک قبر میں دو یا تین آدمیوں کو رکھو۔'' (۱)

(امیر صنعانیؒ) ایک قبر میں جماعت بھی دفن کی جا سکتی ہے لیکن یہ ضرورت کے وقت ہے۔ (۲)

(البانیؒ) حسب ضرورت ایک قبر میں ایک سے زیادہ افراد کو بھی دفن کیا جا سکتا ہے۔ (۳)

(عبداللہ بسام) ضرورت کے وقت ایک قبر میں دو یا اس سے زیادہ آدمیوں کو دفن کرنا بھی جائز ہے۔ (٤)

(سعودی مجلس افتاء) ہر میت کو الگ قبر میں دفن کرنا چاہیے ہاں اگر اس میں کوئی سخت مشقت ہو تو دو یا تین افراد بھی ایک قبر میں دفن کیے جا سکتے ہیں اور قبلہ کی جانب ان میں سے دین کے اعتبار سے افضل شخص کو مقدم کیا جائے گا جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے جنگ اُحد کے روز کیا۔ (٥)

کیا عورت اور مرد کو ایک قبر میں دفن کرنا جائز ہے

(امیر صنعانیؒ) مرد اور عورت کو ایک قبر میں دفن کرنے کے متعلق ایک حسن درجہ کی روایت ہے۔ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ أَنَّهُ كَانَ يُدْفِنُ الرجلَ وَ الْمَرْأَةَ فِي الْقَبْرِ الْوَاحِدِ ' فَيُقَدِّمُ الرَّجُلَ وَ يَجْعَلُ الْمَرْأَةَ وَرَاءَهُ وَ كَأَنَّهُ كَانَ يَجْعَلُ بَيْنَهُمَا حَائِلًا مِنْ تُرَابٍ ﴾

''وہ مرد اور عورت کو ایک ہی قبر میں دفن کرتے اور مرد کو آگے رکھتے اور عورت کو اس کے پیچھے اور ان دونوں کے درمیان مٹی سے ایک پردہ بنا دیتے۔'' (٦)

(ابن صلاحؒ) مرد اور اجنبی عورت کو ایک ہی قبر میں دفن کرنا' اس کے متعلق مسئلہ یہ ہے کہ ایک قبر میں دو افراد کو اکٹھے دفن کرنا سوائے کسی سخت ضرورت کے جائز نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ مسئلہ حرمت کے قریب تر ہے اور میت محترم ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی معلوم نہیں کہ ان دونوں کی حالت کیا ہے (یعنی وہ نیک ہیں یا بد) لہٰذا نیک کو بدکار کے ساتھ اذیت ہوگی۔ پھر بلاشبہ آدمی اور اجنبی عورت کو اکٹھے دفن کرنا زیادہ ممانعت کے ساتھ خاص ہے

---

(۱) [**صحيح**: صحيح أبو داود (۲۷۵٤) كتاب الجنائز: باب في تعميق القبر' أبو داود (۳۲۱۵)]

(۲) [سبل السلام (۲٦۳/۲)]

(۳) [أحكام الجنائز (ص/۱۸٤)]

(٤) [توضيح الأحكام شرح بلوغ المرام (۱۷٦/۳)]

(٥) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٤۳٥/۸)]

(٦) [مصنف عبد الرزاق (٤۷٤/۳)]

کیونکہ مشروع اور ثابت مسئلہ یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان علیحدگی ہو جو موت کے بعد بھی باقی رہنی چاہیے۔(۱)

(ابن بازؒ) جب کوئی ضرورت پیش آ جائے مثلاً قتل یا طاعون کی وجہ سے مردوں کی کثرت ہو جائے تو مرد اور عورت کو ایک ہی قبر میں دفن کیا جا سکتا ہے۔(۲)

میت کو قبر کے قدموں کی جانب سے داخل کیا جائے

(1) ابو اسحاقؒ نے بیان کیا کہ حارث نے وصیت کی کہ اس کی نماز جنازہ حضرت عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ پڑھائیں چنانچہ انہوں نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی:

﴿ ثُمَّ أَدْخَلَهُ الْقَبْرَ مِنْ قِبَلِ رِجْلَيِ الْقَبْرِ وَ قَالَ : هٰذَا مِنَ السُّنَّةِ ﴾

''پھر اسے قبر کے پاؤں کی جانب سے قبر میں داخل کیا اور کہا کہ یہ سنت طریقہ ہے۔''(۳)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سُلَّ مِنْ قِبَلِ رَأْسِهِ سَلًّا ﴾

''نبی کریم ﷺ کو آپ کے سر کی جانب (یعنی قبر کے پاؤں کی جانب) سے داخل کیا گیا۔''(٤)

(شافعیؒ، احمدؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(ابوحنیفہؒ) میت کو قبلہ کی جانب سے چوڑائی کے رخ قبر میں داخل کیا جائے گا۔(٥)

(شوکانیؒ) سنت کی پیروی کرنا رائے سے زیادہ بہتر ہے (یعنی قبر کے پاؤں کی جانب سے میت کو داخل کرنا چوڑائی کی طرف سے داخل کرنے سے بہتر ہے)۔(٦)

(ابن قدامہؒ) مستحب یہ ہے کہ میت کا سر قبر کے قدموں کے پاس رکھا جائے اور پھر میت کو قبر میں داخل کیا جائے۔(۷)

---

(۱) [فتاوی ومسائل ابن الصلاح (۲٦٠/۱)]

(۲) [مجموع فتاوی لابن باز (۲۱۲/۱۳)]

(۳) [**صحيح** : صحيح أبو داود (۲۷٥٠) كتاب الجنائز : باب كيف يدخل الميت قبره، بيهقي (٥٤/٤) أبو داود (۳۲۱۱)]

(٤) [مسند شافعي (۲۱٥/۱)، (٥۹۷ - ٥۹۸) بيهقي (٥٤/٤) شیخ عبداللہ بسام نے کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔ [توضيح الأحكام شرح بلوغ المرام (۲۲۷/۳)]

(٥) [الحاوي (٦۱/۳) الأم (٤٥۷/۱) المغني (٤۲٦/۳) حاشية الدسوقي (٤۱۹/۱) الإختيار (۹٦/۱) الهداية (۹۳/۱) المبسوط (٦۱/۲) تحفة الفقهاء (۳۹۹/۱)]

(٦) [نيل الأوطار (۲۹/۳)]

(۷) [المغني لابن قدامة (٤۲٥/۳)]

(عبداللہ بسام) میت کو سر کی جانب (یعنی قبر میں رکھنے کے بعد جہاں پاؤں ہوں گے) سے دفن کرنا مستحب ہے۔(۱)
(امیر صنعانیؒ) احادیث کے مجموعہ سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ دونوں میں اختیار ہے (یعنی چاہے کوئی میت کو قبر کے پاؤں کی جانب سے قبر میں اتارے اور چاہے چوڑائی کی جانب سے)۔(۲)

میت کو قبر میں داخل کرتے وقت یہ دعا پڑھی جائے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أُدْخِلَ الْمَيِّتُ الْقَبْرَ قَالَ : بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلَى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ' وَفِي رِوَايَةٍ ' قَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلَى سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﴾

جب میت کو قبر میں داخل کیا جاتا تو نبی کریم ﷺ کہتے "بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلَى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ" ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ یہ لفظ کہتے "بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلَى سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ"۔(۳)

میت خواہ عورت ہو اسے قبر میں صرف مرد ہی اتاریں گے

(1) کیونکہ نبی کریم ﷺ سے آج تک مسلمانوں کا اسی پر عمل ہے۔
(2) مرد اس عمل کے لیے زیادہ قوی اور حوصلہ مند ہیں۔
(3) اگر خواتین ایسا کریں تو ان کے جسموں کا کوئی حصہ اجنبیوں کے سامنے ظاہر ہو سکتا ہے جو کہ ناجائز ہے۔(٤)

میت کے اولیاء اسے قبر میں اتارنے کے زیادہ مستحق ہیں

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ ﴾ [الأنفال : ٧٥]

"اور رشتے ناتے والے ان میں سے بعض بعض کے زیادہ نزدیک ہیں۔"(٥)

---

(۱) [توضيح الأحكام شرح بلوغ المرام (۲۲۷/۳)]
(۲) [سبل السلام (۲۹٤/۲)]
(۳) [**صحيح** : صحيح أبو داود (۲۷۵۲) كتاب الجنائز : باب في الدعاء للميت إذا وضع في قبره' أحكام الجنائز (ص/۱۹۲) أحمد (٦۹/۲) أبو داود (۳۲۱۳) ترمذى (۱۰٤٦) كتاب الجنائز : باب ما يقول إذا أدخل الميت قبره' ابن ماجة (۱۵۵۰) كتاب الجنائز : باب ما جاء في إدخال الميت قبره' ابن أبي شيبة (۳۲۹/۳) ابن السنى فى عمل اليوم والليلة (۵۸٤)]
(٤) [أحكام الجنائز للألباني (ص/۱۸٦)]
(٥) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے : أحكام الجنائز (ص/۱۷٦)]

(2) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چار آدمیوں نے قبر میں اتارا: علی رضی اللہ عنہ، عباس رضی اللہ عنہ، فضل رضی اللہ عنہ اور خادمِ رسول صالح نے۔(۱)

(البانی ؒ) میت کے اولیاء کو زیادہ حق ہے کہ وہ میت کو قبر میں اتاریں۔(۲)

خاوند اپنی بیوی کو دفن کر سکتا ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقیع کے قبرستان سے واپس لوٹے اور مجھے تلاش کرنے لگے۔ میرے سر میں درد تھا اور میں یہ کہہ رہی تھی ''ہائے میرے سر میں شدید درد ہے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، بلکہ میرے سر میں بھی درد ہے اے عائشہ! پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَا ضَرَّكِ لَوْ مِتِّ قَبْلِي فَقُمْتُ عَلَيْكِ فَغَسَّلْتُكِ وَ كَفَّنْتُكِ وَ صَلَّيْتُ عَلَيْكِ وَدَفَنْتُكِ ﴾

''اگر تو مجھ سے پہلے فوت ہوگئی تو میں خود تمہیں غسل دوں گا، تمہیں کفن پہناؤں گا، تمہاری نماز جنازہ پڑھوں گا اور تمہیں دفن کروں گا۔''

مسند احمد میں یہ لفظ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ فَهَيَّأْتُكِ وَدَفَنْتُكِ ﴾

''میں تجھے (غسل دے کر، کفن پہنا کر تدفین کے لیے) تیار کروں گا اور میں ہی تجھے دفن کروں گا۔''(۳)

(البانی ؒ) شوہر کے لیے جائز ہے کہ وہ خود اپنی بیوی کو دفن کرے۔

(شافعیہ) اسی کے قائل ہیں۔(٤)

(سعودی مجلس افتاء) شوہر کا اپنی بیوی کو قبر میں اتارنا جائز ہے۔(٥)

غیر عورت کو قبر میں کیسا مرد اتارے؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کے جنازے میں حاضر ہوئے۔ رسول

---

(۱) [**صحیح**: أحكام الجنائز وبدعها (ص/ ۱۸۷) حاكم (۱/ ۳٦۲) بيهقى (٤/ ٥٣)]

(۲) [أحكام الجنائز وبدعها (ص/ ۱۸٦)]

(۳) [**حسن**: صحيح ابن ماجة (۱۱۹۷) كتاب الجنائز: باب ما جاء فى غسل الرجل امرأته، غسل المرأة زوجها، إرواء الغليل (۷۰۰) ابن ماجة (۱٤٦٥) أحمد (٦/ ۱٤٤) (۲٥۹٦٦)]

(٤) [أحكام الجنائز وبدعها (ص/ ۱۸۷-۱۸۸)]

(٥) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۸/ ۳٦۸)]

اللہ ﷺ قبر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ

﴿ هَلْ فِيكُمْ مِنْ أَحَدٍ لَمْ يُقَارِفِ اللَّيْلَةَ ؟ فَقَالَ أَبُو طَلْحَة : أَنَا ' قَالَ : فَأَنْزِلُ فِي قَبْرِهَا ' فَنَزَلَ فِي قَبْرِهَا ' فَقَبَرَهَا ﴾

''کیا ایسا آدمی بھی یہاں کوئی ہے جو آج رات کو عورت کے پاس نہ گیا ہو؟ یہ سن کر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا' میں ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا' پھر تم قبر میں اترو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چنانچہ وہ اترے اور میت کو دفن کیا۔'' (۱)

(شوکانیؒ) یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ عورت کو خواتین کے سوا اگر مرد قبر میں اتاریں تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ وہ اس کام کی زیادہ طاقت رکھتے ہیں۔ (۲)

(نوویؒ) یہ حدیث اُن احادیث میں سے ہے جن سے یہ دلیل پکڑی جاتی ہے کہ صرف مرد ہی دفن کریں گے خواہ میت عورت ہی ہو۔ (۳)

(ابن حزمؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (٤)

(سلیم ہلالی) جس نے اپنی بیوی سے (گزشتہ شب) ہم بستری کی ہو اس کے لیے جائز نہیں کہ میت کو دفن کرنے کے لیے قبر میں داخل ہو۔ (٥)

میت کو دائیں پہلو پر قبلہ رخ رکھا جائے

(شوکانیؒ) شریعت اسلامیہ میں یہ ایسا معروف فعل ہے جو دلیل کا محتاج نہیں۔ (٦)

(صدیق حسن خانؒ) اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ (٧)

---

(۱) [بخاری (۱۳٤۲) کتاب الجنائز : باب من یدخل قبر المرأة ' أحمد (۱۲٦/۳) ترمذی فی الشمائل (۳۲۷)]

(۲) [نیل الأوطار (۳۵/۳)]

(۳) [المجموع (۲۸۹/۵)]

(٤) [المحلی (۱٤٤/۵)]

(۵) [موسوعة المناهی الشرعیة (۳۷/۲)]

(٦) [السیل الجرار (۳٦۲/۱)]

(۷) [الروضة الندیة (٤٤۱/۱)]

(ابن حزمؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۱)

(عبداللہ بسام) میت کو قبر میں دائیں پہلو پر قبلہ رخ کر کے رکھا جائے۔(۲)

(البانیؒ) عہد رسالت سے آج تک اہل اسلام اسی پر عمل پیرا ہیں۔(۳)

(ابن بازؒ) میت کو قبر میں اس طرح لٹانا چاہیے کہ وہ دائیں پہلو پر ہو اور اس کا چہرہ قبلہ رخ ہو۔(٤)

قبر میں اتارنے کے بعد میت کا چہرہ ننگا کرنے کا حکم

(سعودی مجلس افتاء) ہمیں کسی ایسی دلیل کا علم نہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ میت کو قبر میں داخل کرنے کے بعد اس کا چہرہ ننگا کرنا چاہیے بلکہ شرعی دلائل کا ظاہر یہ بتلاتا ہے کہ میت خواہ مرد ہو یا عورت اس کا چہرہ ننگا نہیں کیا جائے گا کیونکہ اصل یہ ہے کہ چہرے کو بھی سارے جسم کی طرح ڈھانپا جائے ہاں اگر آدمی محرم ہو تو اس کا سر اور چہرہ نہیں ڈھانپنا چاہیے۔(٥)

(ابن بازؒ) میت کو لحد میں رکھنے کے بعد اس کا چہرہ ننگا کرنا جائز نہیں خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔(٦)

(ابن عثیمینؒ) قبر میں داخل کرنے کے بعد میت کا مکمل چہرہ ننگا کرنے کی کوئی دلیل موجود نہیں۔(۷)

میت کو قبر میں رکھ کر قبر میں اذان واقامت کہنے کا حکم

(ابن بازؒ) اس عمل کے بدعت ہونے میں کوئی شک نہیں' اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی کیونکہ یہ عمل نہ تو رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے اور نہ ہی صحابہ کرام سے اور ساری خیر و بھلائی ان کی اتباع اور ان کے راستے پر چلنے میں ہی ہے۔(۸)

(سعودی مجلس افتاء) قبر کے پاس اذان واقامت کہنا جائز نہیں نہ تدفین کے بعد اور نہ ہی قبر میں کیونکہ یہ

---

(۱) [المحلی (۱۷۳/۵)]

(۲) [توضیح الأحکام شرح بلوغ المرام (۲٤۲/۳)]

(۳) [أحکام الجنائز (ص/۱۹۲)]

(٤) [مجموع فتاوی لابن باز (۱۹۲/۱۳)]

(٥) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (٤۱۹/۸)]

(٦) [مجموع فتاوی لابن باز (۱۹٤/۱۳)]

(۷) [مجموع فتاوی لابن عثیمین (۱۸۳/۱۷)]

(۸) [فتاوی إسلامیة (٥۰/۲)]

من گھڑت بدعت ہے۔(۱)

تدفین کے وقت قبر کے قریب بیٹھنا جائز ہے

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ خرجنا مع رسول الله ﷺ في جنازة رجل من الأنصار فانتهينا إلى القبر ولم يلحد بعد فجلس النبي ﷺ مستقبل القبلة وجلسنا معه ﴾

''ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک انصاری کے جنازے میں نکلے۔ہم قبر تک پہنچ گئے لیکن ابھی تک لحد نہیں بنائی گئی تھی'تو رسول اللہ ﷺ قبلہ رخ ہو کر بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ بیٹھ گئے۔''(۲)

دورانِ تدفین عالم شخص کو چاہیے کہ لوگوں کو وعظ ونصیحت کرے

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک انصاری کے جنازے میں نکلے۔ہم قبر تک آئے۔میت کو ابھی دفن نہیں کیا گیا تھا۔رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ ﷺ کے گرد اس طرح خاموشی کے ساتھ بیٹھ گئے گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی۔آپ اس کے ساتھ زمین کو کرید رہے تھے۔آپ نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا:

﴿ استعيذوا بالله من عذاب القبر ' مرتين أو ثلاثا ﴾

''عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔آپ ﷺ نے دو یا تین مرتبہ یہ ارشاد فرمایا۔''(۳)

ہر حاضر شخص پر تین لپ مٹی ڈالنا مستحب ہے

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ أن النبي ﷺ صلى على جنازة ثم أتى قبر الميت فحثى عليه من قبل رأسه ثلاثا ﴾

''نبی کریم ﷺ نے ایک نماز جنازہ پڑھائی پھر آپ ﷺ میت کی قبر کے پاس آئے اور آپ ﷺ نے اس کے سر کی جانب سے تین لپ مٹی ڈالی۔''(٤)

---

(۱) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۹/۷۲)]

(۲) [**صحيح** : صحيح أبو داود (۲۷٥۱) كتاب الجنائز : باب الجلوس عند القبر' أبو داود (۳۲۱۲) طيالسي (۷٥۳) أحمد (٤/۲۸۷)]

(۳) [**صحيح** : هداية الرواة (۲/۲۲۱) مسند احمد (٦/٥۸ـ۱٦۸) أبو نعيم في تاريخ أصبهان (۲/۱۸٦)]

(٤) [**صحيح** : صحيح ابن ماجة (۱۲۷۱) كتاب ما جاء في الجنائز : باب ما جاء في حثو التراب في القبر' ابن ماجة (۱٥٦٥)] حافظ بوصیریؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[مصباح الزجاجة (۱/٥۱۱)]

(2) حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿أَنَّ النبيَّ ﷺ صَلَّى عَلَى عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ وَ أَتَى الْقَبْرَ فَحَثَى عَلَيْهِ ثَلَاثَ حَثَيَاتٍ وَهُوَ قَائِمٌ﴾

''نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی پھر قبر پر آئے اور اس پر کھڑے ہو کر تین لپ مٹی ڈالی۔'' (۱)

(شوکانیؒ) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت پر اس کے سر کی جانب سے مٹی ڈالنا مشروع ہے۔(۲)

(عبداللہ بسام) رسول اللہ ﷺ نے جو تین لپ مٹی ڈالی ہے وہ امت کے لیے بھی مسنون ہے۔(۳)

قبر پر پانی چھڑکنے کا حکم

قبروں پر پانی چھڑکنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں اور اس سلسلے میں جو روایات پیش کی جاتی ہیں وہ ضعیف اور نا قابل حجت ہیں۔ ان میں سے چند حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ رُشَّ قَبْرُ النَّبِيِّ ﷺ وَ كَانَ الَّذِي رَشَّ الْمَاءَ عَلَى قَبْرِهِ بِلَالُ بْنُ رَبَاحٍ ، بَدَأَ مِنْ قِبَلِ رَأْسِهِ حَتَّى انْتَهَى إِلَى رِجْلَيْهِ ﴾

''نبی کریم ﷺ کی قبر پر (پانی) چھڑکا گیا۔ بلال رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی قبر پر مشکیزے سے پانی چھڑکا۔ انہوں نے سر کی جانب سے چھڑکاؤ شروع کیا اور پاؤں کی جانب تک پانی چھڑکا۔'' (٤)

(2) جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ

﴿ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ رَشَّ عَلَى قَبْرِ ابْنِهِ إِبْرَاهِيمَ الْمَاءَ وَوَضَعَ عَلَيْهِ الْحَصْبَاءَ ﴾

---

(۱) [دارقطني (۲/۷٦) شیخ عبداللہ بسام نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔[توضیح الأحكام (۳/۲٤۷)]

(۲) [نيل الأوطار (۳/۳۰)]

(۳) [توضيح الأحكام شرح بلوغ المرام (۳/۲٤۸)]

(٤) [بيهقي في السنن الكبرى (۳/٤۱۱)] امام شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ دو وجوہات کی بنا پر اس روایت سے استدلال درست نہیں؛ پہلی یہ کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے فعل میں کوئی حجت نہیں اور دوسری یہ کہ اس کی سند میں واقدی راوی ہے اور اس کے متعلق کلام معروف ہے۔[السيل الجرار (۱/۷۲۱)] واقدی راوی کے متعلق امام بخاریؒ اور امام ابو حاتمؒ نے کہا ہے کہ یہ متروک ہے۔ امام احمدؒ نے اسے کذاب کہا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ یہ احادیث بدل دیتا تھا۔ امام دار قطنیؒ نے اس کے متعلق کہا ہے کہ اس میں ضعف ہے اور امام ابن عدیؒ نے کہا ہے کہ اس کی احادیث محفوظ نہیں ہیں۔[مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: ميزان الاعتدال (٦/۲۷۳) برقم (۷۹۹۹)]

''رسول اللہ ﷺ نے اپنے بیٹے ابراہیم کی قبر پر پانی چھڑکا اور اس پر کنکریاں رکھیں۔'' (۱)

(3) حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر پر پانی کے چھڑکاؤ کا حکم دیا۔(۲)

روایات کی حد تک تو پانی چھڑکنے والا مسئلہ ثابت نہیں البتہ اگر کوئی سنت نہ سمجھے اور محض قبر کی مٹی دبانے اور برابر کرنے کی غرض سے پانی چھڑک لیتا ہے تو ہمارے علم کے مطابق اس میں کوئی قباحت نہیں۔(واللہ اعلم)

(شافعیؒ، ابوحنیفہؒ) قبر پر پانی چھڑکنا مشروع ہے (انہوں نے مندرجہ بالا ضعیف روایات سے ہی استدلال کیا ہے جو کہ قابل حجت نہیں)۔(۳)

قبر کو ایک بالشت سے زیادہ بلند نہ کیا جائے

(1) ابوالھیاج اسدی سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا' کیا میں تمہیں ایسے کام پر نہ بھیجوں جس پر رسول اللہ ﷺ نے مجھے بھیجا تھا کہ

﴿ أَنْ لَا تَدَعَ تِمْثَالًا إِلَّا طَمَسْتَهُ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتَهُ ﴾

''تم ہر ذی روح کی تصویر کو مٹا دو اور ہر (شرعی مقدار سے) بلند قبر کو برابر کر دو۔'' (٤)

(2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ وَ رُفِعَ قَبْرُهُ عَنِ الْأَرْضِ قَدْرَ شِبْرٍ ﴾

---

(۱) [ترتيب المسند للشافعي (۲۱۵/۱) برقم (۵۹۹) سعيد بن منصور كما في التلخيص (۱۳۳/۲) برقم (۷۹۳) بيهقي في السنن الكبرى (۴۱۱/۳) امام شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت مرسل ہے (اور یہ بات محتاج دلیل نہیں کہ مرسل روایت ضعیف کی اقسام میں سے ایک ہے)۔[السيل الجرار (۷۲۱/۱)] شیخ محمد صبحی حسن حلاق فرماتے ہیں کہ یہ روایت مرسل ہے اور ترتیب المسند کی روایت تو بہت زیادہ ضعیف ہے۔[التعليق على السيل الجرار (۷۲۱/۱)]

(۲) [بزار في كشف الأستار (۳۹٦/۱) برقم (۸٤۳) دار قطني (۷٦/۲) تعلیق المغنی میں ہے کہ اس کی حدیث میں قاسم عمری اور عاصم بن عبیداللہ دونوں راوی ضعیف ہیں۔]

(۳) [نيل الأوطار (۳۳/۳)]

(٤) [مسلم (۹٦۹) كتاب الجنائز : باب الأمر بتسوية القبر' أبو داود (۳۲۱۸) كتاب الجنائز : باب في تسوية القبر' ترمذي (۱۰٤۹) كتاب الجنائز : باب ما جاء في تسوية القبور' نسائي (۸۸/٤) أحمد (۸۹/۱) حاكم (۱۳٦٦) طيالسي (۱۵۵) عبد الرزاق (٦٤۸۷) ابو يعلى (۳٤۳)]

''آپ ﷺ کی قبر زمین سے ایک بالشت برابر اونچی بنائی گئی۔'' (١)

اس روایت کے لیے ایک مرسل روایت شاہد ہے۔ صالح بن ابی الاخضرؒ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ رَأَيْتُ قَبْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ شِبْرًا أَوْ نَحْوَ شِبْرٍ ﴾

''میں نے رسول اللہ ﷺ کی قبر کو ایک بالشت برابر یا بالشت کے قریب (بلند) دیکھا۔'' (٢)

(شافعیؒ) قبر میں صرف وہی مٹی ڈالی جائے جو اس سے نکلی ہو ورنہ زائد مٹی ڈالنے سے قبر بہت بلند ہو جائے گی۔ نیز اسے صرف ایک بالشت برابر ہی بلند رکھا جائے۔ (٣)

(نوویؒ) اصحاب شافعی متفق ہیں کہ مذکورہ مقدار کے برابر قبر بلند کرنا مستحب ہے۔ (٤)

(عبداللہ بسام) قبر کو زمین سے بالشت برابر بلند رکھا جائے تا کہ اسے پہچانا جا سکے۔ (٥)

(البانیؒ) قبر کو تھوڑا سا بلند رکھا جائے یعنی ایک بالشت برابر اور قبر کو زمین کے برابر نہ کیا جائے۔ (٦)

(دکتور وھبہ زحیلی) قبر کو صرف بالشت برابر بلند کیا جائے تا کہ پہچان ہو سکے کہ یہ قبر ہے۔ (٧)

اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں مذکور ہے کہ قاسم بن محمدؒ نے نبی ﷺ اور آپ کے دو ساتھیوں (یعنی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کی قبروں کو اس حالت میں دیکھا کہ ﴿ لَا مُشْرِفَةً وَلَا لَاطِئَةً ﴾ ''نہ بلند تھیں اور نہ ہی زمین کے ساتھ ملی ہوئی تھیں۔'' (٨)

---

(١) [**حسن** : أحكام الجنائز (ص/١٩٥) بيهقي (٤١٠/٣) ابن حبان (٦٠٢/١٤)' (٦٦٣٥ـ الإحسان)] شیخ صبحی حسن حلاق نے اسے صحیح کہا ہے۔ [التعليق على سبل السلام (٣٧٧/٣) امام ابن حبانؒ اور ابن سکنؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔]

(٢) [أبو داود في المراسيل (٤٢١)]

(٣) [الأم (٢٤٥/١)]

(٤) [المجموع (٢٩٦/٥)]

(٥) [توضيح الأحكام شرح بلوغ المرام (٢٤٢/٣)]

(٦) [أحكام الجنائز وبدعها (ص/١٩٥)]

(٧) [الفقه الإسلامي وأدلته (٥٢٣/٢)]

(٨) [أحكام الجنائز (ص/١٩٦) ابو داود (٣٢٢٠) كتاب الجنائز : باب في تسوية القبر' حاكم (٣٦٩/١) بيهقي (٣/٤) ابن حزم (١٣٤/٥) امام حاکمؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور امام ذہبیؒ نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔]

قبر کو کوہان نماں بنانا مستحب ہے

حضرت سفیان تمار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ أَنَّهُ رَأَى قَبْرَ النَّبِيِّ مُسَنَّمًا ﴾ ''انہوں نے نبی کریم ﷺ کی قبر کوہان نماں بنی ہوئی دیکھی۔'' (۱)

قبر میں میت سے سوال کیا جاتا ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب آدمی کو اس کی قبر میں داخل کیا جاتا ہے اور جنازے میں شریک اس کے ساتھی واپس لوٹ جاتے ہیں تو ابھی وہ ان کے جوتوں کی آواز ہی سن رہا ہوتا کہ دو فرشتے (منکر اور نکیر) اس کے پاس آ جاتے ہیں۔ وہ اسے بٹھا کر پوچھتے ہیں:

﴿ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ ؟ لِمُحَمَّدٍ ـ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ فَيَقُولُ أَشْهَدُ أَنَّهُ عَبْدُ اللّٰهِ وَ رَسُولُهُ ﴾

''اس شخص یعنی محمد ﷺ کے بارے میں تو کیا عقیدہ رکھتا ہے؟ مومن تو کہے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔''

اس جواب پر اسے کہا جائے گا کہ تو یہ دیکھ اپنا جہنم کا ٹھکانہ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے میں تمہیں جنت میں ٹھکانہ دے دیا ہے۔ اس وقت اسے جنت اور جہنم دونوں ٹھکانے دکھائے جائیں گے۔...... اور منافق و کافر سے جب کہا جائے گا کہ اس شخص کے بارے میں تو کیا کہتا تھا تو وہ جواب میں کہے گا کہ

﴿ لَا أَدْرِيْ، كُنْتُ أَقُولُ مَا يَقُولُهُ النَّاسُ ، فَيُقَالُ : لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ ، وَيُضْرَبُ بِمَطَارِقٍ مِنْ حَدِيْدٍ ضَرْبَةً ، فَيَصِيحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيهِ غَيْرَ الثَّقَلَيْنِ ﴾

''مجھے کچھ معلوم نہیں' میں وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے۔ پھر اس سے کہا جائے گا' نہ تو نے جانا اور نہ تو نے پڑھا۔ پھر اسے لوہے کے ہتھوڑے سے ایک ضرب لگائی جائے گی جس سے وہ ایسی اُونچی آواز سے چیخے گا کہ اس کی آواز کو جن اور انسانوں کے سوا اس کے آس پاس کی تمام مخلوق سنے گی۔'' (۲)

---

(۱) [بخاری (۱۳۹۰) کتاب الجنائز : باب ما جآء في قبر النبي وأبي بكر وعمر' ابن أبي شيبة (۳/۳۲۶)]

(۲) [بخاری (۱۳۷٤) کتاب الجنائز : باب ما جاء في عذاب القبر' مسلم (۲۸۷۰) کتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها : باب عرض مقعد الميت من الجنة أو النار عليه وإثبات عذاب القبر والتعوذ منه' ابو داود (۳۲۳۱) ابن حبان (۳۱۲۰) بيهقي (۸۰/٤) احمد (۱۲۲۷۳) نسائي في السنن الكبرى (۲۰/٦/۱) شرح السنة للبغوي (۱۵۲۲)]

تدفین کے بعد میت کے لیے استغفار اور ثابت قدمی کی دعا کرنی چاہیے

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ ، فَقَالَ : اِسْتَغْفِرُوْا لِأَخِيْكُمْ وَسَلُوْا لَهُ التَّثْبِيْتَ فَإِنَّهُ الْآنَ يُسْئَالُ ﴾

''نبی ﷺ جب میت کی تدفین سے فارغ ہوتے تو اس پر ٹھہرتے اور فرماتے' اپنے بھائی کے لیے بخشش طلب کرو اور اس کے لیے ثابت قدمی مانگو یقیناً اس سے اب سوال کیا جا رہا ہے۔'' (۱)

(شمس الحق عظیم آبادیؒ) اس حدیث میں یہ ثبوت موجود ہے کہ تدفین سے فراغت کے بعد میت کے لیے استغفار کرنا اور اس کے لیے ثابت قدمی کا سوال کرنا مشروع ہے کیونکہ اسے اس حالت میں سوال کیا جا رہا ہوتا ہے۔ (۲)

(عبید اللہ رحمانی مبارکپوریؒ) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ میت کی تدفین سے فراغت کے بعد اس کے لیے استغفار کرنا اور اس کے لیے ثابت قدمی کا سوال کرنا مشروع ہے۔ اور یقیناً زندوں کی دعا مردوں کو فائدہ دیتی ہے۔ (۳)

(امیر صنعانیؒ) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر زندہ انسان میت کے لیے استغفار کرے تو اسے اس کا فائدہ پہنچتا ہے۔ (٤)

(ابن منذرؒ) جمہور علماء کا کہنا ہے کہ میت کی تدفین کے بعد قبر پر کھڑے ہو کر اس کے لیے استغفار کرنا مشروع ہے۔

(ابن تیمیہؒ) اللہ تعالیٰ نے جو منافقین کی قبروں پر کھڑے ہونے سے منع فرمایا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان کی قبر پر تدفین کے بعد (استغفار کے لیے) کھڑا ہوا جائے گا۔

(ابن قیمؒ) میت کی تدفین سے فراغت کے بعد آپ ﷺ کا طریقۂ کار یہ تھا کہ آپ اور آپ کے صحابہ قبر پر کھڑے ہو جاتے اور اہل قبر کے لیے ثابت قدمی کی دعا کرتے۔

---

(۱) [**صحيح** : صحيح أبو داود (۲۷۵۸) كتاب الجنائز : باب الاستغفار عند القبر للميت' أبو داود (۳۲۲۱) حاكم (۳۷۰/۱) بيهقى (٥٦/٤) عبدالله بن أحمد فى زوائد الزهد (ص/۱۲۹)]

(۲) [عون المعبود (۲۰۹/۳)]

(۳) [مرعاة المفاتيح (۲۳۰/۱)]

(٤) [سبل السلام (۳۰۱/۲)]

(عبداللہ بسام) تدفین کے بعد قبر پر کھڑے ہو کر میت کے لیے دعا کرنا کتاب وسنت اور مسلمانوں کے اجماع کے ساتھ ثابت ہے۔(۱)

(سعودی مجلس افتاء) تدفین کے بعد میت کے لیے مغفرت اور ثابت قدمی کی دعا کرنی چاہیے۔(۲)

قبر پر پتھر یا اس کی مثل کوئی نشانی رکھی جا سکتی ہے

مطلب بن ابی وداعہ سے روایت ہے کہ

﴿ لَمَّا مَاتَ عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُونٍ أُخْرِجَ بِجَنَازَتِهِ فَدُفِنَ فَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ رَجُلًا أَنْ يَأْتِيَهُ بِحَجَرٍ فَلَمْ يَسْتَطِعْ حَمْلَهُ فَقَامَ إِلَيْهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَحَسَرَ عَنْ ذِرَاعَيْهِ قَالَ كَثِيرٌ ' قَالَ الْمُطَّلِبُ ' قَالَ الَّذِي يُخْبِرُنِي ذَلِكَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِ ذِرَاعَيْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ حِينَ حَسَرَ عَنْهُمَا ثُمَّ حَمَلَهَا فَوَضَعَهَا عِنْدَ رَأْسِهِ وَقَالَ : **أَتَعَلَّمُ بِهَا قَبْرَ أَخِي وَأَدْفِنُ إِلَيْهِ مَنْ مَاتَ مِنْ أَهْلِي** ﴾

''جب حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ فوت ہوئے' ان کا جنازہ لے جایا گیا اور انہیں دفن کیا گیا تو نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کو پتھر لانے کا حکم دیا۔ جب وہ اسے نہ اٹھا سکا تو نبی ﷺ نے اپنی آستینوں سے کپڑا اٹھایا۔ مطلب کہتے ہیں کہ اس شخص نے بتایا جس نے مجھے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں مطلع کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی کلائیوں کی سفیدی کا مشاہدہ کر رہا تھا جب آپ ﷺ نے ان سے کپڑا اٹھایا۔ پھر آپ ﷺ نے پتھر اٹھایا اور عثمان رضی اللہ عنہ کے سر کی جانب رکھ دیا اور فرمایا: میں اس کے ذریعے اپنے بھائی کی قبر کو پہچانوں گا اور اپنے گھر والوں میں سے فوت ہونے والوں کو اس کے قریب دفن کروں گا۔''(۳)

امام ابوداودؒ نے اس حدیث پر یہ باب قائم کیا ہے ''ایک قبر میں زیادہ مردوں کو جمع کیا جا سکتا ہے اور قبر کی علامت مقرر کی جا سکتی ہے۔''

امام بیہقیؒ نے یہ باب قائم کیا ہے کہ ((بَابُ إِعْلَامِ الْقَبْرِ بِصَخْرَةٍ أَوْ عَلَامَةٍ مَّا كَانَتْ)) ''پتھر یا کسی بھی علامت کے ذریعے قبر کی نشانی کو مقرر کرنا۔''

شیخ البانیؒ رقمطراز ہیں کہ اس روایت کے دو شاہد ہیں جن کے ساتھ یہ قوی ہو جاتی ہے۔(۴)

---

(۱) [توضیح الأحکام شرح بلوغ المرام (۲۵۱/۳_۲۵۳)]

(۲) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۴۳۷/۸)]

(۳) [**حسن** : صحیح أبو داود (۲۷۴۵) کتاب الجنائز : باب فی جمع الموتی فی قبر والقبر یعلم' أبو داود (۳۲۰۶) بیهقی (۴۱۲/۳) حافظ ابن حجرؒ نے کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔[تلخیص الحبیر (۲۶۷/۲)]

(۴) [أحکام الجنائز (ص/۱۹۷)]

(شوکانیؒ) اس حدیث میں یہ ثبوت موجود ہے کہ میت کی قبر پر بطور علامت کوئی پتھر وغیرہ رکھنا جائز ہے۔(۱)

(ابن بازؒ) قبر پر پہچان کے لیے کوئی علامت مثلاً پتھر یا ہڈی وغیرہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔(۲)

قبر پر ٹہنی لگانا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ

﴿ أَنَّهُ مَرَّ بِقَبْرَيْنِ يُعَذَّبَانِ فَقَالَ إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَ أَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ ثُمَّ أَخَذَ جَرِيدَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا بِنِصْفَيْنِ ثُمَّ غَرَزَ فِي كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ ! لِمَ صَنَعْتَ هَذَا ؟ فَقَالَ لَعَلَّهُ أَنْ يُخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا ﴾

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایسی دو قبروں پر ہوا جن پر عذاب ہو رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان پر عذاب کسی بہت بڑی بات پر نہیں ہو رہا صرف یہ کہ ان میں ایک شخص پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا شخص چغل خوری کیا کرتا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کی ایک ہری ٹہنی لی اور اس کے دو ٹکڑے کر کے دونوں قبروں پر ایک ایک ٹکڑا گاڑ دیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید اس وقت تک کے لیے ان پر عذاب کچھ ہلکا ہو جائے جب تک یہ خشک نہ ہوں۔''(۳)

امام بخاریؒ رقمطراز ہیں کہ

﴿ وَ أَوْصَى بُرَيْدَةُ الْأَسْلَمِيُّ أَنْ يُجْعَلَ فِي قَبْرِهِ جَرِيدَتَانِ ﴾

''حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ ان کی قبر پر دو شاخیں لگا دی جائیں۔''(۴)

(علی بن عبد العزیز الشبل تلمیذ ابن بازؒ) ٹہنی لگانے والا عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھا' یہی قول درست ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اُن قبروں پر ٹہنی گاڑھی تھی جن کے متعلق آپ کو علم ہو گیا تھا کہ ان قبر

---

(۱) [نیل الأوطار (۳۳/۳)]

(۲) [مجموع فتاوی لابن باز (۲۰۰/۱۳)]

(۳) [بخاری (۱۳٦۱) کتاب الجنائز : باب الجرید علی القبر' مسلم (۲۹۲) کتاب الطهارة : باب الدلیل علی نجاسة البول ووجوب الاستبراء منه' ابن ماجة (۳٤۷) کتاب الطهارة وسننها : باب التشدید فی البول' ابو داود (۲۰) کتاب الطهارة : باب الاستبراء من البول' ترمذی (۷۰) کتاب الطهارة : باب ما جاء فی التشدید فی البول' ابن خزیمة (٥٦) ابن حبان (۳۱۲۸) شرح السنة للبغوی (۱۸۳) طیالسی (۲٦٤٦) بیهقی (٤۱۲/۲) ابن أبی شیبة (۱۲۲/۱) احمد (۱۹۸۰)]

(٤) [بخاری (قبل الحدیث / ۱۳٦۱) کتاب الجنائز : باب الجرید علی القبر]

والوں کو عذاب ہو رہا ہے' آپ ﷺ نے سب قبروں پر ٹہنی نہیں گاڑھی۔ اگر قبر پر ٹہنی لگانا سنت ہوتا تو رسول اللہ ﷺ سب قبروں پر ٹہنی لگاتے۔ اسی وجہ سے خلفائے راشدین اور کبار صحابہ نے بھی ایسا کوئی کام نہیں کیا' اگر یہ عمل مشروع ہوتا تو وہ ضرور اسے اپناتے۔ البتہ جو حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی وہ ان کا اپنا اجتہاد تھا اور اجتہاد میں خطا بھی ہو سکتی ہے اور درستگی بھی اور درست مؤقف اُسی کا ہے جس نے اس عمل کو ترک کر دینے کا کہا ہے جیسا کہ ابھی پیچھے اس کی وضاحت کر دی گئی ہے۔(۱)

(ابن بازؒ) قبر پر ٹہنی لگانا جائز نہیں بلکہ بدعت ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے دو قبروں پر صرف اس لیے ٹہنی لگائی تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اطلاع دے دی تھی کہ ان قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے اور آپ ﷺ نے باقی قبروں پر ٹہنی نہیں لگائی جس سے معلوم ہوا کہ قبروں پر ٹہنی لگانا جائز نہیں۔(۲)

(سید سابقؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۳)

(ابن عثیمینؒ) ہمارے لیے قبر پر ٹہنی لگانا اس لیے جائز نہیں کیونکہ ہمیں نبی کریم ﷺ کے برخلاف یہ علم نہیں ہوتا کہ اس آدمی کو عذاب ہو رہا ہے۔(٤)

(سعودی مجلس افتاء) نبی کریم ﷺ نے جو دو قبروں پر عذاب میں تخفیف کی غرض سے ٹہنی لگائی تھی وہ ایک خاص واقعہ ہے' اس کے لیے عموم نہیں ہے اور وہ عمل رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص تھا۔(٥)

میت کو کسی شرعی عذر کی بنا پر قبر سے نکالا جا سکتا ہے

(1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ أَتَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أُبَيٍّ بَعْدَ مَا أُدْخِلَ حُفْرَتَهُ فَأَمَرَ بِهِ فَأُخْرِجَ فَوَضَعَهُ عَلَى رُكْبَتَيْهِ وَنَفَثَ عَلَيْهِ مِنْ رِيقِهِ وَأَلْبَسَهُ قَمِيصَهُ فَاللَّهُ أَعْلَمُ وَكَانَ كَسَا عَبَّاسًا قَمِيصًا ﴾

''رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو عبداللہ بن اُبی (رئیس المنافقین) کو اس کی قبر میں داخل کیا جا چکا تھا لیکن آپ ﷺ کے حکم سے اسے قبر سے نکال لیا گیا۔ پھر آپ ﷺ نے اسے اپنے گھٹنوں پر رکھ کر اپنا لعاب دہن اس

---

(۱) [التعليق على فتح الباري (۲۸۳/۳)]
(۲) [مجموع فتاوى لابن باز (۲۰۱/۱۳)]
(۳) [فقه السنة (۲۹۲/۱)]
(٤) [مجموع فتاوى لابن عثيمين (۱۹۲/۱۷)]
(٥) [فتاوى إسلامية (۳۷/۲)]

کے منہ میں ڈالا اور اپنا کرتہ اسے پہنایا۔ اب اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں (غالباً مرنے کے بعد منافق کے ساتھ ایسے سلوک کی وجہ یہ تھی کہ) اس نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ایک قمیض پہنائی تھی۔''(۱)

(2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ دُفِنَ مَعَ أَبِي رَجُلٌ ، فَلَمْ تَطِبْ نَفْسِي حَتَّى أَخْرَجْتُهُ فَجَعَلْتُهُ فِي قَبْرٍ عَلَى حِدَةٍ ﴾

''میرے والد کے ساتھ قبر میں ایک اور صحابی دفن تھے لیکن میرا دل اس پر راضی نہیں ہو رہا تھا اس لیے میں نے ان کی لاش نکال کر دوسری قبر میں دفن کر دی۔''(۲)

(البانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۳)

(شوکانیؒ) اس عمل کے جواز کے قائل ہیں۔(٤)

(علی بن آدم الولوی) حاصل کلام یہ ہے کہ کسی ضرورت کے لیے میت کو تدفین کے بعد (قبر سے) نکالنا جائز ہے۔(٥)

تدفین سے پہلے میت کو کسی دوسرے شہر منتقل کرنے کا حکم

(سعودی مجلس افتاء) عہد نبوی اور عہد صحابہ میں عملی سنت یہی تھی کہ وفات پانے والوں کو اسی شہر کے قبرستان میں دفن کیا جاتا جہاں وہ فوت ہوتے اور شہدا کو اسی جگہ پر دفن کیا جاتا جہاں وہ شہید ہوتے۔ نیز کسی صحیح حدیث یا اثر سے یہ بات ثابت نہیں کہ کسی صحابی کو اپنے علاقے سے باہر منتقل کیا گیا ہو...... لہٰذا کسی صحیح ضرورت (یعنی شرعی عذر) کے بغیر میت کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں منتقل نہ کیا جائے۔(٦)

وفات سے پہلے اپنی قبر خود کھود لینا

(البانیؒ) ایسا کرنا درست نہیں کیونکہ نہ تو نبی کریم ﷺ نے ایسا کیا اور نہ ہی صحابہ نے ایسا کیا۔ مزید برآں

---

(۱) [بخاری (۱۳۵۰) کتاب الجنائز : باب هل يخرج الميت من القبر واللحد لعلة ، مسلم (۲۷۷۳) كتاب صفات المنافقين وأحكامهم ، باب ، نسائی فی السنن الكبرى (۲۰۲۸/۱) احمد (۱۵۰۷۹) ابن حبان (۳۱۷٤) تحفة الأشراف (۲۵۳۱)]

(۲) [بخاری (۱۳۵۲) كتاب الجنائز : باب هل يخرج الميت من القبر واللحد لعلة ، نسائی (٤/٨٤)]

(۳) [أحكام الجنائز (ص/۲۰۳)]

(٤) [نيل الأوطار (٦٥/٣)]

(٥) [شرح سنن نسائی (۳۸۱/۱۹)]

(٦) [فتاوى إسلامية (١٦/٢)]

انسان کو یہ علم بھی نہیں کہ وہ کہاں فوت ہوگا۔ تاہم اگر اس سے آدمی کا مقصود موت کی تیاری ہو تو پھر یہ ایک مستحسن عمل ہوگا۔(۱)

(ابن تیمیہؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۲)

تین اوقات میں تدفین ممنوع ہے

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ ثَلَاثُ سَاعَاتٍ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ يَنْهَانَا أَنْ نُصَلِّيَ فِيهِنَّ أَوْ أَنْ نَقْبُرَ فِيهِنَّ مَوْتَانَا ...... ﴾

”تین اوقات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھنے اور میت کی تدفین سے روکتے تھے (وہ یہ ہیں):

(1) جب آفتاب طلوع ہو رہا ہو تا آنکہ بلند ہو جائے۔

(2) جب سورج نصف آسمان پر ہو تاوقتیکہ ڈھل جائے۔

(3) جس وقت سورج غروب ہونا شروع ہو۔(۳)

(ابن جبرین) ان اوقات میں میت کو دفن کرنا جائز نہیں۔(٤)

(سلیم ہلالی) ان تینوں اوقات میں مردوں کو دفن کرنا جائز نہیں الا کہ کوئی ضرورت پیش آجائے۔(٥)

رات کو دفن کرنے کا حکم

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَا تَدْفِنُوا مَوْتَاكُمْ بِاللَّيْلِ إِلَّا أَنْ تُضْطَرُّوا إِلَيْهِ ﴾

---

(۱) [أحكام الجنائز وبدعها (ص/٢٠٤)]

(۲) [الأخبار العلمية من الاختيارات الفقهية (ص/١٣٤)]

(۳) [مسلم (٨٣١) كتاب صلاة المسافرين وقصرها : باب الأوقات التي نهي عن الصلاة فيها ' ابو داود (٣١٩٢) كتاب الجنائز : باب الدفن عند طلوع الشمس وعند غروبها ' ابن ماجة (١٥١٩) كتاب الجنائز: باب ما جاء في الأوقات التي لا يصلى فيها على الميت ' ترمذي (١٠٣٠) كتاب الجنائز : باب ما جاء في كراهية الصلاة على الجنازة ' احمد (١٧٣٨٧) ابن حبان (١٥٤٦) شرح السنة للبغوي (٧٧٨) طبراني كبير (٧٩٧/١٧) بيهقي (٤٥٤/٢)]

(٤) [فتاوى إسلامية (٢٨/٢)]

(٥) [موسوعة المناهي الشرعية (٣٥/٢)]

''اپنے مرنے والوں کو رات میں دفن نہ کرو الا کہ تم اس کے لیے مجبور کر دیے جاؤ۔'' (۱)

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ

﴿ فَزَجَرَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُقْبَرَ الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ حَتَّى يُصَلَّى عَلَيْهِ ﴾

''نبی کریم ﷺ نے رات کو دفن کرنے پر ڈانٹا ہے الا کہ نماز جنازہ پڑھ لی گئی ہو۔'' (۲)

معلوم ہوا کہ رات میں میت کو دفن کرنے کی ممانعت صرف اس گمان کی وجہ سے ہے کہ نماز جنازہ میں رات کے وقت لوگ کم تعداد میں شریک ہوں گے لہٰذا اگر نماز جنازہ دن میں پڑھ لی گئی ہو لیکن کسی عذر کی وجہ سے رات کو دفن کرنا پڑے تو یہ ممنوع نہیں۔ جواز کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَدْخَلَ رَجُلًا قَبْرَهُ لَيْلًا ...... ﴾

''رسول اللہ ﷺ نے رات کے وقت ایک آدمی کو اس کی قبر میں داخل کیا......۔'' (۳)

(2) امام بخاریؒ رقمطراز ہیں کہ

﴿ وَدُفِنَ أَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَيْلًا ﴾ ''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رات کے وقت دفن کیا گیا۔'' (٤)

(3) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رات کے وقت دفن کیا۔ (٥)

(شوکانیؒ) مذکورہ احادیث اس بات کا ثبوت ہیں کہ رات کے وقت دفن کرنا جائز ہے۔ (٦)

(جمہور) اسی کے قائل ہیں۔ (٧)

---

(۱) [**صحیح**: صحیح ابن ماجة (۱۲۳۵) کتاب الجنائز: باب ما جاء فی الأوقات التی لا یصلی فیها علی المیت ولا یدفن، أبو داود (۳۱٤۸) نسائی (٤/۳۳)]

(۲) [مسلم (۹٤۳) کتاب الجنائز: باب فی تحسین کفن المیت، ابو داود (۳۱٤۸) کتاب الجنائز: باب فی الکفن، احمد (۱٤۱٤۸) ابن حبان (۳۱۰۳) حاکم (۱/۳٦٤) ابن الجارود (٥٤٦) بیهقی (۳/٤۰۳) نسائی فی السنن الکبری (۱/۲۰۲۲)]

(۳) [**حسن**: صحیح ابن ماجة (۱۲۳٤) کتاب الجنائز: باب ما جاء فی الأوقات التی لا یصلی فیها علی المیت ولا یدفن، ابن ماجة (۱٥۲۰)]

(٤) [بخاری تعلیقا (قبل الحدیث / ۱۳٤۰) کتاب الجنائز، باب الدفن باللیل]

(٥) [ابن أبی شیبة (۳/۳۱)، (۱۱۸۲٦_۱۱۸۲۷) فتح الباری (۳/٥٦۹)]

(٦) [نیل الأوطار (۳/۳۸)]

(۷) [کتاب]

(حنفیہ،شافعیہ،حنابلہ) رات کے وقت دفن کرنا مکروہ نہیں۔(۱)

(ابن حزمؒ) کسی مجبوری کے بغیر رات کو دفن نہ کیا جائے۔(۲)

(البانیؒ) رات کو دفن نہ کیا جائے الا کہ کوئی مجبوری ہو۔(۳)

مسلمانوں کو کفار کے قبرستان میں دفن کرنے کا حکم

(ابن بازؒ) ایسا کرنا ہرگز جائز نہیں کیونکہ عہد نبوی اور عہد خلفائے راشدین میں اہل اسلام نے کبھی ایسا نہیں کیا۔(٤)

(البانیؒ) مسلمان کو مسلمانوں کے قبرستان میں اور کافر کو مشرکین کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔عہد رسالت میں معاملہ اسی طرح تھا اور ہمارے اس زمانے تک یہی عمل جاری ہے۔(٥)

(سعودی مجلس افتاء) مسلمانوں کے لیے جائز نہیں کہ کسی مسلمان کو کفار کے قبرستان میں دفن کریں۔

ایک دوسرے فتوے میں ہے کہ کسی کافر کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا بھی جائز نہیں۔(٦)

میت کو تابوت یا صندوق وغیرہ میں دفن کرنے کا حکم

(سعودی مجلس افتاء) اگر ممکن ہو تو مسلمان میت کو نہ تو تابوت میں دفن کرنا چاہیے اور نہ ہی کسی صندوق وغیرہ میں یہی مسنون طریقہ ہے کیونکہ نہ تو نبی کریم ﷺ سے اور نہ ہی آپ ﷺ کے صحابہ سے منقول ہے کہ انہوں نے میت کو صندوق میں دفن کیا ہو اور خیر و بھلائی ان کی اتباع میں ہی ہے۔مزید برآں میت کو صندوق میں دفن کرنے میں کفار و دنیادار اہل ثروت حضرات کی مشابہت بھی ہے حالانکہ موت تو عبرت و نصیحت کا مقام ہے۔

لیکن اگر میت کو تابوت میں دفن کرنے کے بغیر کوئی چارہ ہی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے ان فرامین کی وجہ سے کوئی حرج نہیں:

(1) ﴿ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ﴾ [الحج : ٧٨]

”اور اللہ تعالیٰ نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں بنائی۔“

---

(۱) [توضیح الأحکام شرح بلوغ المرام (٢٦٨/٣)]

(۲) [المحلی (١١٤/٥_١١٥)]

(۳) [أحکام الجنائز وبدعها (ص / ١٧٦_١٨٠)]

(٤) [فتاوی إسلامیة (٢٤/٢)]

(٥) [أحکام الجنائز وبدعها (ص / ١٧٢)]

(٦) [فتاوی إسلامیة (٣٦/٢)]

(2) ﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْساً اِلَّا وُسْعَهَا ﴾ [البقرة: ٢٨٦]

''اللہ تعالیٰ کسی انسان کو اس کی وسعت و طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔'' (١)

(مجلس مجمع الفقهی الاسلامی) صندوق میں دفن کرنے سے مقصود اگر غیر مسلموں کی مشابہت ہو تو یہ عمل حرام ہوگا اور اگر مشابہت مقصود نہ ہو تو یہ عمل اُس وقت تک مکروہ ہے جب تک اس کی سخت ضرورت نہ ہو اور جب اس کی سخت ضرورت ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (٢)

(ابن قدامہؒ) میت کو تابوت میں دفن کرنا بہتر نہیں کیونکہ نہ تو نبی کریم ﷺ سے ایسا کچھ منقول ہے اور نہ ہی صحابہ سے اور مزید اس میں دنیادار لوگوں کی مشابہت بھی ہے۔ (٣)

زندہ انسان کے کٹے ہوئے اعضاء کا حکم

(سعودی مجلس افتاء) زندہ انسان کا کٹا ہوا عضو خواہ وہ کسی حادثے کی وجہ سے کٹا ہو یا حد لگنے کی وجہ سے، نہ تو اسے دھویا جائے گا اور نہ ہی اس پر نماز پڑھی جائے گی بلکہ اسے کسی کپڑے میں لپیٹ کر قبرستان میں دفن کر دیا جائے گا یا اگر قبرستان نزدیک نہ ہو تو اسے کسی پاکیزہ زمین میں دفن کر دیا جائے گا۔ (٤)

---

(١) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٨/٤٣٢)]

(٢) [فتاوى إسلامية (٢/٣٣)]

(٣) [المغني (٣/٤٣٥)]

(٤) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء [illegible]]

باب التعزیة — تعزیت کا بیان

تعزیت کرنا مشروع ہے

لفظِ تعزیت کا معنی ''تسلی دینا'' ہے جو کہ باب عَزّٰی یُعَزِّی (تفعّل) کا مصدر ہے۔(۱)

(1) حضرت قرہ مزنی رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ساتھی کا بچہ فوت ہو گیا:

﴿ فعزّاه عليه ' ثُمَّ قال : يا فُلَانُ ! أَيُّمَا كَانَ أَحَبَّ إِلَيْكَ أَنْ تُمَتَّعَ بِهِ عُمُرَكَ أَوْلَا تَأْتِيَ غَدًا إِلَى بَابٍ مِّنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ إِلَّا وَجَدْتَهُ قَدْ سَبَقَكَ إِلَيْهِ يَفْتَحُهُ لَكَ ﴾

''تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعزیت کی پھر فرمایا: اے فلاں! تمہیں کون سی چیز زیادہ پسند ہے کہ تم اس (بچے) کے ذریعے اپنی زندگی کو فائدہ پہنچاؤ یا کل کو تم جب جنت کے دروازوں میں سے کسی دروازے کے پاس آؤ گے تو اسے وہاں پہلے سے موجود پاؤ گے اور وہ تمہارے لیے اسے (یعنی جنت کا دروازہ) کھولے گا۔''(۲)

(ابن قدامہؒ) اہل میت سے تعزیت کرنا مشروع ہے۔(۳)

(البانیؒ) میت کے گھر والوں سے تعزیت کرنا جائز ہے۔(۴)

تعزیت کرنے کی فضیلت

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَنْ عَزَّى أَخَاهُ الْمُؤْمِنَ فِي مُصِيبَةٍ كَسَاهُ اللَّهُ حُلَّةً خَضْرَاءَ يُحْبَرُ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ قِيلَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا يُحْبَرُ ؟ قَالَ : يُغْبَطُ ﴾

''جس نے اپنے کسی مومن بھائی کو مصیبت میں تسلی دی تو اللہ تعالیٰ اسے ایسا سبز لباس پہنائیں گے جس کے

---

(۱) [المنجد (ص: ٥٥٥)]

(۲) [صحيح : أحكام الجنائز وبدعها (ص / ٢٠٥) صحيح نسائي (١٩٧٤) نسائي (٢٠٩٠) كتاب الجنائز: باب التعزية ' حاكم (١/٣٨٤) أحمد (٥/٣٥) بيهقي (٤/٥٩) امام حاکمؒ نے اس حدیث کو صحیح الاسناد کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔]

(۳) [المغني لابن قدامة (٣/٤٨٥)]

(۴) [أحكام الجنائز وبدعها (ص / ٢٠٥)]

ذریعے روز قیامت اس پر رشک کیا جائے گا۔'' (۱)

(3) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی جس روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَنْ عَزّٰى مُصَابًا فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ ﴾

''جس نے کسی مصیبت زدہ کو تسلی دی تو اس کے لیے بھی اس (مصیبت زدہ) کے اجر کی مثل (اجر) ہے۔''

وہ ضعیف ہے۔(۲)

تعزیت کے الفاظ

تعزیت کے لیے ایسے تمام الفاظ استعمال کیے جا سکتے ہیں جن کے ذریعے تسلی ہو جائے، غم رک جائے اور صبر آ جائے۔

(1) البتہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں یہ الفاظ ثابت ہیں:

﴿ إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطٰى وَكُلُّ شَيْئٍ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ ﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو اس نے لے لیا اور جو اس نے دیا تھا اور ہر چیز اس کی بارگاہ سے وقت مقررہ پر ہی واقع ہوتی ہے۔ لہٰذا صبر کرو اور ثواب کی اُمید رکھو۔'' (۳)

(نووی رحمہ اللہ) جن الفاظ کے ساتھ تعزیت کی جائے ان میں یہ حدیث سب سے عمدہ ہے۔(٤)

(2) حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن الفاظ میں اُن سے تعزیت کی:

﴿ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأَبِيْ سَلَمَةَ ، وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ فِي الْمَهْدِيِّيْنَ ، وَاخْلُفْهُ فِي عَقِبِهِ فِي الْغَابِرِيْنَ ،

---

(۱) [**حسن** : أحكام الجنائز (ص/٢٠٦) إرواء الغليل (٧٦٤) تاريخ بغداد (٣٩٧/٧) تاريخ دمشق لابن عساكر (٩١/١٥) الكامل لابن عدى (١٥٧٢/٤)] شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث شواہد کی بنا پر حسن درجہ تک پہنچ جاتی ہے۔]

(۲) [**ضعيف** : إرواء الغليل (٧٦٥) أحكام الجنائز (ص/٢٠٦) ترمذى (١٠٧٣) كتاب الجنائز : باب ما جآء في أجر من عزى مصابا ، ابن ماجة (١٦٠٢) كتاب الجنائز : باب ما جاء في ثواب من عزى مصابا]

(۳) [بخارى (١٢٨٤) كتاب الجنائز : باب قول النبي يعذب الميت ببعض بكاء أهله عليه ، مسلم (٩٢٣) كتاب الجنائز : باب البكاء على الميت ، أحمد (٢٠٤/٥) أبو داود (٣١٢٥) كتاب الجنائز : باب في البكاء على الميت ، ابن ماجة (١٥٨٨) كتاب الجنائز : باب ما جاء في البكاء على الميت ، ابن أبي شيبة (٣٩٢/٣) طيالسى (٦٣٦) عبد الرزاق (٦٦٧٠) ابن حبان (٣١٥٨) بيهقى (٦٨/٤)]

(٤) [الأذكار كما ذكره الألباني في أحكام الجنائز (ص/٢٠٧)]

وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهُ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ، وَافْسَحْ لَهُ فِي قَبْرِهِ، وَنَوِّرْ لَهُ فِيهِ ﴾

''اے اللہ! ابوسلمہ کو بخش دے اس کے درجہ کو ہدایت یافتہ لوگوں میں بلند فرما' اس کے باقی ماندہ لوگوں کی نگرانی فرما' اے جہانوں کے پروردگار! ہمیں اور اسے بخش دے' اس کی قبر اس کے لیے کشادہ اور منور فرما دے۔'' (۱)

(3) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی تعزیت کرتے ہوئے اُن کے بیٹے عبداللہ سے یوں کہا:

﴿ اللّٰهُمَّ اخْلُفْ جَعْفَرًا فِيْ أَهْلِهِ، وَ بَارِكْ لِعَبْدِ اللّٰهِ فِيْ صَفْقَةِ يَمِيْنِهِ ﴾

''اے اللہ! جعفر کے اہل و عیال میں اس کا جانشین بنا اور عبداللہ کے لیے اس کے دائیں ہاتھ کی تجارت میں برکت عطا فرما۔'' (۲)

مصیبت زدہ شخص کو چاہیے کہ ابتدائی طور پر صبر کرے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُوْلَى ﴾

''صرف صبر وہ ہے جو پہلے صدمے کے وقت کیا جائے۔'' (۳)

مصیبت زدہ شخص کو مندرجہ ذیل دعاؤں کی تلقین کرنی چاہیے

(1) '' إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ '' [البقرة : ۱۵٦]

(2) '' اَللّٰهُمَّ أْجُرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَأَخْلِفْ لِيْ خَيْرًا مِّنْهَا '' (٤)

میت کے گھر والوں کے لیے کھانا بھیجنا مسنون ہے

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

---

(۱) [مسلم (۹۲۰) كتاب الجنائز : باب في إغماض الميت والدعاء له إذا حضر ' أبو داود (۳۱۱۸) كتاب الجنائز : باب تغميض الميت]

(۲) [صحيح : أحكام الجنائز وبدعها (ص / ۲۰۹) احمد (۱۷۵۰)]

(۳) [بخاری (۱۲۸۳) كتاب الجنائز : باب زيارة القبور ' مسلم (۹۲٦) كتاب الجنائز : باب في الصبر على المصيبة عند الصدمة الأولى ' أبو داود (۳۱۲٤) كتاب الجنائز : باب الصبر عند الصدمة ' ترمذی (۹۸۸) كتاب الجنائز : باب ما جاء أن الصبر عند الصدمة الأولى ' نسائی (۲۲/٤) أحمد (۱۳۰/۳) عبد بن حميد (۱۲۰۳)]

(٤) [مسلم (۹۱۸) كتاب الجنائز : باب ما يقال عند المصيبة ' احمد (۱٦۳٤۳) ' (۳۰۹/٦) تحفة الأشراف (۱۸۲٤۸) ابن ماجة (۱۵۹۸)]

﴿ لَمَّا جَاءَ نَعْيُ جَعْفَرَ بْنِ أَبِي طَالِبٍ حِينَ قُتِلَ ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : **إِصْنَعُوا لِآلِ جَعْفَرٍ طَعَامًا فَقَدْ أَتَاهُمْ مَا يُشْغِلُهُمْ** ﴾

"جب جعفر بن أبي طالب رضی اللہ عنہ کی خبر شہادت موصول ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جعفر کے گھر والوں کے لیے کھانا تیار کرو کیونکہ ان کو ایسی (تکلیف دہ) اطلاع ملی ہے جو انہیں کھانا پکانے سے مشغول رکھے گی۔" (۱)

(شافعیؒ) مجھے یہ پسند ہے کہ میت کا پڑوسی یا کوئی رشتہ دار میت کے گھر والوں کے لیے وفات کے دن ورات میں اتنا کھانا تیار کرے جو انہیں سیر کر دے۔ کیونکہ یہ سنت ہے۔ (۲)

(ابن قدامہؒ) اہل میت کی اعانت کی غرض سے کھانا تیار کر کے ان کے ہاں بھیجنا مستحب ہے۔ (۳)

(طیبیؒ) اقرباء اور پڑوسیوں کے لیے مستحب ہے کہ وہ میت کے گھر والوں کے لیے کھانا تیار کر کے بھیجیں۔ (٤)

(ابن تیمیہؒ) میت کے گھر والوں کے لیے کھانا تیار کر کے بھیجنا مستحب ہے۔ (٥)

(امیر صنعانیؒ) اس حدیث میں یہ ثبوت موجود ہے کہ میت کے گھر والوں کو تسلی دینے کی غرض سے ان کے لیے کھانا تیار کرنا مشروع ہے کیونکہ وہ وفات کی وجہ سے (دیگر اُمور میں) مشغول ہوتے ہیں۔ (٦)

(البانیؒ) بلا شبہ مسنون طریقہ یہ ہے کہ میت کے اقرباء اور اس کے پڑوسی میت کے گھر والوں کے لیے اتنی مقدار میں کھانا تیار کریں جو انہیں سیر کر دے۔ (۷)

(عبداللہ بسام) نبوی طریقہ یہ تھا کہ میت کے اقرباء یا پڑوسی یا دوست احباب وغیرہ میت کے گھر والوں کے

---

(۱) [**حسن** : صحيح أبو داود (٢٦٨٦) كتاب الجنائز : باب صنعة الطعام لأهل الميت' أبو داود (٣١٣٢) ترمذی (٩٩٨) ابن ماجة (١٦١٠) أحمد (٢٠٥/١) طيالسى (٨٠٨) دارقطني (٧٩/٢) حميدى (٥٣٧) أبو يعلى (٦٨٠١) عبدالرزاق (٦٦٦٥) حاكم (٣٧٢/١) بيهقي (٦١/٤) شرح السنة (٣٠٠/٣) امام حاکمؒ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے ان کی موافقت کی ہے۔ امام ابن سکنؒ نے بھی اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ [كما في تلخيص الحبير (٢٥٣/٥) شیخ عبداللہ بن بسام رقمطراز ہیں کہ یہ روایت حسن درجہ کی ہے۔ [توضيح الأحكام شرح بلوغ المرام (٢٦٩/٣)]

(۲) [الأم للشافعی (٢٤٧/١)]

(۳) [المغنى لابن قدامة (٤٩٦/٣)]

(٤) [كما في تحفة الأحوذى (٥٥/٤)]

(٥) [الأخبار العلمية من الاختيارات الفقهية (ص / ١٤٠)]

(٦) [سبل السلام (٣١٤/٢)]

(۷) [

لیے کھانا تیار کر کے بھیجتے تھے۔(۱)

تعزیت کے لیے کسی ایک جگہ پر اکٹھے ہونا اور اہل میت کا کھانا تیار کرنا

کسی مقام پر اکٹھ کرنا مثلاً گھر' قبرستان یا مسجد وغیرہ میں اور اہل میت کا آنے والوں کے لیے کھانا تیار کرنا درست نہیں جیسا کہ حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ كُنَّا نَعُدُّ الْاِجْتِمَاعَ إِلَى أَهْلِ الْمَيِّتِ وَصُنْعَةِ الطَّعَامِ بَعْدَ دَفْنِهِ مِنَ النِّيَاحَةِ ﴾

''ہم میت کے گھر والوں کے پاس جمع ہونے اور تدفین کے بعد کھانا تیار کرنے کو نوحہ شمار کرتے تھے۔''(۲)

(شوکانی رحمہ اللہ) تدفین کے بعد میت کے گھر والوں کے پاس اکٹھے ہونا اور ان کے گھر سے کھانا' سلف اس لیے نوحہ کی ایک قسم شمار کرتے تھے کیونکہ یہ عمل میت کے گھر والوں پر مزید بوجھ ڈالنے اور انہیں مشغول کرنے کا باعث ہے حالانکہ وہ میت کی وفات کی وجہ سے پہلے ہی (سخت پریشانی میں گرفتار اور) مشغول ہیں۔مزید برآں اس میں سنت کی مخالفت بھی ہے کیونکہ دوسرے لوگوں کو یہ حکم ہے کہ وہ میت کے گھر والوں کے لیے کھانا تیار کریں لیکن انہوں نے سنت کی مخالفت کی اور انہیں دوسروں کے لیے کھانا تیار کرنے پر مجبور کر دیا۔(۳)

(احمد رحمہ اللہ) یہ (یعنی میت کے گھر میں اکٹھے ہونا اور ان کے گھر سے کھانا) اہل جاہلیت کا فعل ہے۔

(حنابلہ) اسی کے قائل ہیں۔(٤)

(ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ) میت کے گھر والوں سے کھانے کی ضیافت کرانا مکروہ ہے اور قبیح بدعت ہے۔(٥)

(ابن تیمیہ رحمہ اللہ) مصیبت زدہ حضرات کا لوگوں کو کھانے پر جمع کرنا تاکہ وہ میت کے لیے کچھ تلاوت کریں' سلف کے ہاں معروف نہیں تھا۔علماء کے کئی گروہوں نے اسے ناپسند کیا ہے اور سلف نے اسے نوحہ شمار کیا ہے۔

(عبداللہ بسام) اب جو لوگوں میں یہ رواج چل پڑا ہے کہ میت کے گھر والے کھانا تیار کرتے ہیں اور لوگوں کو کھلاتے ہیں یہ بدعت شنیعہ ہے۔کیونکہ یہ ایک ایسا عمل ہے جو سنت کے خلاف ہے اور جو عمل بھی سنت کے خلاف

---

(۱) [توضیح الأحکام شرح بلوغ المرام (۲۷۰/۳)]

(۲) [**صحیح** : أحکام الجنائز (ص/۲۱۰) ابن ماجة (۱٦۱۲) کتاب الجنائز : باب ما جاء في النهي عن الاجتماع إلی أهل المیت' أحمد (۲۰٤/۲)] حافظ بوصیری رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔[الزوائد (۵۳۵/۱)]

(۳) [نیل الأوطار (٤۸/۳)]

(٤) [الانصاف (۵٦۵/۲)]

(٥) [فتح القدیر شرح الهدایة (٤۷۳/۱)]

ہوگا وہ بدعت ہوگا۔ علاوہ ازیں اس میں جاہلیت کے افعال کی مشابہت بھی ہے۔(۱)

(سلیم ہلالی) تعزیت کے لیے کسی مخصوص جگہ مثلاً گھر یا قبرستان میں جمع ہونا اور میت کے گھر والوں کا تعزیت کی غرض سے آنے والوں کی ضیافت کے لیے کھانا تیار کرنا ممنوع ہے۔(۲)

(سعودی مجلس افتاء) میت کے گھر والوں کا (تعزیت کی غرض سے آنے والوں کے لیے) کھانا تیار کرنا جائز نہیں۔(۳)

یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرنا اور اس کا اکرام کرنا مستحب ہے

رسول اللہ ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اٹھایا' وہ بیان کرتے ہیں:

﴿ ثُمَّ مَسَحَ عَلَى رَأْسِي ثَلَاثًا ' وَقَالَ كُلَّمَا مَسَحَ : اَللّٰهُمَّ اخْلُفْ جَعْفَرًا فِي وَلَدِهِ ﴾

''پھر آپ ﷺ نے میرے سر پر تین مرتبہ ہاتھ پھیرا اور ہر مرتبہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا' اے اللہ! جعفر کی اولاد میں اس کا جانشین بنا۔''(۴)

دورانِ تعزیت چیخنا' چلانا اور کپڑے پھاڑنا جائز نہیں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الْخُدُودَ ' وَشَقَّ الْجُيُوبَ ' وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ ﴾

''جس نے (کسی کی موت پر) رخساروں کو پیٹا' گریبان کو پھاڑا اور جاہلیت کی باتیں بکیں وہ ہم میں سے نہیں۔''(۵)

تاہم اگر بغیر آواز کے غم کی وجہ سے آنسو بہہ جائیں یا انسان رو لے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

اس مسئلے کی مزید تفصیل کے لیے گزشتہ باب ''فوت شدہ شخص کے متعلق احکام کا بیان'' کا مطالعہ کیجئے۔

---

(۱) [توضیح الأحکام شرح بلوغ المرام (۳/۲۷۰_۲۷۱)]

(۲) [موسوعة المناهي الشرعية (۲/۴۷)]

(۳) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۹/۱۴۹)]

(۴) [حسن: أحكام الجنائز (ص ۲۱۲) أحمد (۱۷۶۰) حاكم (۱/۳۷۲) بيهقي (۴/۶۰)]

(۵) [بخاری (۱۲۹۴) كتاب الجنائز: باب ليس منا من شق الجيوب' مسلم (۱۰۳) كتاب الإيمان: باب تحريم ضرب الخدود وشق الجيوب' ترمذی (۹۹۹) كتاب الجنائز: باب ما جاء في النهي عن ضرب الخدود وشق الجيوب]

تعزیت کے لیے دنوں کی کوئی حد مقرر نہیں

(البانیؒ) تعزیت کی حد تین ایام مقرر نہیں کی جائے گی کہ اس سے تجاوز نہیں کیا جا سکتا بلکہ جب کوئی تعزیت کے لیے آنے میں فائدہ دیکھے تو وہ چلا آئے۔ بلاشبہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے تین روز کے بعد بھی تعزیت کی ہے جیسا کہ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ

﴿ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمْهَلَ آلَ جَعْفَرَ ثَلَاثًا أَنْ يَأْتِيَهُمْ ثُمَّ أَتَاهُمْ فَقَالَ : لَا تَبْكُوا عَلَى أَخِي بَعْدَ الْيَوْمِ ﴾

''نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو (جعفر رضی اللہ عنہ کی وفات پر) تین روز تک آنے جانے کی مہلت دی۔ تین ایام کے بعد آپ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: آج کے بعد میرے بھائی پر رونا دھونا نہ ہو (یعنی کوئی سوگ نہ کرے)۔''(۱)

اور وہ حدیث جو عوام میں مشہور ہے کہ ﴿ لَا عَزَاءَ فَوْقَ ثَلَاثٍ ﴾ ''تین ایام کے بعد کوئی تعزیت نہیں۔'' اس کی کوئی اصل نہیں۔(۲)

(ابن بازؒ) تعزیت کے لیے نہ کوئی وقت مخصوص ہے اور نہ کوئی ایام بلکہ یہ میت کی وفات سے نماز جنازہ سے پہلے اور اس کے بعد، تدفین سے پہلے اور اس کے بعد (ہر وقت) مشروع ہے لیکن ابتدائی لمحات میں سخت مصیبت کے وقت ہی تعزیت کر لینا افضل ہے اور وفات کے تیسرے روز کے بعد بھی جائز ہے کیونکہ تحدید کی کوئی دلیل موجود نہیں۔(۳)

(سعودی مجلس افتاء) تعزیت کے لیے کوئی وقت متعین کرنا یا اس کے لیے تین ایام مقرر کرنا بدعت ہے۔(٤)

---

(۱) [صحیح : أحكام الجنائز وبدعها (ص / ۲۰۹) أحمد (۱۷۵۰) حاكم (۲۹۸/۳)]

(۲) [أحكام الجنائز وبدعها (ص / ۲۰۹)]

(۳) [فتاوى إسلامية (۲/ ٤۳)]

(٤) [فتاوى إسلامية (۲/ ٤٤)]

باب زیارة القبور — قبروں کی زیارت کا بیان

قبروں کی زیارت مشروع ہے

(1) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ قَدْ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَقَدْ أُذِنَ لِمُحَمَّدٍ ﷺ فِي زِيَارَةِ قَبْرِ أُمِّهِ فَزُورُوهَا فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْآخِرَةَ ﴾

”بے شک میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے روکا تھا' پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی والدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت دے دی گئی ہے لہٰذا تم بھی قبروں کی زیارت کرو یقیناً یہ آخرت یاد دلاتی ہیں۔“ (۱)

(2) سنن نسائی کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ فَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَزُورَ فَلْيَزُرْ وَلَا تَقُولُوا هُجْرًا ﴾

”جو شخص (قبروں کی) زیارت کا ارادہ رکھتا ہے اسے زیارت کرنی چاہیے لیکن (وہاں) تم کوئی باطل کلام نہ کرو۔“ (۲)

(3) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِنِّي نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوهَا ، فَإِنَّ فِيهَا عِبْرَةً ﴾

”میں نے تمہیں زیارتِ قبور سے روکا تھا پس تم قبروں کی زیارت کرو کیونکہ ان میں عبرت ہے۔“ (۳)

(جمہور) قبروں کی زیارت مستحب ہے۔ (٤)

---

(۱) [مسلم (۹۷۷) کتاب الجنائز : باب استئذان النبی ربه عزوجل فی زیارة قبر أمه' ترمذی (۱۰۵٤) کتاب الجنائز : باب ما جاء فی الرخصة فی زیارة القبور' أبو داود (۳۲۳۵) کتاب الجنائز : باب فی زیارة القبور' ابن ماجة (۳٤۰۵) ابن حبان (۳۱٦۸) حاکم (۳۷٦/۱) بیهقی (۷٦/٤) ابن أبی شیبة (۳٤۳/۳) شرح السنة للبغوی (۱۵۵٤) احمد (۹٦۹٤)]

(۲) [**صحیح** : صحیح نسائی (۱۹۲۲) کتاب الجنائز : باب زیارة القبور' نسائی (۲۰۳۵)]

(۳) [**صحیح** : أحمد (۳۸/۳) حاکم (۳۷٤/۱)] امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور امام ذہبیؒ نے بھی اس کی موافقت کی ہے۔ [بیهقی (۷۷/٤)] امام ہیثمیؒ بیان کرتے ہیں کہ اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔ [المجمع (۵۸/۳)]

(٤) [تحفة الأحوذی (۱۵۰/٤)]

(ابن حزمؒ) قبروں کی زیارت واجب ہے خواہ عمر میں ایک مرتبہ کی جائے۔(۱)

(امیر صنعانیؒ) یہ تمام احادیث اس بات کا ثبوت ہیں کہ قبروں کی زیارت جائز ہے اور ان میں یہ وضاحت بھی موجود ہے کہ زیارتِ قبور کی حکمت یہ ہے کہ اس سے عبرت حاصل ہوتی ہے۔(۲)

(عبداللہ بسام) قبروں کی زیارت ابتدائے اسلام میں حرام تھی لیکن پھر اس کی حرمت کا حکم منسوخ کر دیا گیا اور اسے مستحب قرار دے دیا گیا۔(۳)

(ابن بازؒ) قبروں کی شرعی زیارت مسنون ہے جس میں انسان آخرت اور موت کو یاد کرے اور مسلمان مردوں کے لیے مغفرت ورحمت کی دعا کرے۔(٤)

(ابن عثیمینؒ) قبروں کی زیارت مسنون ہے کیونکہ آپ ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے۔(٥)

(البانیؒ) نصیحت حاصل کرنے اور آخرت یاد کرنے کی غرض سے قبروں کی زیارت جائز ہے بشرطیکہ زیارت کرنے والا قبروں کے نزدیک کوئی ایسا کام نہ کرے جو اللہ کی ناراضگی کا موجب ہو مثلاً اہل قبر سے دعا مانگنا یا اللہ کو چھوڑ کر اس سے مدد طلب کرنا یا اس کا تزکیہ بیان کرنا اور اس کے لیے قطعی طور پر جنت کا اعلان کرنا وغیرہ۔(٦)

کیا خواتین قبروں کی زیارت کرسکتی ہیں؟

خواتین بھی قبروں کی زیارت کرسکتی ہیں بشرطیکہ کثرت کے ساتھ نہ کریں۔اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) رخصت کے الفاظ میں خواتین بھی شامل ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا﴿ فَزُوْرُوْهَا ﴾ ''اب تم قبروں کی زیارت کرو۔''

(2) جس سبب کی وجہ سے قبروں کی زیارت جائز ہے اس میں عورتیں بھی مردوں کی شریک ہیں یعنی﴿ تُذَكِّرُ الْآخِرَةَ ﴾ ''قبریں آخرت یاد دلاتی ہیں۔''

(3) حضرت عبداللہ بن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ أَنَّ عَائِشَةَ أَقْبَلَتْ ذَاتَ يَوْمٍ مِنَ الْمَقَابِرِ ' فَقُلْتُ لَهَا : يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أَيْنَ أَقْبَلْتِ ؟ قَالَتْ :

---

(۱) [كما في نيل الأوطار (۳/۲٦)]

(۲) [سبل السلام (۲/۳۰٥)]

(۳) [توضيح الأحكام شرح بلوغ المرام (۳/۲٥٥)]

(٤) [فتاوى إسلامية (۲/٤٥)]

(٥) [مجموع فتاوى لابن عثيمين (۱۷/۳۸٥)]

(٦) [أحكام الجنائز وبدعها (ص/۲۲۷)]

مِنْ قَبْرِ عَبْدِ الرَّحْمَانِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، فَقُلْتُ لَهَا : أَلَيْسَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ نَهَى عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ ؟ قَالَتْ : نَعَمْ، ثُمَّ أَمَرَ بِزِيَارَتِهَا ، وَفِي رِوَايَةٍ عَنْهَا ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ رَخَّصَ فِي زِيَارَةِ الْقُبُورِ ﴾

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک روز قبرستان سے آئیں تو میں نے عرض کیا کہ اے اُم المومنین! آپ کہاں سے تشریف لائی ہیں؟ انہوں نے کہا' عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی قبر کی زیارت کر کے۔ میں نے کہا' کیا رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی زیارت سے منع نہیں کیا؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں' لیکن پھر ان کی زیارت کی اجازت دے دی تھی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: بلا شبہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی زیارت کی رخصت دے دی تھی۔(۱)

(4) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ

﴿ كَيْفَ أَقُولُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِذَا زُرْتُ الْقُبُورَ؟ قَالَ : قُولِي السَّلَامُ عَلَى أَهْلِ الدِّيَارِ...... ﴾

''اے اللہ کے رسول! جب میں قبروں کی زیارت کروں تو کیا کہوں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا ''تم یہ دعا پڑھا کرو' السَّلَامُ عَلَى أَهْلِ الدِّيَارِ......۔''(۲)

(5) نبی ﷺ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا ہر جمعہ کو اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کرتی تھیں۔(۳)

(6) رسول اللہ ﷺ ایک عورت کے پاس سے گزرے جو ایک قبر کے قریب بیٹھی رو رہی تھی تو آپ ﷺ نے اسے کہا ﴿ اِتَّقِي اللّٰهَ وَاصْبِرِي ...... ﴾ ''اللہ تعالیٰ سے ڈر جا اور صبر کر۔''

اس حدیث پر امام بخاریؒ نے یہ باب قائم کیا ہے ((باب زيارة القبور)) ''قبروں کی زیارت کا بیان۔''(٤)

(ابن حجرؒ) (اس حدیث میں) محلِ شاہد یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس عورت کو قبر کے پاس بیٹھنے سے نہیں روکا اور آپ ﷺ کا کسی کام کو برقرار رکھنا قابل حجت ہے۔(٥)

---

(١) [**صحيح** : أحكام الجنائز وبدعها (ص/ ٢٣٠) حاكم (٣٧٦١) بيهقي (٧٨/٤) التمهيد لابن عبدالبر (٢٣٣/٣)] امام ذہبیؒ اور حافظ بوصیریؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[الزوائد (٩٨٨/١)]

(٢) [مسلم (٩٧٤) كتاب الجنائز : باب ما يقال عند دخول القبور والدعاء لأهلها ، نسائي (٩٣/٤) بيهقي (٧٨/٤) شرح السنة (٣٠٦/٣) عبدالرزاق (٢٧١٢) ابن ماجة (١٥٤٦) كتاب الجنائز : باب ما جاء فيما يقال إذا دخل المقابر، احمد (٣١٧٢) أبو يعلى (٤٥٩٣) ابن السنى فى عمل اليوم والليلة (٥٩٦) نسائى فى السنن الكبرى (٢١٦٦/١)]

(٣) [حاكم (٣٧٧/١)]

(٤) [بخاري (١٢٨٣) كتاب الجنائز]

(٥) [فتح البارى (٢٤٤/٤)]

(علامہ عینیؒ) اس حدیث میں مطلق قبروں کی زیارت کا جواز ہے خواہ زائر مرد ہو یا عورت۔(۱)

(سلیم ہلالی) عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت جائز ہے۔(۲)

بکثرت قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے

خواتین کے لیے کثرت سے قبروں کی زیارت کرنا جائز نہیں جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ

﴿ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَعَنَ زَوَّارَاتِ الْقُبُورِ ﴾

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت زیادہ قبروں کی زیارت کرنے والی خواتین پر لعنت فرمائی ہے۔''(۳)

(قرطبیؒ) حدیث میں مذکور لعنت ایسی خواتین کے لیے ہے جو بہت زیادہ زیارت کرتی ہیں کیونکہ مبالغے کا صیغہ اسی کا تقاضا کرتا ہے۔(٤)

(ملا علی قاریؒ) اُمید یہی ہے کہ اس سے مراد کثرت سے زیارت کرنے والی خواتین ہیں۔(٥)

(عبدالرحمن مبارکپوریؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٦)

(شوکانیؒ) انہوں نے اسی کو مناسب قرار دیا ہے۔(۷)

(البانیؒ) (خواتین کے لیے) کثرت سے زیارت کرنا جائز نہیں۔(۸)

(ترمذیؒ) بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ یہ (یعنی عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت کی ممانعت) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رخصت دینے سے پہلے تھی پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی رخصت دے دی تو اس میں مردوں اور عورتوں کو اس کی اجازت مل گئی۔ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت مکروہ ہے کیونکہ ان میں صبر کا مادہ بہت

---

(۱) [عمدة القاری (۷٦/۳)]

(۲) [موسوعة المناهي الشرعية (۲۹/۲)]

(۳) [**حسن** : صحيح ابن ماجة (۱۲۸۱ ، ۱۲۸۰) المشكاة (۱۷۷۰) إرواء الغليل (۷۳۲) ترمذی (۱۰۵٦ ، كتاب الجنائز : باب ما جاء في كراهية زيارة القبور للنساء' ابن ماجة (۱۵۷٦ ' كتاب الجنائز : باب ما جاء في النهي عن زيارة النساء القبور' أحمد (۳۳۷۰۲) طيالسي (۲۳۵۸) ابن حبان (۳۱۷۸) بيهقي (۷۸/٤)]

(٤) [التذكرة (۱۱/۱) نيل الأوطار (۳/ ٦٣)]

(٥) [مرقاة شرح مشكاة (٤/ ۲۵٦)]

(٦) [تحفة الأحوذی (٤/ ۱۵۵)]

(۷) [نيل الأوطار (۳/ ٦٣)]

(۸) [أحكام الجنائز (ص/ ۲۳۵)]

کم ہوتا ہے اور وہ کثرت سے جزع فزع کرتی ہیں۔(۱)

(حنفیہ) قبروں کی زیارت خواتین کے لیے بھی اُسی طرح مستحب ہے جیسے مردوں کے لیے ہے۔

(مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ) زیارت کی اجازت صرف مردوں کو ہے خواتین کو نہیں۔(۲)

(نوویؒ) صحیح مذہب کے مطابق زیارت کی رخصت میں خواتین شامل نہیں۔(۳)

(ابن تیمیہؒ) صحیح بات یہ ہے کہ عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت جائز نہیں۔(٤)

جس روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ ﴾ ''یعنی رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔''

وہ ضعیف ہے۔(٥)

اگر یہ روایت کسی طرح قابل حجت ہو جائے تو اس سے مراد ایسی عورتیں ہوں گی جو بناؤ سنگھار کر کے جاتی ہیں یا نوحہ کرتی ہیں۔ ورنہ کبھی کبھار زیارت کے لیے جانا عورتوں کے لیے یقیناً بلاتردد جائز ہے۔

زائر کے لیے مستحب ہے کہ وہ قبلہ رخ کھڑا ہو

ایک حدیث میں ہے کہ

﴿ فَجَلَسَ النَّبِيُّ ﷺ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ وَجَلَسْنَا مَعَهُ ﴾

''نبی کریم ﷺ (قبر کے قریب) قبلہ رخ ہو کر بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ ﷺ کے پاس بیٹھ گئے۔''(٦)

اس حدیث کی وجہ سے یہ عمل مستحب ہے ضروری نہیں۔

صرف عبرت کے لیے مشرک کی قبر کی زیارت جائز ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی تو آپ رو پڑے

---

(۱) [جامع ترمذی (۱۰۵۵)]

(۲) [کما فی توضیح الأحکام شرح بلوغ المرام (۲۵۹/۳)]

(۳) [شرح مسلم للنووی (۲۹۱/٤)]

(٤) [مجموع الفتاوی (۱۵۱/۲٤)]

(٥) [أحکام الجنائز (ص/۲۳٦) ترمذی (۱۰۵٦)]

(٦) [**صحیح**: صحیح أبو داود (۲۷۵۱) کتاب الجنائز: باب الجلوس عندالقبر' أبو داود (۳۲۱۲) نسائی (۲۰۰۱) کتاب الجنائز: باب الوقوف للجنائز' ابن ماجة (۱۵٤۸) کتاب الجنائز: باب ما جاء فی الجلوس فی المقابر' أحمد (۲۹۷/٤) حاکم (۳۷/۱)]

اور اپنے اردگرد موجود صحابہ کو بھی رُلا دیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ اِسْتَأْذَنْتُ رَبِّي فِي أَنْ أَسْتَغْفِرَ لَهَا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِي ، وَاسْتَأْذَنْتُهُ فِي أَنْ أَزُورَ قَبْرَهَا فَأَذِنَ لِي ﴾

''میں نے اپنے رب تعالیٰ سے اپنی والدہ کے لیے استغفار کرنے کی اجازت طلب کی لیکن مجھے اس کی اجازت نہیں دی گئی۔ پھر میں نے اللہ سے اُس کی قبر کی زیارت کی اجازت مانگی تو اُس نے مجھے اجازت دے دی۔'' (۱)

(نوویؒ) اس حدیث میں مشرکین کی قبروں کی زیارت کا جواز موجود ہے۔ (۲)

(شوکانیؒ) اس حدیث میں یہ دلیل موجود ہے کہ غیر مسلم قریبی رشتہ دار کی قبر کی زیارت جائز ہے۔ (۳)

(ابن تیمیہؒ) صرف عبرت کی غرض سے کافر کی قبر کی زیارت جائز ہے۔ (۴)

(البانیؒ) غیر مسلم کی قبر کی زیارت صرف عبرت کے لیے جائز ہے۔ (۵)

دورانِ زیارت اہل قبور کے لیے دعا کی جا سکتی ہے

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَخْرُجُ إِلَى الْبَقِيعِ ، فَيَدْعُو لَهُمْ ، فَسَأَلَتْهُ عَائِشَةُ عَنْ ذَلِكَ ؟ فَقَالَ : إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَدْعُوَ لَهُمْ ﴾

''نبی ﷺ بقیع کے قبرستان کی طرف تشریف لے جاتے اور ان کے لیے دعا کرتے۔ پھر عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا' بلاشبہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ان کے لیے دعا کروں۔'' (٦)

(2) ایک روایت میں ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ قبرستان تشریف لے جاتے اور وہاں جا کر اہل قبور کے لیے یوں دعا فرماتے:

---

(۱) [مسلم (٩٧٦) كتاب الجنائز : باب استئذان النبي ﷺ ربه عزوجل في زيارة قبر أمه' ترمذي (١٠٥٤) كتاب الجنائز : باب ما جآء في الرخصه في زيارة القبور' أبو داود (٣٢٣٤) كتاب الجنائز : باب في زيارة القبور' ابن ماجة (١٥٧٢) كتاب الجنائز : باب ما جاء في زيارة قبور المشركين' نسائي (٢٠٣٥) كتاب الجنائز : باب زيارة قبر المشرك' احمد (٩٦٩٤) ابن حبان (٣١٦٩) ابن أبي شيبة (٣٤٣/٣)]

(۲) [شرح مسلم للنووي (٢٩٠/٤)]

(۳) [نيل الأوطار (٦٢/٣)]

(٤) [الأخبار العلمية من الاختيارات الفقهية (ص / ١٣٥)]

(٥) [أحكام الجنائز وبدعها (ص / ٢٣٧)]

(٦) [**صحيح** : أحكام الجنائز وبدعها (ص / ٢٣٩) احمد (٢٥٢/٦)]

﴿ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأَهْلِ بَقِيعِ الْغَرْقَدِ ﴾ ''اے اللہ! بقیع الغرقد میں مدفون لوگوں کو بخش دے۔''(۱)

(عبداللہ بسام) قبروں کی زیارت کرنے والا چار حالات سے خالی نہیں:

① زائر مردوں کے لیے دعا کرنے ان کے لیے مغفرت و رحمت کا سوال کرنے اہل قبور میں سے خاص طور پر جس کی زیارت کی غرض سے آیا ہے اس کے لیے دعا و استغفار کرنے مردوں کی حالت سے عبرت حاصل کرے تو یہ شرعی زیارت ہے۔

② اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے یا اپنے کسی محبوب شخص کے لیے قبروں کے پاس یا کسی خاص صاحب قبر کے پاس اس عقیدے سے دعا مانگے کہ قبرستان میں یا فلاں میت کی قبر کے پاس دعا کرنا افضل ہے اور مساجد میں دعا کرنے سے یہاں زیادہ دعا قبول ہوتی ہے تو یہ بدعت منکرہ ہے۔

③ اہل قبور کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے۔ وہ کہے کہ اے میرے رب! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو اس صاحب قبر کے صدقے یا خود پر اس کے حق کی وجہ سے یا اپنے پاس اس کے مرتبے کی وجہ سے مجھے فلاں چیز عطا فرما دے تو یہ بدعت محرمہ ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کا ایک وسیلہ ہے۔

④ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا نہ کرے بلکہ اصحاب قبور سے یا کسی خاص قبر والے سے دعا مانگے۔ وہ یوں کہے کہ اے اللہ کے ولی! اے اللہ کے نبی! اے میرے سردار! مجھے غنی کر دے یا مجھے فلاں چیز عطا کر دے اور اس طرح کی دیگر دعائیں مانگے تو یہ شرک اکبر ہے۔(۲)

(البانیؒ) زیارتِ قبور کے مقاصد میں سے یہ بھی ہے کہ میت کو اس پر سلام اور اس کے لیے دعا و استغفار کے ساتھ نفع پہنچایا جائے۔(۳)

جن اشیاء کے وسیلے سے دعا کی جا سکتی ہے

① اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ اور صفاتِ علیا کو وسیلہ بنا کر دعا کرنا:

(I) ﴿ وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ﴾ [الأعراف: ۱۸۰]

''اللہ تعالیٰ کے لیے اچھے اچھے نام ہیں تم اسے ان ناموں کے ذریعے پکارو۔''

---

(۱) [مسلم (۹۷٤) كتاب الجنائز: باب ما يقال عند دخول القبور و الدعاء لأهلها، أبو يعلى (٤٥٩٢) عبد الرزاق (٦٧٢٢) بيهقي (٧٩/٤) أحمد (٦/١٠٨) ابن السني (٥٨٥)]

(۲) [توضيح الأحكام شرح بلوغ المرام (٢٥٦/٣)]

(۳) [أحكام الجنائز و بدعها (ص: ٢٣٩)]

(2) ﴿ قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ ﴾ [النمل : ١٩]

''اے پروردگار! تو مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر بجالاؤں جو تو نے مجھ پر انعام کی ہیں اور میرے ماں باپ پر اور میں ایسے نیک کام کرتا رہوں جن سے تو خوش رہے مجھے اپنی رحمت سے نیک بندوں میں شامل کرلے۔''

(3) رسول اللہ ﷺ غم و پریشانی میں یہ دعا سکھایا کرتے تھے:

﴿ ...... اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ، سَمَّيْتَ بِهِ نَفْسَكَ، أَوْ أَنْزَلْتَهُ فِي كِتَابِكَ، أَوْ عَلَّمْتَهُ أَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ، أَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهِ فِي عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ، أَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ رَبِيعَ قَلْبِي وَنُورَ صَدْرِي وَ جِلَاءَ حُزْنِي وَذِهَابَ هَمِّي ﴾

''......اے اللہ! میں تیرے ہر اس خاص نام کے ذریعے سے تجھ سے سوال کرتا ہوں جس کے ساتھ تو نے خود اپنا نام رکھا ہے یا اسے اپنی کتاب میں نازل فرمایا ہے یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو وہ سکھایا ہے یا تو نے اسے اپنے پاس علم غیب میں خاص کیا ہے کہ تو قرآن مجید کو میرے دل کی بہار، میرے سینے کا نور، میرے غموں کا علاج اور میری فکروں کا تریاق بنادے۔'' (١)

(4) دعائے استخارہ کے یہ الفاظ بھی موضوعِ بحث پر دلالت کرتے ہیں:

﴿ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ ...... ﴾

''اے اللہ! بے شک میں تجھ سے تیرے علم کے ساتھ بھلائی طلب کرتا ہوں اور تجھ سے تیری قدرت کے ساتھ طاقت طلب کرتا ہوں......'' (٢)

(5) رسول اللہ ﷺ کو جب کوئی بات پریشان کرتی تو یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

﴿ يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيثُ ﴾

---

(١) [**صحيح** : الصحيحة (١٩٩) مسند احمد (٣٧١٢) حاكم (٥٠٩/١)]

(٢) [بخاري (١١٦٢، ٦٣٨٢) كتاب الدعوات : باب الدعاء عند الاستخارة، أبو داود (١٥٣٨) كتاب الصلاة : باب في الاستخارة، ترمذي (٤٨٠) كتاب الصلاة : باب ما جاء في صلاة الاستخارة، نسائي (٨٠/٦) ابن ماجة (١٣٨٣) كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها : باب ما جاء في صلاة الاستخارة، ابن حبان (٨٨٧) بيهقي (٥٢/٣)]

''اے زندہ وجاوید! اے کائنات کے نگران! میں تیری رحمت کے ذریعے سے مدد طلب کرتا ہوں۔''(۱)

② اپنے نیک عمل کو وسیلہ بنا کر دعا کرنا:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنْزَلْتَ وَ اتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۵۳]

''اے ہمارے پروردگار! ہم اُس پر ایمان لائے جو تو نے نازل کیا ہے اور ہم نے رسول کی اطاعت کی پس تو ہمیں شاہدین کے ساتھ لکھ لے۔''

(2) ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

﴿ رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْإِيْمَانِ أَنْ آمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا ...... ﴾

[آل عمران : ۱۹۳]

''اے ہمارے رب! ہم نے سنا کہ منادی کرنے والا آواز بلند ایمان کی طرف بلا رہا ہے کہ لوگو! اپنے رب پر ایمان لاؤ' پس ہم ایمان لائے۔ اے ہمارے پروردگار! تو ہمارے گناہ بخش دے۔''

(3) حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا:

﴿ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ بِأَنِّيْ أَشْهَدُ أَنَّكَ أَنْتَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ ' الْأَحَدُ الصَّمَدُ ' الَّذِيْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ' وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ ﴾

''اے اللہ! یقیناً میں تجھ سے اس واسطے کے ساتھ سوال کرتا ہوں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ بلاشبہ تو ہی اللہ ہے' تیرے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں' تو ایک ہے بے نیاز ہے' جس نے نہ کسی کو جنا نہ وہ جنا گیا اور نہ ہی کوئی اس کا ہمسر ہے۔''

یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' بے شک اس نے اللہ تعالیٰ سے اس کے اسم اعظم کے ذریعے سوال کیا ہے کہ اگر اس کے ذریعے اس سے سوال کیا جائے تو وہ عطا کرتا ہے اور اگر اس کے ذریعے اس سے دعا کی جائے تو وہ قبول کرتا ہے۔(۲)

---

(۱) [**حسن** : صحیح ترمذی' ترمذی (۳۵۲٤) کتاب الدعوات : باب منه' مستدرك حاكم (۱/۵٤۵) صحیح الترغیب (۱/۲۷۳)]

(۲) [**صحیح** : التوسل وأنواعه وأحكامه (ص ؛ ۳۳) ابو داود (۱٤۹۳) کتاب الصلاة : باب الدعاء' احمد (۵/۳٤۹ ۔ ۳۵۰)]

(4) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ تین آدمی جا رہے تھے کہ بارش نے انہیں آ لیا۔ چنانچہ انہوں نے ایک غار میں پناہ لے لی۔ اس کے بعد ان کے غار کے منہ پر پہاڑ کی ایک چٹان گری اور غار کا منہ بند ہو گیا۔ اب انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ اپنے اُن نیک اعمال کو یاد کرو جو تم نے خالص اللہ تعالیٰ کے لیے کیے ہیں پھر اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو' ممکن ہے وہ غار کو کھول دے۔

اس پر ان میں سے ایک نے کہا اے اللہ! میرے والدین تھے' وہ بہت بوڑھے تھے اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے۔ میں ان کے لیے بکریاں چراتا تھا اور واپس آ کر دودھ نکالتا تو سب سے پہلے اپنے والدین کو پلاتا تھا' اپنے بچوں سے بھی پہلے۔ ایک روز چارے کی تلاش میں میں بہت دور نکل گیا جس وجہ سے میں رات کو دیر سے واپس آیا۔ میں نے دیکھا کہ میرے والدین سو چکے ہیں۔ میں نے معمول کے مطابق دودھ نکالا پھر میں دوہا ہوا دودھ لے کر آیا اور ان کے سرہانے کھڑا ہو گیا۔ میں یہ گوارا نہیں کر سکتا تھا کہ انہیں نیند سے بیدار کروں اور مجھ سے یہ بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ والدین سے پہلے بچوں کو پلاؤں۔ بچے بھوک سے میرے قدموں پر لوٹ رہے تھے اور اسی کشمکش میں صبح ہو گئی۔

﴿ فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ لَنَا فُرْجَةً نَرَى مِنْهَا السَّمَاءَ ' فَفَرَجَ اللّٰهُ لَهُمْ فُرْجَةً حَتَّى يَرَوْنَ مِنْهَا السَّمَاءَ ﴾

''اے اللہ! اگر تیرے علم میں ہے کہ میں نے یہ کام خالص تیری رضا حاصل کرنے کے لیے کیا تھا تو ہمارے لیے کشادگی پیدا فرما کہ ہم آسمان دیکھ سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے اتنی کشادگی پیدا کر دی کہ وہ آسمان دیکھ سکتے تھے۔''

دوسرے شخص نے کہا اے اللہ! میری ایک چچازاد بہن تھی اور میں اس سے محبت کرتا تھا' وہ انتہائی محبت جو ایک مرد ایک عورت سے کر سکتا ہے۔ میں نے اس سے زنا کا مطالبہ کیا تو اس نے انکار کر دیا اور صرف اس شرط پر راضی ہوئی کہ میں اسے سو دینار دوں۔ میں نے دوڑ دھوپ کی اور سو دینار جمع کر لایا' پھر انہیں اس کے پاس لے کر گیا' پھر جب میں اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان بیٹھ گیا تو اس نے کہا اے اللہ کے بندے! اللہ سے ڈر اور مہر کو مت توڑ۔ میں یہ سن کر کھڑا ہو گیا (اور زنا نہ کیا)۔

﴿ اَللّٰهُمَّ فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي قَدْ فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ لَنَا مِنْهَا ' فَفَرَجَ لَنَا فُرْجَةً ﴾

''اے اللہ! اگر تیرے علم میں ہے کہ میں نے یہ کام خالص تیری رضا کے لیے کیا تھا تو ہمارے لیے کچھ اور کشادگی پیدا فرما دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے کچھ اور کشادگی فرما دی۔''

تیسرے شخص نے کہا اے اللہ! میں نے ایک مزدور ایک فرق چاول (8 کلوگرام کے قریب) کی مزدوری پر رکھا تھا اس نے اپنا کام پورا کر کے کہا کہ میری مزدوری دو۔ میں نے اس کی مزدوری دے دی لیکن وہ چھوڑ کر چلا گیا اور اس سے بے توجہی اختیار کی۔ میں ان چاولوں سے برابر کاشتکاری کرتا رہا حتی کہ اس غلے سے کئی گائیں خرید لیں اور ایک چرواہا رکھ لیا۔ ایک عرصے کے بعد وہ واپس آیا اور اس نے کہا' اللہ سے ڈر' مجھ پر ظلم وزیادتی نہ کر اور میرا حق مجھے ادا کر دے۔ میں نے کہا ان گائیوں اور چرواہے کو لے جا۔ اس نے کہا اللہ سے ڈر اور مجھ سے مذاق نہ کر۔ میں نے کہا میں تم سے مذاق نہیں کرتا ان گائیوں اور چرواہے کو لے جا۔ چنانچہ وہ انہیں لے کر چلا گیا۔

﴿ فَإِنْ كُنتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ مَا بَقِيَ ' فَفَرَجَ اللَّهُ عَنْهُمْ ﴾

''پس اگر تیرے علم میں ہے کہ میں نے یہ کام تیری رضا حاصل کرنے لیے کیا تھا تو جو رکاوٹ باقی رہ گئی ہے اسے بھی کھول دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مکمل کشادگی کر دی (اور وہ باہر آ گئے)۔''(۱)

③ کسی زندہ نیک آدمی کی دعا کو وسیلہ بنانا:

(1) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قحط سالی ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے کہ ایک دیہاتی نے آ کر کہا' اے اللہ کے رسول!

﴿ هَلَكَ الْمَالُ وَجَاعَ الْعِيَالُ ' فَادْعُ اللَّهَ لَنَا ' فَرَفَعَ يَدَيْهِ ﴾

''مال ہلاک ہو گیا' اہل وعیال بھوکے ہو گئے' آپ ہمارے لیے دعا فرمایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ اٹھا دیئے۔''

اس وقت آسمان پر بادل کا ایک ٹکڑا بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں کو نیچے بھی نہیں کیا تھا کہ پہاڑوں کی مانند بادل اُمڈ آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی منبر سے اُترے بھی نہیں تھے کہ میں نے دیکھا کہ بارش کا پانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ریش مبارک سے ٹپک رہا تھا۔ اس دن اس کے بعد اور مسلسل اگلے جمعہ تک بارش ہوتی رہی۔ اگلے جمعہ کو وہی دیہاتی یا کوئی اور دوسرا شخص کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول!

﴿ تَهَدَّمَ الْبِنَاءُ وَغَرِقَ الْمَالُ ' فَادْعُ اللَّهَ لَنَا ' فَرَفَعَ يَدَيْهِ ﴾

---

(۱) [بخاری (٥٩٧٤) کتاب الأدب : باب إجابة الدعاء من بر والديه' مسلم (٢٧٤٣) کتاب الرقاق : باب قصة أصحاب الغار الثلاثة والتوسل بصالح الأعمال' ابن حبان (٨٩٧) احمد (٥٩٧٤) شرح السنة للبغوی (٣٤٢٠)]

''عمارتیں منہدم ہو گئیں اور مال ڈوب گیا' آپ ﷺ ہمارے لیے دعا فرما دیجئے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا لیے۔''

آپ ﷺ نے دعا کی کہ اے اللہ! اب دوسری طرف بارش برسا اور ہم سے روک دے۔ آپ ﷺ ہاتھ سے بادل کے لیے جس طرف بھی اشارہ کرتے اسی طرف مطلع صاف ہو جاتا۔ سارا مدینہ تالاب کی طرح بن گیا تھا اور قناۃ کا نالا مہینہ بھر بہتا رہا اور اردگرد سے آنے والے بھی اپنے یہاں بھرپور بارش کی خبر دیتے رہے۔(۱)

(2) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ إِذَا قَحَطُوا اسْتَسْقَى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ : اَللّٰهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتُسْقِينَا ' وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا ' قَالَ : فَيُسْقَوْنَ ﴾

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قحط سالی ہوتی تو وہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ (جو کہ زندہ تھے اُن) کے وسیلے سے دعا کرتے اور فرماتے کہ اے اللہ! پہلے ہم تیرے پاس اپنے نبی ﷺ کا وسیلہ لایا کرتے تھے۔ اب (چونکہ وہ فوت ہو گئے ہیں اس لیے) اپنے نبی کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں لہٰذا تو ہم پر پانی برسا۔ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چنانچہ پھر خوب بارش برستی۔''(۲)

(البانیؒ) مندرجہ بالا تینوں اشیاء کو وسیلہ بنا کر دعا کرنے پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔(۳)

دعا کے لیے اہل قبور کو وسیلہ بنانا جائز نہیں

مثلاً کسی قبر والے کے لیے یوں کہنا کہ اے فلاں! تو اللہ سے میرے لیے یہ اور یہ مانگ' یا یہ کہنا کہ اے میرے سید! اے میرے بزرگ! اے میرے ولی! مجھے فلاں چیز عطا کر دے۔ یہ اور اس طرح کی تمام باتیں کفر و شرک پر مبنی ہیں جن کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَ لَا يَنْفَعُهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ هٰؤُلَاءِ شُفَعٰؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ [یونس : ۱۸]

---

(۱) [بخاری (۹۳۳) کتاب الجمعة : باب الاستسقاء فی الخطبة یوم الجمعة ' مسلم (۸۹۷) کتاب صلاة الاستسقاء : باب الدعاء فی الاستسقاء ' ابو داود (۱۱۷٤) کتاب الصلاة : باب رفع الیدین فی الاستسقاء ' نسائی فی السنن الکبری (۱۸۲۲) ابن حبان (۲۸۵۷) ابن خزیمة (۱٤۲۳) شرح السنة للبغوی (۱۱٦٦) أبو یعلی (۳۳۳٤) بیهقی (۳٤۳/۳)]

(۲) [بخاری (۱۰۱۰) کتاب الاستسقاء : باب سؤال الناس الإمام الاستسقاء إذا قحطوا ' طبقات ابن سعد (۲۸/٤۔۲۹) مختصر بخاری (۵۳٦)]

(۳) [التوسل أنواعه و أحکامه للألبانی (ص / ٤۲)]

''وہ لوگ (مشرکین) اللہ کے علاوہ ان لوگوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ تو انہیں کوئی نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی نفع اور وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔''

(2) ﴿ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا إِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ﴾ [الزمر : ٣]

''جنہوں نے اللہ کے علاوہ دوسروں کو دوست بنایا ہے (اُن کا کہنا ہے کہ) ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں تا کہ یہ ہمیں (مرتبہ ومقام میں) اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں۔''

(3) ﴿ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ لَايَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴾ [الأعراف : ١٩٧]

''جنہیں تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو وہ نہ تو تمہاری مدد کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ ہی وہ اپنی مدد کر سکتے ہیں۔''

(4) ﴿ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُوْنَ ﴾ [الأحقاف : ٥]

''اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہوگا؟ جو اللہ کے سوا ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی دعا قبول نہ کر سکیں گے بلکہ ان کے پکارنے سے محض بے خبر ہوں گے۔''

(ابن تیمیہؒ) کسی قبر والے سے سوال کرنا یا اس کا وسیلہ پکڑنا شرک ہے۔(۱)

(محمد بن احمد خضر) کسی فوت شدہ نبی' ولی سے یوں کہنا کہ تو میرے لیے اللہ سے سوال کر یا کہنا کہ اے میرے سردار! تو میری مدد کر' سب شرک و بدعت ہے۔(۲)

کافر کی قبر کی زیارت کرتے ہوئے اسے دعا نہیں بلکہ آگ کی بشارت دینی چاہیے

(1) حضرت سعد بن اَبی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : إِنَّ أَبِي كَانَ يَصِلُ الرَّحِمَ ' وَكَانَ ' وَكَانَ ' فَأَيْنَ هُوَ ؟ قَالَ : فِي النَّارِ ' فَكَأَنَّ الْأَعْرَابِيَّ وَجَدَ مِنْ ذٰلِكَ ' فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! فَأَيْنَ أَبُوْكَ ؟ قَالَ : حَيْثُمَا مَرَرْتَ بِقَبْرِ كَافِرٍ فَبَشِّرْهُ بِالنَّارِ ﴾

''ایک دیہاتی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ یقیناً میرا باپ صلہ رحمی کیا کرتا تھا' اور یہ کرتا تھا اور یہ کرتا تھا' تو وہ کہاں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا' جہنم کی آگ میں' گویا کہ وہ یہ بات سن کر غمگین ہو گیا۔ اس نے کہا اے اللہ کے رسول! آپ کے والد کا ٹھکانہ کہاں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا' جہاں کہیں بھی تم کسی کافر کی قبر کے

(۱) [رسالہ' زیارة القبور والاستنجاد بالمقبور (ص / ١٧-٢٢)]

(۲) [رسالہ' القول الجلی فی حکم التوسل بالنبی والولی (ص / ٤٤)]

قریب سے گزروتو اسے آگ کی بشارت دو۔''(۱)

(2) نبی کریم ﷺ نے اپنی والدہ کے لیے استغفار کی اجازت طلب کی لیکن آپ کو اس کی اجازت نہ دی گئی۔جیسا کہ ابھی پیچھے حدیث گزری ہے۔

(شوکانیؒ) اس حدیث میں یہ ثبوت موجود ہے کہ غیر مسلم فوت ہو جائے تو اس کے لیے استغفار کرنا جائز نہیں۔(۲)

(البانیؒ) اگر کوئی کافر کی قبر کی زیارت کرے تو اس پر نہ تو سلام کہے اور نہ ہی اس کے لیے دعا کرے بلکہ اسے آگ کی بشارت دے اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے۔(۳)

زیارت کے دوران قرآن کی قراءت ثابت نہیں

جیسا کہ گذشتہ تمام احادیث میں اس کا کہیں ذکر موجود نہیں بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دریافت کرنے پر آپ ﷺ نے صرف دعا ہی سکھائی۔اس مسئلے کی مزید تفصیل آئندہ باب ''قبروں کے قریب حرام افعال کا بیان'' کے تحت آئے گی۔

زائر قبرستان میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھے

(1) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ نَسْئَالُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ ﴾

''اے مومنوں اور مسلمانوں کے اہل قبور!تم پر سلامتی ہو۔بلاشبہ ہم اگر اللہ نے چاہا تو تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے اور تمہارے لیے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔''(٤)

(2) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَإِنَّا إِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ ﴾

---

(۱) [صحیح : السلسلة الصحيحة (١٨) أحكام الجنائز (ص/٢٥٢) طبراني كبير (١/١٩١) ابن السني في عمل اليوم والليلة (٥٨٨)]

(۲) [نيل الأوطار (٣/٦٢)]

(۳) [أحكام الجنائز وبدعها (ص / ٢٥١)]

(٤) [مسلم (٩٧٥) كتاب الجنائز: باب ما يقال عند دخول القبور والدعاء لاهلها ' نسائي (٤/٩٤) ابن ماجة (١٥٤٧) كتاب الجنائز : باب ما جاء فيما يقال إذا دخل المقابر ' ابن أبي شيبة (٤/١٣٨) ابن السني في عمل اليوم والليلة (٥٨٢) أحمد (٥/٣٥٣) شرح السنة (٣/٣٠٤)]

"اے مومنوں کے اہل قبور! تم پر سلامتی ہو اور اگر اللہ نے چاہا تو ہم بھی تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔" (۱)

مسلمانوں کی قبروں کے درمیان جوتیاں پہن کر نہیں چلنا چاہیے

حضرت بشیر بن خصاصیہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو جوتیاں پہن کر قبروں کے درمیان چلتے ہوئے دیکھا تو اسے جوتیاں اتارنے کا کہا:

﴿ فَلَمَّا عَرَفَ الرَّجُلُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَلَعَ نَعْلَيْهِ وَرَمَى بِهِمَا ﴾

"لہٰذا جب اس آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا تو اپنی جوتیاں اتار کر پھینک دیں۔" (۲)

(ابن حجرؒ) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قبروں کے درمیان جوتیاں پہن کر چلنا مکروہ ہے۔ (۳)

(ابن قیمؒ) جس نے قبر پر بیٹھنے، قبر سے ٹیک لگانے اور قبر پر چلنے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت میں غور و فکر کیا اسے علم ہو جائے گا کہ یہ ممانعت صرف اہل قبور کے احترام کی غرض سے ہے کہ انہیں جوتوں سے روند نہ ڈالا جائے۔ (٤)

(ابن قدامہؒ) زائر کے لیے مستحب ہے کہ جب وہ قبروں میں داخل ہونے لگے تو جوتیاں اتار دے۔ (٥)

(احمدؒ) یہ اس حدیث پر یوں عمل کیا کرتے تھے کہ جب جنازے کے لیے جانے کا ارادہ کرتے تو موزے پہن لیتے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتیاں اتارنے کا حکم دیا ہے۔ (٦)

(البانیؒ) زائر مسلمانوں کی قبروں کے درمیان جوتیاں پہن کر مت چلے۔ (۷)

تاہم اگر جوتیاں گم ہو جانے کا اندیشہ ہو یا قبرستان میں گندگی اور کانٹے وغیرہ موجود ہوں اور زخمی ہونے کا خطرہ ہو تو جوتیاں پہن کر چلنے میں بھی کوئی حرج نہیں جیسا کہ ایک صحیح حدیث سے بھی جوتیاں پہننے کے جواز کا اشارہ

---

(۱) [موطا (۲۸/۱) مسلم (۲٤۹) کتاب الطهارة : باب استحباب إطالة الغرة..... ' أبو داود (۳۲۳۷) نسائی (۹۳/۱) ابن ماجة (٤۳۰٦) أحمد (۳۰۰/۲) أبو عوانة (۱۳۸/۱) أبو يعلى (٦٥۰۲) ابن حبان (۱۰۳۲) ابن السنی فی عمل اليوم والليلة (۱۸۹) شرح السنة (۲٥۳/۱)]

(۲) [حسن : صحيح ابن ماجه (۱۲۷٤) كتاب الجنائز : باب ما جاء فی خلع النعلين فی المقابر ' ابن ماجة (۱٥٦۸) أبو داود (۳۲۳۰) كتاب الجنائز : باب المشی فی النعل بين القبور ' نسائی (۲۰٤۷) كتاب الجنائز : باب كراهية المشی بين القبور فی النعال السبتية ' مسند احمد (۲۰۸۱۰)]

(۳) [فتح البارى (۱٦۰/۳)]

(٤) [التعليق على أبى داود (۳۷/۹)]

(٥) [المغنى لابن قدامة (٥۱٤/۳)]

(٦) [أيضا]

(۷) [أحكام الجنائز (ص/۲٥۲)]

ملتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ ﴾ ''میت کو (قبر میں دفن کرنے کے بعد واپس جانے والے) لوگوں کے جوتوں کی آواز سنائی دیتی ہے۔'' (۱)

علاوہ ازیں اُن تمام دلائل کا عموم بھی اسی بات کی تائید کرتا ہے جن میں نفس کی حفاظت اور اپنے فائدے کی حرص رکھنے کا ذکر ہے جیسا کہ قرآن میں ہے کہ ''اپنے نفسوں کو قتل مت کرو۔'' اور حدیث میں ہے کہ ''اُس چیز کی حرص کرو جو تمہیں نفع دے۔'' اسی طرح ایک قاعدہ بھی اسی کا مؤید ہے کہ ((الضرورات تبيح المحظورات)) ''ضرورتیں ممنوع کاموں کو جائز بنا دیتی ہیں۔''

امام ابن قدامہؒ فرماتے ہیں کہ اگر چلنے والے کو کوئی ایسا عذر درپیش ہو جو اسے جوتیاں اتار کر چلنے سے روک رہا ہو مثلاً وہ کانٹے چبھ جانے سے خائف ہو یا نجاست و گندگی وغیرہ قدموں کو لگ سکتی ہو تو جوتیاں پہن کر چلنا بھی ناپسندیدہ نہیں ہے۔ (۲)

(ابن بازؒ) قبرستان میں جوتیوں کے ساتھ چلنا جائز نہیں الا کہ کوئی ضرورت ہو مثلاً قبرستان میں کانٹے ہوں یا شدید گرمی ہو۔ (۳)

(ابن عثیمینؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (٤)

لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ جوتیاں پہن کر چلنا بالکل ہی جائز سمجھ لیا جائے جیسا کہ امام ابن قدامہؒ کے قول کے مطابق اکثر اہل علم اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ یہی وجہ ہے کہ امام حسنؒ اور امام ابن سیرینؒ جوتیاں پہن کر قبروں کے درمیان چل لیا کرتے تھے۔ (٥)

قبرستان میں جوتیاں پہن کر چلنے کو جائز قرار دینے والوں کا یہ بھی خیال ہے کہ ممکن ہے آپ ﷺ نے اس آدمی کی جوتیوں میں کوئی گندگی دیکھی ہو اس لیے اسے جوتیاں اتارنے کا حکم دیا ہو۔ لیکن یہ بات درست نہیں کیونکہ حدیث میں ایسا کوئی ذکر موجود نہیں لہٰذا عام حالات میں یہ عمل بہرحال مکروہ ہے البتہ کسی عذر کی وجہ سے جوتیاں پہننے کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ (واللہ اعلم)

---

(۱) [بخاری (۱۳۳۸) كتاب الجنائز : باب الميت يسمع خفق النعال' ابو داود (۳۲۳۱)]
(۲) [المغنی لابن قدامة (۳/۵۱۵)]
(۳) [مجموع فتاوی لابن باز (۱۳/۳۵۵)]
(٤) [مجموع فتاوی لابن عثيمين (۱۷/۲۰۲)]
(٥) [المغنی لابن قدامة (۳/٥١٤)]

باب ما یحرم عند القبور — قبروں کے قریب حرام افعال کا بیان

قبروں کو مسجدیں بنالینا

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں ہے کہ

﴿ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ ﴾

''اللہ تعالیٰ یہود ونصاری پر لعنت کرے انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنالیا۔'' (١)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُودَ اِتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ ﴾

''اللہ تعالیٰ یہودیوں سے قتال کریں' انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنالیا تھا۔'' (٢)

(3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض بیویوں نے ایک گرجے کا ذکر کیا جسے انہوں نے حبشہ میں دیکھا تھا۔ حضرت اُم سلمہ اور حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہما دونوں حبش کے ملک میں گئی تھیں۔ انہوں نے اس کی خوبصورتی اور اس میں رکھی گئی تصاویر کا بھی ذکر کیا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اٹھایا اور فرمایا کہ

﴿ أُولَئِكَ إِذَا مَاتَ فِيهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلَى قَبْرِهِ مَسْجِدًا ثُمَّ صَوَّرُوا فِيهِ تِلْكَ الصُّوَرَ ' أُولَئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ ﴾

''ان لوگوں میں جب کوئی نیک آدمی فوت ہوتا ہے تو یہ اس کی قبر پر مسجد بنالیتے ہیں پھر اس کی تصویر اس میں رکھ دیتے ہیں' یہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک مخلوق میں سے بدترین لوگ ہیں۔'' (٣)

---

(١) [بخاری (١٣٣٠) کتاب الجنائز : باب ما یکره من اتخاذ المساجد علی القبور' أبو عوانة (٣٩٩/٢) أحمد (٨٠/٦)]

(٢) [بخاری (٤٣٧) کتاب الصلاة : باب الصلاة فی البیعة ' مسلم (٥٣٠) کتاب المساجد و موضع الصلاة : باب النهی عن بناء المساجد علی القبور ' أبو داود (٣٢٢٧) کتاب الجنائز : باب فی البناء علی القبر ' نسائی (٢٠٤٧) کتاب الجنائز : باب اتخاذ القبور مساجد]

(٣) [بخاری (١٣٤١) کتاب الجنائز : باب بناء المسجد علی القبر' مسلم (٥٢٨) کتاب المساجد و مواضع الصلاة : باب النهی عن بناء المساجد علی القبور ' واتخاذ الصور فیها ' نسائی (١١٥/١) أبو عوانة (٤٠٠/٢) بیهقی (٨٠/٤) أحمد (٥١/٦) ابن أبی شیبة (١٤٠/٤) شرح السنة للبغوی (٥٠٩)]

(4) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِنَّ مِنْ شِرَارِ النَّاسِ مَنْ تُدْرِكُهُ السَّاعَةُ وَهُمْ أَحْيَاءٌ وَمَنْ يَتَّخِذُ الْقُبُورَ مَسَاجِدَ ﴾

''بے شک بدترین لوگ وہ ہیں جن زندہ افراد پر قیامت قائم ہوگی اور جو قبروں کو مسجدیں بنا لیتے ہیں۔'' (۱)

(5) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے حضرت عباس رضی اللہ عنہ ملے اور انہوں نے کہا کہ اے علی! آؤ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلیں۔ اگر ہمارے بارے میں کوئی بات ہوئی تو ٹھیک ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ ہمیں بھی کوئی وصیت فرما دیں گے۔ چنانچہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بے ہوشی طاری تھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا:

﴿ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُودَ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ ﴾

''اللہ تعالیٰ یہودیوں پر لعنت کرے انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنا لیا تھا۔'' (۲)

(ابن حجر ہیثمیؒ) قبروں کو مسجدیں بنا لینا کبیرہ گناہ ہے۔ (۳)

(شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (٤)

(امیر صنعانیؒ) قبروں کو مسجدیں بنا لینے میں یہ دونوں مفہوم ہی شامل ہیں:

(1) قبروں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی جائے۔

(2) قبروں پر (مسجد بنا کر) نماز پڑھی جائے۔ (٥)

امام ابن حجر ہیثمیؒ نے بھی یہی معنی بیان کیا ہے۔ (٦)

(البانیؒ) قبروں کو مسجدیں بنانا حرام ہے۔ مزید یہ کہ قبروں کو مسجدیں بنانے میں تین اُمور شامل ہیں:

(1) قبروں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا۔

(2) قبروں پر سجدے کرنا۔

---

(۱) [**حسن** : أحكام الجنائز (ص/۲۷۸) أحمد (۳۸٤٤) طبراني كبير (۱۰٤۱۳) ابن أبي شيبة (۳٤٥/۳) ابن حبان (۳٤۰) ابن خزيمة (۷۸۹)]

(۲) [**حسن** : تحذير الساجد من اتخاذ القبور مساجد للألباني (ص / ۱۹)]

(۳) [الزواجر (۱۲۰/۱ ـ ۱۲۱)]

(٤) [نيل الأوطار (٤۰/۳)]

(٥) [سبل السلام (۲۱٤/۱)]

(٦) [الزواجر (۱۲۱/۱)]

(3) قبروں پر مسجدیں بنانا۔(۱)

(شافعیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۲)

(سلیم ہلالی) قبروں کو مسجدیں بنالینا حرام ہے۔(۳)

(صالح بن فوزان) اسی کے قائل ہیں۔(٤)

قبروں کو مزین کرنا

قبروں کو مزین کرنا چونکہ لوگوں کے لیے فتنہ' اہل قبر کی تعظیم اور شرک کا دروازہ کھولنے کے مترادف ہے اس لیے حرام ہے۔

(البانیؒ) قبروں کو مزین کرنا بدعت ہے۔(٥)

قبروں کو چراغوں سے روشن کرنا

چراغ روشن کرنا مندرجہ ذیل وجوہ کی بنا پر حرام ہے:

(1) یہ ایسی بدعت ہے کہ جس سے سلف ناواقف تھے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

(2) اس میں مال کا ضیاع ہے جو کہ نصاً ممنوع ہے۔

(3) اس میں مجوسیوں کی مشابہت ہے۔(٦)

(ابن حجر ہیثمیؒ) انہوں نے بھی اس عمل کو کبیرہ گناہ اور حرام قرار دیا ہے۔(۷)

(شوکانیؒ) قبروں پر چراغ جلانا اس لیے حرام ہے کیونکہ یہ عمل فاسد عقائد پھیلانے کا موجب ہے۔(۸)

(ابن قدامہؒ) قبروں پر چراغ جلانا جائز نہیں۔(۹)

---

(۱) [أحكام الجنائز وبدعها (ص / ۲۷۹)]

(۲) [الأم للشافعي (۲٤٦/۱)]

(۳) [موسوعة المناهي الشرعية (۲٦/۲)]

(٤) [بحوث فقهية في قضايا عصرية (ص / ۲٦٤)]

(٥) [أحكام الجنائز (ص/۳۲۹) شرح الطريقة المحمدية (۱٤/۱۱)]

(٦) [أحكام الجنائز وبدعها (ص/۲۹٤)]

(۷) [الزواجر (۱۳٤/۱)]

(۸) [نيل الأوطار (٤۰/۳)]

(۹) [المغني لابن قدامة (٤٤۰/۳)]

(سلیم ہلالی) قبروں کے پاس چراغ روشن کرنا حرام ہے کیونکہ یہ مجوسیوں کے ساتھ ان کی عبادات' ان کے رسوم ورواج اوران کی اعیاد میں مشابہت ہے۔(۱)

(صالح بن فوزان) اسی کے قائل ہیں۔(۲)

(ابن بازؒ) قبروں پر چراغ اور روشنیاں رکھنا جائز نہیں۔(۳)

تاہم جس روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِيْنَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ﴾

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں' ان پر مسجد بنانے والوں اور چراغ روشن کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔'' وہ ضعیف ہے۔(۴)

قبروں پر تعمیر مساجد' تزئین وآرائش اور چراغ روشن کرنے کی ممانعت میں حکمت

قبروں پر مساجد تعمیر کرنے' انہیں مزین کرنے یا ان پر چراغاں کرنے سے اس لیے روکا گیا ہے تاکہ شرک کا دروازہ نہ کھل سکے کیونکہ اگر قبروں پر ایسے کام کیے جائیں گے تو اس سے اہل قبور کی تعظیم کا پہلو اُبھرے گا اور انبیاء و صالحین کی تعظیم میں غلو ہی اس دنیا میں شرک کا اولین سبب بنا تھا۔

جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو بت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں پوجے جاتے تھے بعد میں وہی عرب میں پوجے جانے لگے۔ ''وَدّ'' دومۃ الجندل میں بنی کلب کا بت تھا۔ ''سواع'' بنی ہذیل کا۔ ''یغوث'' بنی مراد کا اور مراد کی شاخ بنی غطیف کا جو وادی اجوف میں قوم سبا کے پاس رہتے تھے۔ ''یعوق'' بنی ہمدان کا بت تھا۔ ''نسر'' حمیر کا بت تھا جو ذوالکلاع کی آل میں سے تھے۔

﴿أَسْمَاءُ رِجَالٍ صَالِحِيْنَ مِنْ قَوْمِ نُوْحٍ ، فَلَمَّا هَلَكُوْا أَوْحَى الشَّيْطَانُ إِلَى قَوْمِهِمْ أَنِ انْصِبُوْا إِلَى مَجَالِسِهِمُ الَّتِي كَانُوْا يَجْلِسُوْنَ أَنْصَابًا وَسَمُّوْهَا بِأَسْمَائِهِمْ فَفَعَلُوْا ، فَلَمْ تُعْبَدْ ، حَتَّى إِذَا هَلَكَ أُولٰئِكَ وَتَنَسَّخَ الْعِلْمُ عُبِدَتْ﴾

---

(۱) [موسوعة المناهى الشرعية (۲/۴۷)]

(۲) [بحوث فقهية فى قضايا عصرية (ص/ ۲۶۴)]

(۳) [مجموع فتاوى لابن باز (۱۳/۲۴۵)]

(۴) [**ضعيف** : ضعيف أبو داود (۷۰۶) ضعيف ترمذى (۵۱) ضعيف نسائى (۱۱۸) أحكام الجنائز (ص/۲۹۴) أبو داود (۳۲۳۶) كتاب الجنائز : باب فى زيارة النساء القبور ' أحمد (۲۰۳۰) نسائى (۲۰۴۳) ترمذى (۳۲۰)]

''یہ پانچوں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک لوگوں کے نام تھے۔ جب وہ فوت ہو گئے تو شیطان نے ان کے دل میں ڈالا کہ اپنی مجلسوں میں جہاں وہ بیٹھتے تھے ان کے بت قائم کر لیں اور ان بتوں کے نام اپنے نیک لوگوں کے نام پر رکھ لیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اس وقت ان بتوں کی پوجا نہیں ہوتی تھی لیکن جب وہ لوگ بھی مر گئے جنہوں نے بت قائم کیے تھے اور علم لوگوں میں نہ رہا تو ان کی پوجا ہونے لگی۔''(١)

قبروں پر بیٹھنا

(1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ نَهَى رَسُولُ اللهِ ...... وَأَنْ يُقْعَدَ عَلَيْهِ ﴾ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔''(٢)

(2) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ لَا تَجْلِسُوا عَلَى الْقُبُورِ...... ﴾ ''قبروں پر مت بیٹھو۔''(٣)

(3) ایک اور روایت میں یہ الفاظ مذکور ہیں:

﴿ أَنْ تُوطَأَ ﴾ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو روندنے سے منع فرمایا ہے۔''(٤)

(4) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَأَنْ يَجْلِسَ أَحَدُكُمْ عَلَى جَمْرَةٍ فَتَحْرُقَ ثِيَابَهُ فَتَخْلُصَ إِلَى جِلْدِهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَجْلِسَ عَلَى قَبْرٍ ﴾

''تم میں سے کوئی شخص انگارے پر بیٹھے اور وہ اس کے کپڑوں کو جلا کر جلد تک پہنچ جائے یہ اس کے لیے قبر پر بیٹھنے سے زیادہ بہتر ہے۔''(٥)

---

(١) [بخاری (٤٩٢٠) کتاب التفسیر : باب ودا ولا سواعا ولا يغوث ويعوق ونسرا]

(٢) [مسلم (٩٧٠) كتاب الجنائز : باب النهي عن تجصيص القبر والبناء عليه ' أحمد (٣٩٩/٣)]

(٣) [مسلم (٢٦/٣)]

(٤) [**صحيح** : صحيح ترمذی ' ترمذی (١٠٥٢) كتاب الجنائز : باب ما جآء فی كراهية تجصيص القبور والكتابة عليها ' مسلم (٩٧٠) كتاب الجنائز : باب النهي عن تجصيص القبر والبناء عليه]

(٥) [مسلم (٩٧١) كتاب الجنائز : باب النهي عن الجلوس على القبر والصلاة عليه ' أبو داود (٣٢٢٨) كتاب الجنائز : باب في كراهية القعود على القبر ' نسائی (٢٠٤٤) كتاب الجنائز : باب التشديد في الجلوس على القبور ' ابن ماجة (١٥٦٦) كتاب الجنائز : باب ما جاء في النهي عن المشي على القبور والجلوس ' بیهقی (٧٩/٤) أحمد (٣١١/٢)]

(جمہور) قبر پر بیٹھنا حرام ہے۔(۱)

(شافعیؒ، ابو حنیفہؒ) یہ عمل مکروہ ہے۔(۲)

(ابن قدامہؒ) قبر پر بیٹھنا مکروہ ہے۔(۳)

(امیر صنعانیؒ) یہ دلیل حرمت کا تقاضا کرتی ہے۔(٤)

(البانیؒ) حرمت کا قول برحق ہے۔(٥)

(سعودی مجلس افتاء) قبروں کے اوپر چلنا اور ان پر بیٹھنا جائز نہیں۔(٦)

(سلیم ہلالی) مسلمان کی قبر پر بیٹھنا اور اسے روندنا حرام ہے۔(۷)

قبروں کو پختہ کرنا' ان پر میت کا نام یا تاریخ وفات لکھنا یا ان پر عمارت بنانا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُجَصَّصَ الْقَبْرُ وَأَنْ يُقْعَدَ عَلَيْهِ وَأَنْ يُبْنَى عَلَيْهِ ﴾

''نبی کریم ﷺ نے قبر کو پختہ کرنے' اس پر بیٹھنے اور اس پر عمارت بنانے سے منع فرمایا ہے۔''

جامع ترمذی کی روایت میں یہ لفظ بھی ہیں:

﴿ وَأَنْ يُكْتَبَ عَلَيْهِ ...... ﴾ ''قبر پر لکھنے سے بھی منع فرمایا ہے۔''(۸)

(ابن تیمیہؒ) نبی کریم ﷺ نے قبروں پر عمارت تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے اور اسے (یعنی قبر پر بنائے گئے مزار

---

(۱) [نيل الأوطار (۳٤/۳)]

(۲) [الآثار للإمام محمد (ص/٤٥) أحكام الجنائز (ص/۲٦۸)]

(۳) [المغني لابن قدامة (٤٤٠/۳)]

(٤) [سبل السلام (۷۸٦/۲)]

(٥) [أحكام الجنائز وبدعها (ص/۲٦۸)]

(٦) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۳٤۱/۸)]

(۷) [موسوعة المناهي الشرعية (٤٤/۲)]

(۸) [مسلم (۹۷۰) كتاب الجنائز : باب النهي عن تجصيص القبر والبناء عليه ' أبو داود (۳۲۲٥) كتاب الجنائز : باب في البناء على القبر ' ترمذي (۱۰٥۲) كتاب الجنائز : باب ما جاء في كراهية تجصيص القبور والكتابة عليها ' ابن ماجة (۱٥٦۲) كتاب الجنائز : باب ما جاء في النهي عن البناء على القبور وتجصيصها ' نسائي (۸٦/٤) شرح معاني الآثار (٥۱٥/۱) حاكم (۳۷۰/۱) أحمد (۳۹۹/۳) شرح السنة للبغوي (۱٥۱۹) ابن حبان (۳۱٦٦)]

وغیرہ کو) منہدم کرنے کا حکم دیا ہے۔(۱)

(شوکانیؒ) اس حدیث میں یہ ثبوت موجود ہے کہ قبروں پر لکھنا حرام ہے اور اس ممانعت کا ظاہر یہ بتلاتا ہے کہ خواہ قبر پر میت کا نام لکھا جائے یا کچھ اور سب ناجائز ہے۔(۲)

(ابن حزمؒ) قبر پر عمارت بنانا' اسے پختہ کرنا اور اس کی مٹی پر زائد مٹی ڈالنا سب حرام ہے اور ایسی ہر چیز کو منہدم کر دیا جائے گا۔(۳)

(ابن قدامہؒ) قبر پر عمارت تعمیر کرنا' اسے چونہ گچ کرنا اور اس پر لکھنا مکروہ ہے۔(٤)

(عبداللہ بسام) قبروں پر بنائی جانے والی عمارت بہت بڑا شرک کا ذریعہ ہے.........لٰہذا واجب ہے کہ ایسی تمام عمارات جو قبروں پر بنائی گئی ہیں انہیں مٹا دیا جائے اور انہیں زمین کے ساتھ برابر کر دیا جائے۔(٥)

(سلیم ہلالی) سنت یہ ہے کہ بلند قبروں کو گرا دیا جائے اور انہیں برابر کر دیا جائے۔(٦)

قبر پر زائد مٹی ڈالنا

سنن نسائی کی روایت میں یہ لفظ زائد ہیں:

﴿أَوْ يُزَادُ عَلَيْهِ ...... ﴾ ''آپ ﷺ نے اس پر (قبر کی مٹی سے) زائد مٹی ڈالنے سے بھی منع فرمایا ہے۔''(۷)

(البانیؒ) قبر کو اس سے نکلنے والی مٹی سے زیادہ (مٹی ڈال کر) بلند کرنا حرام ہے۔(۸)

قبر دَب جانے کی صورت میں زائد مٹی ڈالنا کیسا ہے؟

اہل علم کا کہنا ہے کہ بارش یا کسی اور وجہ سے اگر قبر دَب جائے اور اسے پہچاننا مشکل ہو رہا ہو تو پھر زائد مٹی ڈال کر اُسے شرعی حد تک یعنی ایک بالشت برابر بلند کیا جا سکتا ہے۔(واللہ اعلم)

---

(۱) [كما في توضيح الأحكام شرح بلوغ المرام (۲٤٥/۳)]

(۲) [نيل الأوطار (۹۷/٤)]

(۳) [موسوعة المناهي الشرعية (۳۹/۲)]

(٤) [المغني لابن قدامة (٤۳۹/۳)]

(٥) [توضيح الأحكام شرح بلوغ المرام (۲٤٥/۳)]

(٦) [موسوعة المناهي الشرعية (۳۹/۲)]

(۷) [**صحيح** : صحيح نسائي (۱۹۱٦) كتاب الجنائز : باب الزيادة على القبر ' نسائي (۲۰۲۹) إرواء الغليل (۷٥۷)]

(۸) [أحكام الجنائز وبدعها (ص / ۲٦۰)]

ایسی مسجد جس میں قبر ہو یا جو قبرستان میں ہو اس میں نماز پڑھنا

(1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

''قبروں کے درمیان نماز پڑھنے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔'' (۱)

(2) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ساری زمین نماز کی جگہ ہے سوائے قبرستان اور حمام کے۔'' (۲)

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ اِجْعَلُوْا فِیْ بُیُوْتِکُمْ مِنْ صَلَاتِکُمْ ' وَلَا تَجْعَلُوْهَا قُبُوْرًا ﴾

''اپنی نماز کا کچھ حصہ اپنے گھروں میں بھی ادا کیا کرو اور انہیں قبریں مت بناؤ۔'' (۳)

(ابن تیمیہؒ) قبرستان میں نماز پڑھنا جائز نہیں...... جو قبرستان میں نماز پڑھے گا اسے دوبارہ پڑھنی پڑے گی۔ (٤)

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ

ائمہ کا اتفاق ہے کہ قبر پر مسجد نہیں بنائی جائے گی کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یقیناً جو لوگ تم سے پہلے تھے انہوں نے قبروں پر مسجدیں بنا لی تھیں۔ خبردار! تم قبروں پر مسجدیں مت بنانا' میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں۔ مسجد میں کسی میت کو دفن کرنا بھی جائز نہیں۔ اگر تدفین سے پہلے مسجد ہو تو قبر کو تبدیل کر دیا جائے گا' یا تو قبر کو برابر کر کے یا پھر مردے کو قبر سے نکال کر اگر قبر نئی ہے اور اگر قبر کے بعد مسجد بنائی گئی ہے تو یا مسجد کو ختم کر دیا جائے گا یا پھر قبر کی صورت کو زائل کر دیا جائے گا۔ پس ایسی مسجد جو قبر پر ہو اس میں نہ فرض نماز پڑھی جا سکتی

---

(۱) [طبرانی أوسط (۸۰/۱) ابن عربی فی معجمہ (۱/۲۳۵) امام ہیثمیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [المجمع (۳۶/۳)] شیخ البانیؒ نے بھی اس کی موافقت کی ہے۔ [أحکام الجنائز (ص/۱۳۸)]

(۲) [**صحیح** : صحیح ابن ماجة (۶۰۶) إرواء الغلیل (۳۲۰) ابن ماجة (۷٤۵) کتاب المساجد والجماعات: باب المواضع التی تکرہ فیہا الصلاة' ابو داود (٤۹۲)]

(۳) [بخاری (۱۱۸۷) کتاب الجمعة : باب التطوع فی البیت' مسلم (۷۷۷) کتاب صلاة المسافرین وقصرھا : باب استحباب صلاة النافلة فی بیتہ وجوازھا فی المسجد' ابو داود (۱۰٤۳) کتاب الصلاة : باب صلاة الرجل التطوع فی بیتہ' ترمذی (٤۵۱) کتاب الصلاة : باب ما جاء فی فضل صلاة التطوع فی البیت' ابن ماجہ (۱۳۷۷) کتاب إقامة الصلاة والسنة فیہا : باب ما جاء فی التطوع فی البیت' ابن أبی شیبة (۲۵۵/۲) ابن خزیمة (۱۲۰۵) بیہقی (۱۸۹/۲)]

(٤) [الاختیارات العلمیة (ص/ ۲۵)]

ہے اور نہ نفل کیونکہ یہ عمل ممنوع ہے۔(۱)

ایک اور مقام پر رقمطراز ہیں کہ

یہ مساجد جو انبیاء وصالحین اور بادشاہوں وغیرہ کی قبروں پر بنائی گئی ہیں انہیں گرا کر یا کسی اور طریقے سے ختم کرنا واجب ہے۔ یہ ایسا مسئلہ ہے کہ جس کے متعلق ہمارے علم کے مطابق معروف علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں اور بغیر کسی اختلاف کے ان مساجد میں نماز پڑھنا بھی ناپسندیدہ عمل ہے اور ہمارے نزدیک ان میں پڑھی گئی نماز قابل قبول نہیں کیونکہ اس ضمن میں ممانعت اور لعنت موجود ہے۔(۲)

الجواب الباہر میں بیان کرتے ہیں کہ

ایسی مساجد میں نماز پڑھنا جو قبروں پر بنائی گئی ہیں مطلق طور پر ممنوع ہے۔(۳)

(شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٤)

(احمدؒ) جس نے قبرستان میں یا کسی قبر کی طرف نماز پڑھی وہ لازماً دوبارہ نماز پڑھے گا۔

(ابن حزمؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٥)

(حنابلہ) قبروں پر بنائی ہوئی مسجدوں میں نماز نہیں ہوتی اور ایسی مسجدوں کو گرانا واجب ہے۔(٦)

(البانیؒ) قبرستان نماز کی جگہ نہیں ...... اور اس میں نماز پڑھنا حرام ہے۔(٧)

ایک دوسرے مقام پر رقمطراز ہیں کہ اگر کوئی انسان قبرستان میں صرف قبروں کی وجہ سے یا تبرک کی غرض سے نماز پڑھنے جاتا ہے تو اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ان مساجد میں نماز پڑھنا حرام ہے بلکہ نماز باطل ہو جائے گی۔(۸)

(ابن بازؒ) جس مسجد میں قبر ہو اس میں نماز نہیں پڑھی جائے گی۔(۹)

---

(۱) [مجموع الفتاوی لابن تیمیه (۱۰۷/۱)' (۱۹۲/۲)]

(۲) [اقتضاء الصراط المستقیم (ص / ۱٥۹)]

(۳) [الجواب الباهر فی زور المقابر (ص ۲۲/۱-۲)]

(٤) [نیل الأوطار (۱۱۲/۲)]

(٥) [المحلی (۲۷/٤-۲۸)]

(٦) [شرح المنتهی (۳٥۳/۱) تحذیر الساجد للألبانی (ص / ٥٦)]

(٧) [أحکام الجنائز وبدعها (ص / ۲۷۱-۲۷۳)]

(۸) [تحذیر الساجد من اتخاذ القبور مساجد (ص / ۱٦۳)]

(۹) [مجموع فتاوی لابن باز (۲۳۳/۱۳)]

قبروں پر عرس یا میلوں کا اہتمام کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَا تَجعلُوا قَبرِیْ عِیدًا ﴾ ''میری قبر کو عید مت بنانا۔''(۱)

عید کا مطلب یہ ہے کہ معین اوقات اور معروف موسموں میں عبادت کے لیے قبر کے پاس جانا۔

(ابن تیمیہؒ) (اس حدیث میں) محل شاہد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر روئے زمین پر تمام قبروں سے افضل ہے۔ جب اسے عید بنانے (یعنی وہاں میلے ٹھیلے لگانے) سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا ہے تو دوسری کسی بھی قبر کو عید بنانا بالاولیٰ ممنوع ہے۔(۲)

(البانیؒ) یہ حدیث دلیل ہے کہ انبیاء وصالحین کی قبروں کو عید بنانا حرام ہے۔(۳)

(سلیم ہلالی) انبیاء وصالحین کی قبروں پر میلے لگانا یعنی معین اوقات اور معلوم موسموں میں ان کی طرف سفر کر کے جانا' حرام ہے۔(٤)

قبروں یا مزاروں کی طرف سفر کر کے جانا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَی ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ ' اَلْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الرَّسُوْلِ وَمَسْجِدِ الْأَقْصَی ﴾ ''تین مسجدوں کے سوا کسی کے لیے رخت سفر نہ باندھا جائے: ایک مسجد حرام' دوسری مسجد نبوی اور تیسری مسجد اقصیٰ۔''(٥)

مردے کی ہڈی توڑنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ کَسْرُ عَظْمِ الْمَیِّتِ کَکَسْرِہِ حَیًّا ﴾

---

(۱) [**حسن** : أحكام الجنائز (ص/٢٨٠) أبو داود (٢٠٤٢) كتاب المناسك : باب زيارة القبور' أحمد (٣٦٧/٢)]

(۲) [اقتضاء الصراط المستقيم (ص/١٥٥)]

(۳) [أحكام الجنائز (ص/٢٨١)]

(٤) [موسوعة المناهي الشرعية (٤٦/٢)]

(٥) [بخاری (١١٨٩) كتاب فضل الصلاة فی مكة والمدينة : باب فضل الصلاة فی مسجد مكة والمدينة]

''کسی مردے کی ہڈی توڑنے (کا حکم) زندہ انسان کی ہڈی توڑنے (کے حکم) کی طرح ہے۔'' (۱)

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں ﴿ فِي الْإِثْمِ ﴾ ''گناہ میں (زندہ کی ہڈی توڑنے کی مانند ہے)'' کے لفظ زائد ہیں۔لیکن یہ روایت ضعیف ہے۔(۲)

(حنابلہ) میت کے اعضاء میں سے کسی کو کاٹنا' اس کی ذات کو ہلاک کرنا اور اسے جلا دینا حرام ہے خواہ اس نے اس کی وصیت ہی کی ہو۔(۳)

(ابن حجر ہیثمی رحمہ اللہ) یہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔(٤)

(البانی رحمہ اللہ) کسی مردے کی ہڈی توڑنا جائز نہیں۔(٥)

(سلیم ہلالی) مسلمان کی ہڈی کی حرمت وفات کے بعد بھی اُسی طرح ہے جیسے زندگی میں ہے لہٰذا اسے توڑنا یا اسے ایذاء پہنچانا جائز نہیں۔نیز کافروں کی ہڈیوں کی کوئی حرمت نہیں۔(٦)

علاوہ ازیں علمائے کرام نے جرم کی تحقیق وتفتیش کے لیے پوسٹ مارٹم اور علاج معالجے کے لیے چیر پھاڑ کرنے کی اجازت دی ہے۔

قبروں پر جانور ذبح کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَا عَقْرَ فِي الْإِسْلَامِ ﴾ ''اسلام میں عقر (یعنی قبر پر ذبح) نہیں ہے۔''

امام عبدالرزاق کہتے ہیں کہ

﴿ كَانُوا يَعْقِرُونَ عِنْدَ الْقَبْرِ بَقَرَةً أَوْ شَاةً ﴾

---

(۱) [**صحيح** : صحيح أبو داود (٢٧٤٦) كتاب الجنائز : باب في الحفار يجد العظم هل يتنكب ذلك المكان' صحيح ابن ماجة (١٣١٠) إرواء الغليل (٧٦٣) أبو داود (٣٢٠٧) ابن ماجة (١٦١٦) كتاب الجنائز : باب في النهي عن كسر عظام الميت ' أحمد (٤٨/٦) دارقطني (١٨٨/٣) أبو نعيم في أخبار أصبهان (١٨٦/٢) بيهقي (٥٨/٤) أبو نعيم في الحلية (٩٥/٧)]

(۲) [ضعيف ابن ماجة (٣٥٦) إرواء الغليل (٢١٥/٣) أحكام الجنائز (ص/٢٩٦) ابن ماجة (١٦١٧)]

(۳) [كشاف القناع (١٢٧/٢) أحكام الجنائز (ص/٢٩٦)]

(٤) [الزواجر (١٣٤/١)]

(٥) [أحكام الجنائز وبدعها (ص/٢٩٥)]

(٦) [موسوعة المناهي الشرعية (٣٨/٢-٣٩)]

''(جاہلیت میں) لوگ قبر کے پاس گائے یا بکری ذبح کرتے تھے (اسے عقر کہتے ہیں)۔'' (۱)

(ابن تیمیہؒ) قبروں پر ذبح کرنا مطلقاً ممنوع ہے۔(۲)

(نوویؒ) قبروں پر ذبح کرنا مذموم فعل ہے۔(۳)

(سید سابقؒ) شارع علیہ السلام نے جاہلی رسوم سے بچتے ہوئے قبر کے قریب جانور ذبح کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(البانیؒ) قبروں پر جانور ذبح یا نحر کرنا حرام ہے۔(٤)

(سلیم ہلالی) قبروں پر جانور ذبح کرنا مطلق طور پر حرام ہے کیونکہ دورِ جاہلیت میں کوئی فوت ہو جاتا تو جاہلیت کے لوگ اس کی قبر کے قریب اُونٹ ذبح کرتے تھے۔ امام احمدؒ، امام ابن تیمیہؒ، امام نوویؒ اور دیگر اہل علم اسی حرمت کے قائل ہیں۔(٥)

قبروں پر قرآن کی قراءت کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ مَقَابِرَ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْفِرُ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِي تُقْرَأُ فِيهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ ﴾

''اپنے گھروں کو قبریں مت بناؤ۔ بے شک شیطان اُس گھر سے فرار اختیار کرتا ہے جس میں سورۂ بقرہ کی تلاوت کی جاتی ہے۔'' (٦)

(جمہور، ائمہ اربعہ) اسی کے قائل ہیں۔

(البانیؒ) قبروں کی زیارت کے وقت قراءت قرآن کا سنت سے کوئی ثبوت نہیں ملتا۔(٧)

---

(١) [**صحيح** : صحيح أبو داود (٢٧٥٩) كتاب الجنائز : باب كراهية الذبح عندالقبر ' أحمد (١٤٠/٣) أبو داود (٣٢٢٢) بيهقى (٥٧/٤)]

(٢) [اقتضاء الصراط المستقيم (ص/١٨٢)]

(٣) [المجموع (٣٢٠/٥)]

(٤) [أحكام الجنائز وبدعها (ص / ٢٥٩)]

(٥) [موسوعة المناهى الشرعية (٢٣/٢)]

(٦) [مسلم (٧٨٠) كتاب صلاة المسافرين وقصرها : باب استحباب صلاة النافلة فى بيته وجوازها فى المسجد ' ترمذى (٢٨٧٧) كتاب فضائل القرآن : باب ما جاء فى فضل سورة البقرة وآية الكرسى ' نسائى فى السنن الكبرى (٨٠١٥/٥) بيهقى (٢٣٨١/٢) أحمد (٢٨٤/٢) ابن حبان (٧٨٣) شرح السنة للبغوى (١١٩٢)]

(٧) [أحكام الجنائز (ص / ٢٤١-٢٤٢) إقتضاء الصراط المستقيم (ص/١٨٢)]

(ابن تیمیہؒ) وفات کے بعد میت پر قراءتِ قرآن بدعت ہے۔(۱)

(سعودی مجلس افتاء) مردوں (خواہ وہ انبیاء ہوں' اولیاء ہوں' صالحین ہوں یا دیگر افراد ہوں) کے لیے تدفین سے پہلے یا بعد میں قراءت قرآن ثابت نہیں کیونکہ یہ عبادت ہے اور عبادات توقیفی ہوتی ہیں اور یہاں کوئی ایسی دلیل موجود نہیں جو اس عمل کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہو۔ البتہ رسول اللہ ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا' جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہماری مہر نہیں وہ ہم میں سے نہیں۔(۲)

(ابن عثیمینؒ) اہل علم کے اقوال میں سے راجح یہ ہے کہ قبر پر تدفین کے بعد قراءت کرنا بدعت ہے کیونکہ نہ یہ عمل رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں موجود تھا' نہ آپ ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے اور نہ ہی آپ ﷺ ایسا کرتے تھے بلکہ زیادہ سے زیادہ اس ضمن میں جو وارد ہے وہ یہ ہے کہ تدفین کے بعد آپ ﷺ قبر پر کھڑے ہوتے اور کہتے کہ اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اس کے لیے ثابت قدمی کا سوال کرو کیونکہ اب اسے سوال کیا جا رہا ہے۔ اگر قبر کے پاس قراءت بہتر ہوتی یا شرعی طور پر ثابت ہوتی تو نبی کریم ﷺ ضرور اس کا حکم ارشاد فرماتے حتی کہ صحابہ کو بھی اس کا علم ہوتا۔(۳)

(صالح بن فوزان) قبروں پر قراءت قرآن بدعت ہے۔(٤)

قبروں پر سورۂ یٰس کی قراءت

(ابن بازؒ) قبر پر سورۂ یٰس کی قراءت یا قرآن کی کسی اور سورت کی قراءت نہ تدفین کے بعد جائز ہے اور نہ ہی تدفین کے دوران اور نہ ہی قبرستان میں کوئی قراءت جائز ہے کیونکہ نہ تو نبی کریم ﷺ نے یہ عمل کیا ہے اور نہ ہی خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے۔ جیسا کہ قبرستان میں نہ اذان جائز ہے اور نہ ہی اقامت بلکہ یہ سب کچھ بدعت ہے اور رسول اللہ ﷺ سے یہ صحیح ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ مردود ہے۔(٥)

(البانیؒ) قبروں پر سورۂ یٰس کی قراءت بدعت ہے۔(٦)

---

(۱) الاختيارات العلمية (ص / ٥٣)]

(۲) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٩/ ٥٢)]

(۳) [فتاوى إسلامية (٢/ ٥٣)]

(٤) [بحوث فقهية في قضايا عصرية (ص / ٢٦٢)]

(٥) [فتاوى إسلامية (٢/ ٥٢)]

(٦) [أحكام الجنائز وبدعها (ص / ٣٢٥)]

جس روایت میں موجود ہے کہ جس نے قبرستان میں داخل ہو کر سورۂ یٰس کی قراءت کی تو اللہ تعالیٰ اہل قبور سے عذاب میں تخفیف کر دیں گے۔ اس کی کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ وہ روایت نہایت کمزور درجے کی ہے۔ شیخ البانیؒ نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (۱)

قبروں پر ماتھا ٹیکنا یا سجدے کرنا

چونکہ سجدہ کرنا عبادت ہے اور عبادت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے کرنا فرض ہے لہٰذا جو اللہ کے علاوہ کسی اور کو سجدہ کرے گا وہ عبادت میں کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنائے گا اور شرک کو اللہ تعالیٰ ہرگز معاف نہیں فرمائیں گے۔

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ فَاسْجُدُوا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوا ﴾ [النجم : ٦٢]

''اللہ ہی کے لیے سجدہ کرو اور عبادت کرو۔''

(2) ﴿ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهِ ﴾ [النساء : ٤٨]

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ کیے گئے شرک کو نہیں بخشیں گے۔''

(3) حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی وفات سے پانچ دن پہلے یہ سنا' آپ فرما رہے تھے' یقیناً میں اس بات سے بری ہوں کہ تم میں سے کسی کو اپنا خلیل بناؤں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل بنایا ہے۔ اگر میں کسی کو اپنا خلیل بناتا تو میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیل بناتا:

﴿ أَلَا وَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُونَ قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ وَصَالِحِيهِمْ مَسَاجِدَ أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ فَإِنِّيْ أَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ ﴾

''خبردار! وہ لوگ جو تم سے پہلے تھے وہ اپنے انبیاء و صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنا لیا کرتے تھے۔ خبردار! تم قبروں کو سجدہ گاہیں مت بنانا' میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں۔'' (۲)

قبروں پر چادریں یا چڑھاوے چڑھانا

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

---

(۱) [شرح الصدور للسيوطي (ص / ١٣٠) السلسلة الضعيفة (١٢٤٦)]

(۲) [مسلم (٥٣٢) كتاب المساجد ومواضع الصلاة : باب النهي عن بناء المساجد على القبور واتخاذ الصور' ابن حبان (٦٤٢٥) طبراني كبير (١٦٨٦) أبو عوانة (٤٠١/١) طبقات ابن سعد (٢٤٠/٢) بيهقي في دلائل النبوة (١٧٦/٧-١٧٧)]

﴿ قُلْ إِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ﴾ [الأنعام : ١٦٢]

''کہہ دو بے شک میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب کچھ خالص اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو سارے جہان کا مالک ہے۔''

(ابن تیمیہؒ) ائمہ کا اتفاق ہے کہ قبر کو کپڑوں سے ڈھانپنا گناہ ہے۔(١)

(سید سابق) قبروں کو (چادروں سے) ڈھانپنا جائز نہیں کیونکہ یہ ایسا کام ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں اور ایسا مالی تصرف ہے جس کا کوئی شرعی مقصود نہیں۔ مزید برآں عوام کو گمراہ کرنے کا بھی ذریعہ ہے۔(٢)

کیا مردے سنتے ہیں؟

برحق مؤقف یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی میں خواہ کتنا ہی نیک' بزرگ' ولی یا پیغمبر ہو وہ مرنے کے بعد زندہ افراد کے کلام سے کچھ نہیں سن سکتا سوائے اس کے جو اسے اللہ سنا دے۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿ إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَ لَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ ﴾ [النمل : ٨٠]

''بے شک آپ نہ مردوں کو سنا سکتے ہیں اور نہ بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں۔''

(2) ﴿ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَ لَا الْأَمْوَاتُ إِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَاءُ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴾ [فاطر : ٢٢]

''زندے اور مردے برابر نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سنا دیتا ہے اور آپ ان کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں۔''

(البانیؒ) کتاب وسنت میں کوئی ایسی دلیل موجود نہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ مردے سنتے ہیں بلکہ نصوص کا ظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مردے نہیں سنتے۔(٣)

(سعودی مجلس افتاء) اصل یہ ہے کہ مردے زندوں کا کلام نہیں سنتے الا کہ جس کے متعلق دلیل موجود ہو۔(٤)

جن حضرات کا زعمِ باطل یہ ہے کہ مردے سنتے ہیں ان کے چند دلائل اور جوابات حسب ذیل ہیں:

(1) صحیح بخاری کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا﴿ إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ ﴾ ''میت کو

---

(١) [كما في توضيح الأحكام شرح بلوغ المرام (٢٤٥/٣)]

(٢) [فقه السنة (٢٨٨/١)]

(٣) [الفوائد (٤٨٣/١)]

(٤) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٨٢/٩)]

(قبر میں دفن کرنے کے بعد واپس جانے والے) لوگوں کے جوتوں کی آواز سنائی دیتی ہے۔'' (۱)

اس حدیث سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ مردے ہمیشہ ہر وقت سنتے ہیں بلکہ اس میں تو صرف اتنا ہی ذکر ہے کہ جب مردے کو دفن کر کے لوگ واپس لوٹتے ہیں تو وہ اس وقت ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ نیز اس حدیث کا سیاق بتاتا ہے کہ جب وہ آواز سنتا ہے اس وقت اس میں روح ڈالی جا چکی ہوتی ہے تاکہ وہ منکر' نکیر کے سوالوں کا جواب دے سکے۔

(2) جنگ بدر کے روز رسول اللہ ﷺ نے قریش کے چوبیس مقتول سرداروں کو بدر کے ایک کوئیں میں پھینکنے کا حکم دیا۔ جب انہیں پھینک دیا گیا تو آپ ﷺ نے کوئیں کے کنارے پر کھڑے ہو کر ان کے نام لے کر انہیں پکارا اور کہا' آج تمہارے لیے یہ بہتر نہیں تھا کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کرتے؟ یقیناً ہم سے جو ہمارے رب نے وعدہ کیا تھا وہ ہمیں مل گیا ہے تو کیا تمہارے رب کا تمہارے متعلق جو عذاب کا وعدہ تھا وہ تمہیں بھی مل گیا ہے؟ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ رسول! آپ ان لاشوں سے کیوں کلام کر رہے ہیں جن میں روح ہی نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ مَا أَنْتُم بِأَسْمَعَ لِمَا أَقُولُ مِنْهُمْ ﴾

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جو میں کہہ رہا ہوں تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے۔'' (۲)

اس حدیث سے یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ مردے سنتے ہیں حالانکہ یہ حدیث بتلاتی ہے کہ مردے نہیں سنتے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے کلام پر اعتراض کیا اور پھر جواب میں آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ مردے سنتے ہیں بلکہ آپ ﷺ نے کہا کہ یہ بھی تمہاری مانند سن رہے ہیں یعنی آپ ﷺ کا کلام سننا صرف اُن مردوں کے ساتھ خاص تھا اور یہ آپ ﷺ کا ایک معجزہ تھا۔ وگرنہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے صاف فرما دیا ہے کہ ''تو اہل قبور کو نہیں سنا سکتا'' جیسا کہ ابھی پیچھے آیت گزری ہے۔

(3) حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے دنوں میں سے سب سے افضل دن جمعہ کا دن ہے:

﴿ فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيهِ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ ﴾

---

(۱) [بخاری (۱۳۳۸) کتاب الجنائز : باب المیت یسمع خفق النعال' ابو داود (۳۲۳۱)]

(۲) [بخاری (۳۹۷٦) کتاب المغازی : باب قتل أبی جهل' احمد (۱۲۹/٤)]

''لہٰذا تم اس دن میں مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔'' (۱)

اس حدیث میں یہ کہیں مذکور نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہو کہ میں تمہارا درود سنتا ہوں بلکہ وہ تو فرشتوں کے ذریعے آپ تک پہنچایا جاتا ہے جیسا کہ ایک دوسری روایت میں یہ وضاحت موجود ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ فِي الْأَرْضِ يُبَلِّغُونِي عَنْ أُمَّتِي السَّلَامَ ﴾

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ فرشتے زمین میں چلتے پھرتے ہیں اور میری امت کی طرف سے بھیجا ہوا سلام مجھے پہنچاتے ہیں۔'' (۲)

(4) جس روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبرستان میں داخل ہوتے وقت یہ دعا سکھائی ﴿ **السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ** ...... ﴾ ''اے اہل قبور! تم پر سلام ہو۔'' اس سے یہ استدلال کرنا کہ مردے سنتے ہیں' درست نہیں کیونکہ اس میں ایسا کوئی ذکر موجود نہیں۔ لیکن اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پھر سلام کہنے کا کیا مطلب ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم صرف اُسی عمل کے مکلّف ہیں جس کا ذکر شریعت مطہرہ میں موجود ہے اور جس کے متعلق شریعت خاموش ہے ہمیں بھی اس معاملے میں سکوت اختیار کرنا چاہیے۔ چونکہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل قبور کو سلام کرنے کی ترغیب دلائی ہے اس لیے ہمیں ان کو سلام کرنا چاہیے اور وہ سلام سنتے ہیں کہ نہیں یا جواب دیتے ہیں کہ نہیں اس کے متعلق شریعت خاموش ہے لہٰذا ہمیں بھی اس میں بحث وتمحیص کر کے اپنا وقت ضائع کرنے کی بجائے اپنا عمل درست کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کہ جس کی بدولت عذاب قبر سے نجات حاصل ہوگی۔

(5) علاوہ ازیں جس روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابورزین کے دریافت کرنے پر اسے اہل قبور کے قریب سے گزرتے وقت پڑھنے کے لیے یہ دعا سکھائی ﴿ **السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُورِ** ...... ﴾ ''اے اہل قبور! تم پر سلام ہو۔'' تو اس نے کہا' اے اللہ کے رسول! ﴿ وَ يَسْمَعُونَ ؟ قَالَ وَ يَسْمَعُونَ وَ لٰكِنْ لَا يَسْتَطِيعُونَ أَنْ يُجِيبُوا ﴾ ''کیا وہ سنتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' وہ سنتے ہیں لیکن جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔'' وہ منکر وضعیف ہونے کی وجہ سے قابل حجت نہیں۔ (۳)

---

(۱) [**صحیح** : صحیح ابن ماجة (۱۳۲٦) کتاب الجنائز : باب ذکر وفاته ﷺ ودفنه' ابن ماجة (۱٦۳٦) مسند احمد (۱٦۱٦۲)]

(۲) [**صحیح** : هدایة الرواة (۱/٤۱٦) نسائی (۳/٤۳) کتاب السهو : باب السلام علی النبی' ابن حبان (۲۲۹۳) حاکم (۲/٤۲۱) امام ابن حبانؒ اور امام حاکمؒ نے اسے صحیح کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے ان کی موافقت کی ہے۔]

(۳) [السلسلة الضعیفة (۱۱٤۷)]

باب ما ينتفع به الميت — میت کو نفع دینے والے اعمال کا بیان

مسلمان کی دعا

جبکہ اس میں قبولیت کی شرائط موجود ہوں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

(1) ﴿ وَالَّذِيْنَ جَاءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ آمَنُوْا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [الحشر : ١٠]

''اور جو ان کے بعد آئیں گے وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ایمان داروں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (اور دشمنی) نہ ڈال' اے ہمارے رب! بے شک تو شفقت و مہربانی کرنے والا ہے۔''

(2) حضرت اُم درداء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ

﴿ دَعْوَةُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ لِأَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ مُسْتَجَابَةٌ ' عِنْدَ رَأْسِهِ مَلَكٌ مُوَكَّلٌ ' كُلَّمَا دَعَا لِأَخِيْهِ بِخَيْرٍ ' قَالَ الْمَلَكُ الْمُوَكَّلُ بِهِ : آمِيْنَ وَلَكَ بِمِثْلٍ ﴾

''مسلمان آدمی کی وہ دعا قبول ہوتی ہے جو وہ اپنے بھائی کے لیے اس کی پیٹھ کے پیچھے کرتا ہے۔ اس کے سر کے پاس ایک فرشتہ مقرر ہے' جب بھی وہ اپنے بھائی کے لیے دعا کرتا ہے تو مقرر فرشتہ کہتا ہے' آمین اور تجھے بھی اس کی مثل عطا کیا جائے۔'' (١)

(3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' بلاشبہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ان (اہل قبور) کے لیے دعا کروں۔ (٢)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی جس روایت میں یہ مذکور ہے کہ

﴿ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى لَيُدْخِلُ عَلَى أَهْلِ الْقُبُوْرِ مِنْ دُعَاءِ أَهْلِ الْأَرْضِ أَمْثَالَ الْجِبَالِ ... ﴾

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ اہل زمین کی دعا سے قبر والوں پر پہاڑوں کے برابر رحمتیں نازل فرماتا ہے۔''

---

(١) [مسلم (٢٧٣٣) كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار : باب فضل الدعاء للمسلمين بظهر الغيب' الأدب المفرد للبخاري (٦٢٥) ابن ماجة (٢٨٩٥) كتاب المناسك : باب فضل دعاء الحاج' ابن أبي شيبة (١٩٧/١٠) شرح السنة للبغوي (١٣٩٧)]

(٢) [**صحيح** : أحكام الجنائز وبدعها (ص / ٢٣٩) احمد (٢٥٢/٦)]

وہ ضعیف ہے۔(۱)

میت کی طرف سے روزوں کی قضائی دینا

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ ﴾

''جو شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمہ کچھ روزے ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے۔'' (۲)

میت کی نذر پوری کرنا

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ

﴿ إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا نَذْرٌ لَمْ تَقْضِهِ ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : اِقْضِهِ عَنْهَا ﴾

''بے شک میری والدہ وفات پا گئی ہے اور اس کے ذمے نذر ہے (تو میں کیا کروں)؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' تم اس کی طرف سے نذر پوری کردو۔'' (۳)

میت کی طرف سے کوئی بھی شخص قرض ادا کر سکتا ہے

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ إِذْ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ فَقَالُوا صَلِّ عَلَيْهِ ، فَقَالَ : هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ ؟ قَالُوا لَا ، قَالَ : فَهَلْ تَرَكَ شَيْئًا ؟ قَالُوا لَا ، فَصَلَّى عَلَيْهِ ، ثُمَّ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ أُخْرَى فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! صَلِّ عَلَيْهِ ، فَقَالَ : هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ ؟ قِيلَ نَعَمْ ، قَالَ : فَهَلْ تَرَكَ شَيْئًا ؟ فَقَالُوا : ثَلَاثَةَ دَنَانِيرَ فَصَلَّى عَلَيْهِ ، ثُمَّ بِالثَّالِثَةِ فَقَالُوا : صَلِّ عَلَيْهَا ، قَالَ ، هَلْ تَرَكَ شَيْئًا ؟ قَالُوا لَا ، قَالَ : **فَهَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ ؟ قَالُوا ثَلَاثَةَ دَنَانِيرَ ، قَالَ : صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ ، قَالَ أَبُو قَتَادَةَ : صَلِّ عَلَيْهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! وَعَلَيَّ دَيْنُهُ ، فَصَلَّى عَلَيْهِ** ﴾

---

(۱) [**ضعیف** : السلسلة الضعيفة (۷۹۹) هداية الرواة (۴۵۵/۲) اس روایت کی سند میں محمد بن جابر بن ابی عیاش راوی غیر معروف ہے اور اس کی روایت اہل علم کے بقول منکر ہے۔[ميزان الاعتدال (۴۹۶/۳)]

(۲) [بخاری (۱۹۵۲) كتاب الصوم : باب من مات عليه صوم' مسلم (۱۱۴۷) أحمد (۶۹/۶) أبو داود (۲۴۰۰) بيهقی (۲۵۵/۴) مشكل الآثار (۱۴۰/۳) أبو يعلى (۴۴۱۷) ابن خزيمة (۲۰۵۲) ابن حبان (۳۵۷۴۔ الإحسان) دار قطنی (۱۹۴/۲) بيهقی (۲۵۵/۴) شرح السنة (۵۰۹/۳)]

(۳) [**صحيح** : صحيح ابو داود (۲۸۲۸) كتاب الأيمان والنذور : باب قضاء النذر عن الميت' ابو داود (۳۳۰۷) نسائی (۱۳۰/۲) ترمذی (۳۷۵/۲) بيهقی (۲۵۶/۴) طيالسی (۲۷/۷) أحمد (۱۸۹۳)]

''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے کہ ایک جنازہ لایا گیا۔ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اس کی نماز پڑھا دیجیے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا' کیا اس پر کوئی قرض ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ نہیں کوئی قرض نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ میت نے کچھ مال چھوڑا بھی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ کوئی مال نہیں چھوڑا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھا دی۔

اس کے بعد ایک دوسرا جنازہ لایا گیا۔ لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ اس کی نماز جنازہ پڑھا دیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ میت پر کسی کا قرض بھی ہے؟ عرض کیا گیا کہ ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اس نے کچھ مال بھی چھوڑا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ تین دینار چھوڑے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بھی نماز جنازہ پڑھا دی۔

پھر تیسرا جنازہ لایا گیا۔ لوگوں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ اس کی نماز پڑھا دیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق بھی وہی دریافت فرمایا کہ کیا اس نے کوئی مال ترکے میں چھوڑا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اس پر کسی کا قرض بھی ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں تین دینار قرض ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' پھر تم اپنے ساتھی کی خود ہی نماز جنازہ پڑھ لو۔ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نماز جنازہ پڑھا دیجیے' اس کا قرض میں ادا کر دوں گا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھا دی۔'' (۱)

صالح اولاد جو بھی نیک اعمال سرانجام دے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ﴾ [النجم : ۳۹]

''انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی اس نے کوشش کی۔''

اور اولاد انسان کی کوشش و کمائی میں سے ہی ہے جیسا کہ حدیث نبوی میں ہے کہ

(2) ﴿ إِنَّ مِنْ أَطْيَبِ مَا أَكَلَ الرَّجُلُ مِنْ كَسْبِهِ ' وَوَلَدُهُ مِنْ كَسْبِهِ ﴾

''بے شک سب سے پاکیزہ چیز جسے انسان کھاتا ہے وہ اس کی (اپنے ہاتھوں کی) کمائی ہے اور اس کی اولاد

---

(۱) [بخاری (۲۲۸۹) کتاب الحوالات : باب إذا حال دين الميت على رجل جاز' أحمد (۴۷/۴) نسائی (۲۷۸/۱) دارمی (۲۶۳/۲) ابن ماجة (۷۵/۲)]

بھی اس کی کمائی میں سے ہی ہے۔'' (۱)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ لَيَرْفَعُ الدَّرَجَةَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ فِي الْجَنَّةِ ' فَيَقُولُ : يَا رَبِّ ! أَنَّى لِيْ هٰذِهِ ؟ فَيَقُولُ : بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ ﴾

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ جنت میں نیک بندے کا درجہ بلند فرماتے ہیں تو بندہ عرض کرتا ہے کہ اے اللہ! یہ درجہ مجھے کیوں دیا گیا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' یہ درجہ تجھے تیرے لیے تیرے بیٹے کے استغفار کے ذریعے حاصل ہوا ہے۔'' (۲)

میت کی طرف سے حج کرنا

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ بَيْنَا أَنَا جَالِسٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِذْ أَتَتْهُ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ إِنِّيْ تَصَدَّقْتُ عَلَى أُمِّيْ بِجَارِيَةٍ وَإِنَّهَا مَاتَتْ قَالَ : فَقَالَ وَجَبَ أَجْرُكِ وَرَدَّهَا عَلَيْكِ الْمِيرَاثُ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّهُ كَانَ عَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ أَفَأَصُوْمُ عَنْهَا ؟ قَالَ صُوْمِيْ عَنْهَا ' **قَالَتْ : إِنَّهَا لَمْ تَحُجَّ قَطُّ ' أَفَأَحُجُّ عَنْهَا ؟ قَالَ : حُجِّيْ عَنْهَا** ﴾

''ایک دفعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا میں نے اپنی والدہ پر ایک لونڈی صدقہ کی تھی لیکن وہ (میری والدہ) فوت ہوگئی۔ راوی نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے اجر ضرور ملے گا اور اس نے وہ لونڈی تجھ پر میراث کی صورت میں لوٹا دی ہے۔ پھر اس نے کہا اے اللہ کے رسول! میری والدہ کے ذمے ایک ماہ کے روزے تھے کیا میں اس کی طرف سے روزے رکھوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اس کی طرف سے روزے رکھ لے۔ پھر اس نے کہا کہ اس نے کبھی حج نہیں کیا' کیا میں اس کی طرف سے حج کرلوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اس کی طرف سے حج کرلے۔'' (۳)

---

(۱) [**صحیح** : صحیح ابو داود (۳۰۱۳) أبو داود (۳۵۲۸) کتاب البیوع : باب فی الرجل یا کل من مال ولده' نسائی (۲۱۱/۲) ترمذی (۲۸۷/۲) دارمی (۲۴۷/۲) ابن ماجة (۲/۲) حاکم (۴۶/۲) طیالسی (۱۵۸۰) أحمد (۴۱/۶)]

(۲) [**حسن** : الصحیحة (۱۵۹۸) هدایة الرواة (۴۵۵/۲) ابن ماجة (۳۶۶۰) کتاب الأدب : باب بر الوالدین' احمد (۵۰۹/۲)]

(۳) [مسلم (۱۱۴۹) کتاب الصیام : باب قضاء الصیام عن المیت ' ابو داود (۲۸۷۷) کتاب الوصایا : باب فی الرجل یهب الهبة ثم یوصی له بها أو یرثها ' ترمذی (۶۶۷) کتاب الزکاة : باب ما جاء فی المتصدق یرث صدقته ' نسائی فی السنن الکبری (۶۷/۴) ابن ماجة (۱۷۵۹) کتاب الصیام : باب من مات وعلیه صیام من نذر' حاکم (۳۴۷/۴) احمد (۳۵۱/۵ـ۳۶۱)]

میت کی طرف سے صدقہ نکالنا

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

﴿ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ : إِنَّ أُمِّي أُفْتُلِتَتْ نَفْسُهَا ، وَأَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ ، فَهَلْ لَهَا أَجْرٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا ؟ قَالَ : نَعَمْ ﴾

''ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ میری والدہ اچانک فوت ہوگئی ہے اور میرا خیال ہے کہ اگر اسے بات کرنے کا موقع ملتا تو وہ ضرور صدقہ وخیرات کرتی۔ اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اسے اجر ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا' ہاں۔'' (۱)

(2) حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول!

﴿ إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ أَفَأَتَصَدَّقُ عَنْهَا ؟ قَالَ : نَعَمْ ، قُلْتُ : فَأَيُّ صَدَقَةٍ أَفْضَلُ ؟ قَالَ : سَقْيُ الْمَاءِ ﴾

''میری والدہ فوت ہوگئی ہے کیا میں اس کی طرف سے صدقہ کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا' ہاں۔ میں نے عرض کیا کہ کونسا صدقہ افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا' پانی پلانا۔'' (۲)

(شوکانیؒ) احادیث اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ اولاد اگر والدین کی طرف سے صدقہ نکالے تو اس کا ثواب والدین کو پہنچتا ہے کیونکہ اولاد والدین کی محنت وکوشش کا ہی نتیجہ ہے لیکن اگر اولاد کے علاوہ دوسرا کوئی صدقہ کرے گا تو عموم قرآن کے ظاہر سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا۔ لہٰذا اسی پر توقف کیا جائے گا۔ (۳)

(البانیؒ) یہی وہ حق ہے جس کا علمی قواعد تقاضا کرتے ہیں کہ اولاد کی طرف سے صدقے کا ثواب والدین کو پہنچتا ہے لیکن اولاد کے علاوہ کسی اور کے صدقے کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا۔ (٤)

صدقہ جاریہ اور اچھے اثرات

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

---

(۱) [بخاری (۱۳۸۸) کتاب الجنائز : باب موت الفجأة البغتة ' مسلم (۱۰۰٤) کتاب الزکاة : باب وصول ثواب الصدقة عن المیت إلیه' ابن ماجة (۲۷۱۷) کتاب الوصایا : باب من مات ولم یوص هل یتصدق عنه' نسائی (۳٦٥۱) ابن حبان (۳۳٥۳) ابن خزیمة (۲٤۹۹) بیهقی (۲۷۷/٦) مؤطا (۱٤۹۰)]

(۲) [**حسن** : صحیح نسائی (۳٤۲٥) کتاب الوصایا : باب فضل الصدقة عن المیت' نسائی (۳٦۹٤)]

(۳) [نیل الأوطار (۷۹/٤)]

(٤) [أحکام الجنائز وبدعها (ص / ۲۱۹)]

﴿ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ ﴾ [یس: ۱۲]

''ہم لکھتے جاتے ہیں وہ اعمال بھی جن کو لوگ آگے بھیجتے ہیں اور ان کے وہ اعمال بھی جن کو پیچھے چھوڑ جاتے ہیں (یعنی ایسے عمل اور نمونے دنیا میں پیچھے چھوڑ جاتے ہیں کہ ان کے مرنے کے بعد لوگ ان کی اقتداء میں وہ اعمال بجالاتے رہتے ہیں)۔''

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِذَا مَاتَ الإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ : إِلا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ ﴾

''جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو تین اعمال کے سوا اس کے تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں:

1- صدقہ جاریہ۔
2- ایسا علم جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہوں۔
3- نیک وصالح اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی رہے۔(۱)

مسجد یا مسافر خانے کی تعمیر جو وہ اپنی زندگی میں کر گیا ہو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِنَّ مِمَّا يَلْحَقُ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَمَلِهِ وَحَسَنَاتِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ عِلْمًا عَلَّمَهُ وَ نَشَرَهُ وَوَلَدًا صَالِحًا تَرَكَهُ وَمُصْحَفًا وَرَّثَهُ أَوْ مَسْجِدًا بَنَاهُ أَوْ بَيْتًا لِابْنِ السَّبِيلِ بَنَاهُ أَوْ نَهْرًا أَجْرَاهُ أَوْ صَدَقَةً أَخْرَجَهَا مِنْ مَالِهِ فِي صِحَّتِهِ وَحَيَاتِهِ يَلْحَقُهُ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِ ﴾

''مومن آدمی کو وفات کے بعد جن اعمال وحسنات کا ثواب ملتا رہتا ہے ان میں وہ علم ہے جسے اس نے لوگوں کو سکھایا اور اس کی نشر واشاعت کی' نیک اولاد جسے وہ اپنے پیچھے چھوڑ گیا' قرآن جسے دوسروں کو سکھا کر اس کا وارث بنا گیا' وہ مسجد یا مسافر خانہ جسے وہ تعمیر کرا گیا' ایسی نہر جسے وہ جاری کرا گیا اور وہ صدقہ جسے وہ اپنی زندگی میں صحت وتندرستی کی حالت میں نکالتا رہا۔ ان تمام اعمال کا ثواب اسے مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔(۲)

---

(۱) [مسلم (۱٦۳۱) کتاب الوصية : باب ما يلحق الإنسان من الثواب بعد المیت' الأدب المفرد للبخاری (۳۸) أبو داود (۲۸۸۰) نسائی (۲/۱۲۹) مشکل الآثار (۱/۸۵) بیهقی (٦/۲۷۸) أحمد (۲/۳۷۲) ابن حبان (۳۰۱٦) بغوی (۱۳۹) نسائی فی السنن الکبری (٤/٦٤۷۸)]

(۲) [حسن : صحیح ابن ماجة (۱۹۸) ... ابن ماجة (۲٤۲)]

کفار و مشرکین کو وفات کے بعد کسی چیز کا بھی فائدہ نہیں پہنچتا

عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ

﴿ أَنَّ الْعَاصَ بْنَ وَائِلٍ نَذَرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ يَّنْحَرَ مِائَةَ بَدَنَةٍ وَ أَنَّ هِشَامَ بْنَ الْعَاصِ نَحَرَ حِصَّتَهُ خَمْسِيْنَ بَدَنَةً وَأَنَّ عَمْرًا سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ ' فَقَالَ : **أَمَّا أَبُوْكَ فَلَوْ أَقَرَّ بِالتَّوْحِيْدِ فَصُمْتَ وَ تَصَدَّقْتَ عَنْهُ نَفَعَهُ ذٰلِكَ** ﴾

''عاص بن وائل نے جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ وہ سو اونٹ نحر کرے گا۔ ہشام بن عاص نے اپنے حصے کے پچاس اونٹ نحر کر دیئے۔ لیکن حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اگر تمہارا والد توحید کا اقرار کرتا پھر تو اس کی طرف سے روزے رکھتا اور صدقہ کرتا تو اسے ثواب ملتا۔'' (۱)

سنن ابی داود کی روایت میں یہ لفظ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِنَّهُ لَوْ كَانَ مُسْلِمًا فَأَعْتَقْتُمْ عَنْهُ ' أَوْ تَصَدَّقْتُمْ عَنْهُ ' أَوْ حَجَجْتُمْ عَنْهُ ' بَلَغَهُ ذٰلِكَ ﴾

''بلاشبہ اگر وہ مسلمان ہوتا تو تم اس کی طرف سے غلام آزاد کرتے یا اس کی طرف سے صدقہ کرتے یا اس کی طرف سے حج کرتے تو اسے اس کا ثواب پہنچ جاتا۔'' (۲)

---

(۱) [**حسن** : أحكام الجنائز وبدعها (ص ۲۱۸) احمد (۶۷۰۴) السلسلة الصحيحة (۴۸۴)]

(۲) [**حسن** : صحيح ابو داود (۲۵۰۷) كتاب الوصايا : باب ما جاء في وصية الحربي يسلم وليه أيلزمه أن ينفذها ' ابو داود (۲۸۸۳) بيهقي (۲۷۹/۶)]

باب بدع الجنائز — جنازے کی بدعات کا بیان

قریب المرگ شخص کے متعلق غیر مسنون افعال

- ❑ قریب المرگ کے پاس سورہ یٰس کی قراءت کرنا۔
- ❑ قریب المرگ کے سر کے قریب قرآن رکھنا۔
- ❑ قریب المرگ کا چہرہ قبلہ رخ کرنا۔
- ❑ میت کو نبی کریم ﷺ اور ائمہ اہل بیت کا اقرار کرنے کی تلقین کرنا۔

وفات کے بعد غیر مسنون افعال

- ❑ یہ عقیدہ رکھنا کہ میت کی روح اُس جگہ کے گرد گھومتی ہے جس میں وہ فوت ہوا۔
- ❑ یہ اعتقاد کہ جو جمعہ کے دن میں یا جمعہ کی رات میں فوت ہوا اسے صرف ایک گھڑی عذاب ہوگا پھر قیامت تک عذاب نہیں ہوگا۔
- ❑ میت کے پاس وفات کی رات سے صبح تک شمع روشن کیے رکھنا۔
- ❑ غسل تک میت کے قریب قرآن کی قراءت کرتے رہنا۔
- ❑ جس کمرے میں وہ فوت ہوا ہے اس میں سبز ٹہنی لگا دینا۔
- ❑ مرنے والے کے قریب سورۂ فاتحہ یا سورۂ بقرہ کی تلاوت کرنا۔
- ❑ تدفین تک اہل میت کا کھانا چھوڑے رکھنا۔
- ❑ میت کی پشت' حلق اور ناک میں روئی داخل کر دینا۔
- ❑ میت پر غم واندوہ کا اظہار کرتے ہوئے بعض حضرات کا اپنی داڑھیاں بڑھا لینا۔
- ❑ اگر فوت ہونے والی بیوی ہو تو شوہر کے لیے اسے غیر محرم قرار دے دینا۔
- ❑ میت پر نعت خوانی کا اہتمام کرنا۔
- ❑ میت پر سارا سال سوگ منانا۔
- ❑ غم کی وجہ سے گوشت کھانا چھوڑ دینا۔

- میت کی روح نکلتے وقت جو حاضر تھا اُس کا سات ایام گزرنے تک کام چھوڑے رکھنا۔
- صبح و شام کے کھانے کے وقت رونے کا التزام کرنا۔

غسل کے متعلق غیر مسنون افعال

- غسل کے دوران ہر عضو کو دھوتے ہوئے غسل دینے والے کا کوئی مخصوص ذکر کرنا۔
- جنازے کو غسل دیتے وقت یا اس کے پیچھے چلتے وقت اُونچی آواز سے ذکر کرنا۔
- میت عورت ہو تو اُس کے بالوں کو دونوں پستانوں کے درمیان ڈال دینا۔
- جس جگہ میت کو غسل دیا گیا ہے وہاں تین راتیں غروبِ آفتاب سے طلوعِ آفتاب تک چراغ یا قندیل جلانا۔
- روٹی اور پانی کا کوزہ تین راتیں اُس جگہ پر رکھ دینا جہاں میت کو غسل دیا گیا تھا۔

کفن کے متعلق غیر مسنون افعال

- کفن پر کوئی دعا لکھنا۔
- کفن پر کلمہ شہادت، بسم اللہ، کوئی قرآنی آیت یا کوئی سورت لکھنا۔
- اولیائے کرام، پیر حضرات یا نیک و بزرگ لوگوں کے کپڑوں میں کفن دینا۔
- فوت ہونے والا اگر دولہا یا دولہن ہو تو اسے شادی کے ملبوسات میں ہی دفن کرنا۔
- کفن کے کپڑے کو آبِ زمزم کے پانی میں بھگو کر کفن پہنانا۔
- میت کا نام، اس کی طرف سے کلمہ شہادت کی گواہی اور اہل بیت کے نام لکھ کر کفن میں داخل کر دینا۔

جنازہ لے جانے کے متعلق غیر مسنون افعال

- جنازہ نکالتے وقت صدقہ وخیرات کا اہتمام کرنا۔
- جنازے کو نقش و نگار والی چادروں اور پھولوں کے ذریعے مزین کرنا۔
- جنازہ لے جانے سے پہلے راہ داری کے اڑھائی پارے پڑھنا۔
- جنازے کو لے جانے میں تاخیر کرنا۔
- یہ عقیدہ رکھنا کہ اگر مرنے والا نیک ہو تو اس کا جنازہ ہلکا ہوتا ہے اور گنہگار ہو تو بھاری ہوتا ہے۔
- جنازے کے پیچھے با آواز بلند ذکر کرنا۔
- جنازے کے پیچھے اُونچی آواز سے یہ الفاظ کہنا ''اس کے لیے بخشش مانگو اللہ تمہیں بخشے گا۔''

- میت کے پیچھے آگ لے کر جانا۔
- جنازے کو اولیائے کرام اور نیک لوگوں کی قبروں کا طواف کرانا۔
- جنازے کو بیت عتیق کے گرد سات چکر لگوانا۔
- جنازے کو گاڑی پر لے جانا اور اس کے پیچھے بھی گاڑیوں پر جانا۔

نماز جنازہ کے متعلق غیر مسنون افعال

- امام کا مرد کے درمیان میں اور عورت کے سینے کے برابر کھڑے ہونا۔
- دعائے استفتاح (یعنی سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ یا اَللّٰھُمَّ بَاعِدْ بَیْنِیْ) کی قراءت کرنا۔
- سورۂ فاتحہ اور اس کے بعد کوئی سورت پڑھنے سے بے رغبتی کرنا۔
- نماز جنازہ کے بعد کسی کا یہ کہنا کہ تم لوگ اس کے متعلق کیا گواہی دیتے ہو؟ پھر جواب میں لوگوں کا یہ کہنا کہ یہ نیک لوگوں میں سے تھا۔
- نماز جنازہ کے بعد سب کا اجتماعی دعا مانگنا۔

تدفین کے متعلق غیر مسنون افعال

- تدفین سے قبل جنازے کے قبرستان پہنچتے ہی بھینس ذبح کرنا اور حاضرین میں گوشت تقسیم کرنا۔
- جس جانور کو ذبح کیا گیا ہے اس کا خون جنازہ نکلتے وقت گھر سے میت کی قبر تک ڈال دینا۔
- تدفین سے قبل میت کی چارپائی کے گرد ذکر کرنا۔
- میت کو قبر میں داخل کرتے وقت اذان دینا۔
- قبر کے سر کی جانب سے میت کو قبر میں اتارنا۔
- قبر میں میت کے سر کے نیچے تکیہ وغیرہ بنا دینا۔
- قبر میں میت پر عرقِ گلاب چھڑکنا۔
- مٹی ڈالتے وقت پہلی مٹھی کے ساتھ "بسم اللہ" دوسری کے ساتھ "الملک للہ" تیسری کے ساتھ "القدرۃ للہ" چوتھی کے ساتھ "العزۃ للہ" پانچویں کے ساتھ "العفو و الغفران للہ" چھٹی کے ساتھ "الرحمۃ للہ" اور ساتویں کے ساتھ یہ دو آیتیں تلاوت کرنا (1) کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ (2) مِنْھَا خَلَقْنٰکُمْ ۔
- یا پہلی مٹھی کے ساتھ " مِنْھَا خَلَقْنٰکُمْ" دوسری مٹھی کے ساتھ " وَ فِیْھَا نُعِیْدُکُمْ" اور تیسری مٹھی کے

ساتھ "وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَى" کہنا۔

- ❑ میت پر مٹی ڈالتے وقت قرآن کی قراءت کرنا۔
- ❑ میت کے سر کے قریب سورۂ فاتحہ اور اس کے قدموں کے قریب سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیات تلاوت کرنا۔
- ❑ میت کو کلمہ شہادت کی تلقین کرنا۔
- ❑ عورت کی قبر پر دو پتھر نصب کرنا۔
- ❑ تدفین کے بعد قبر پر سوگ منانا۔
- ❑ نیک لوگوں مثلاً اہل بیت وغیرہ کے پاس دفن کرنے کے لیے میت کو دور دراز علاقوں تک لے جانا۔
- ❑ قبر پر لوگوں کے درمیان کھانا تقسیم کرنا۔
- ❑ زندگی میں ہی اپنی قبر خود کھود لینا۔
- ❑ قبر کو خوب مزین کرنا اور اس پر پھول ڈالنا۔
- ❑ قبر پر میت کا نام یا تاریخ وفات لکھنا۔
- ❑ میت کو مسجد میں دفن کرنا۔

تعزیت کے متعلق غیر مسنون افعال

- ❑ تعزیت کے لیے کسی ایک جگہ پر اکٹھے ہونا۔
- ❑ قبروں کے قریب تعزیت کرنا۔
- ❑ تعزیت کے لیے تین ایام کی حد بندی کرنا۔
- ❑ میت کے گھر والوں کا تعزیت کی غرض سے آنے والوں کے لیے کھانا تیار کرنا۔
- ❑ تعزیت کے لیے ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھنا۔
- ❑ ہر تعزیت کے لیے آنے والے کا لوگوں کو ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کی اپیل کرنا۔
- ❑ وفات کے بعد پہلی عید کے موقع پر دوبارہ تعزیت کرنا۔
- ❑ میت کے لیے ایسے کھانوں کا صدقہ کرنا جسے وہ پسند کرتا تھا۔

زیارتِ قبور کے متعلق غیر مسنون افعال

- ❑ ہر جمعہ کو والدین کی قبروں کی زیارت کرنا۔

- یوم عاشوراء یعنی دس محرم الحرام کو قبروں کی زیارت کی پابندی کرنا۔
- پندرہ شعبان کی رات یعنی شب براءت کو قبروں کی زیارت کرنا اور قبروں پر آگ روشن کرنا۔
- عیدین کے دونوں دنوں میں اور ماہ رجب، ماہ شعبان اور ماہ رمضان میں زیارت کا اہتمام کرنا۔
- سوموار اور جمعرات کو زیارت کے لیے مقرر کرنا۔
- قبر کی زیارت کے لیے تیمّم کرنا۔
- قبر کے سامنے نمازی کی طرح ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا اور پھر بیٹھنا۔
- دو رکعت نفل ادا کرنا اور ہر رکعت میں ایک ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ اور آیت الکرسی اور تین مرتبہ سورۂ اخلاص کی تلاوت کرنا اور اس کا ثواب میت کو بھیجنا۔
- مردوں کے لیے سورۂ فاتحہ کی تلاوت کرنا۔
- قبروں پر سورۂ یٰس کی تلاوت کرنا۔
- قبروں پر گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص کی تلاوت کرنا۔
- چاندنی راتوں میں قبرستان میں منبروں اور کرسیوں پر وعظ و نصیحت کرنا۔
- قبروں کے درمیان اُونچی آواز سے ''لا اِلٰہ اِلا اللّٰہ'' کا ورد کرنا۔
- بعض قبروں کی زیارت کو حج قرار دینا۔
- اہل قبور کے واسطے سے انبیاء کو سلام بھیجنا۔
- عبادات مثلاً نماز اور قراءت قرآن وغیرہ کا ثواب مسلمان مردوں کو بھیجنا۔
- اعمال کا ثواب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجنا۔
- کسی کو قرآن کی تلاوت پر اور تلاوت میت کو ہدیہ کرنے پر اجرت دینا۔
- یہ عقیدہ رکھنا کہ انبیاء و صالحین کی قبروں کے قریب دعا قبول کی جاتی ہے۔
- یہ عقیدہ رکھنا کہ نیک آدمی کی قبر جس بستی میں ہوگی تو اس کی برکت کی وجہ سے بستی والوں کو رزق دیا جائے گا اور ان کی مدد کی جائے گی۔
- اس عقیدے سے اولیائے کرام کی قبروں کی زیارت کرنا کہ وہاں جانے سے ہماری بیماریاں دور ہوں گی، ہمارے کاروبار میں ترقی ہوگی اور ہمیں حکومت و سلطنت ملے گی وغیرہ وغیرہ۔
- انبیاء و صالحین وغیرہ کی قبروں کو چادروں سے ڈھانپنا۔

- کسی ولی کی قبر کے اردگرد کے درختوں اور پتھروں کو مقدس جاننا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ جس نے ان میں سے کسی چیز کو کاٹا تو اسے کوئی تکلیف ضرور پہنچے گی۔
- یہ اعتقاد کہ جس نے آیت الکرسی پڑھی اور شیخ عبدالقادر جیلانی کی طرف رخ کیا، اُن پر سات مرتبہ سلام بھیجا اور ہر مرتبہ سلام بھیجتے ہوئے اُن کی قبر کی طرف ایک قدم اُٹھایا تو اس کی حاجت پوری کی جائے گی۔
- انبیاء وصالحین کی قبروں کی زیارت کی غرض سے سفر کر کے جانا۔
- قبروں پر طبلے بجانا اور رقص وسرود کی محافل کا اہتمام کرنا۔
- قرآن اُٹھا کر قبرستان لے جانا اور پھر اس سے میت پر تلاوت کرنا۔
- قبرستان میں قرآن رکھنا تا کہ جو وہاں تلاوت کرنا چاہے اُسے مشکل پیش نہ آئے۔
- قبر کا باغ اور ستون بنانا۔
- اولیائے کرام کی قبروں کی کھڑکیوں پر کپڑے کے ٹکڑے باندھنا تا کہ وہ انہیں یاد رکھیں اور ان کی حاجتیں پوری کریں۔
- تبرک کی غرض سے قبر پر رومال اور کپڑے لٹکانا۔
- قبر کو بوسہ دینا اور اپنے پیٹ اور پشت کو قبر کی دیوار کے ساتھ ملنا۔
- اولاد حاصل کرنے کی غرض سے عورتوں کا اپنے جسموں کو قبروں پر ملنا۔
- انبیاء وصالحین کی قبروں کا طواف کرنا۔
- اہل قبر کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا۔
- میت سے مدد مانگنا اور فریاد کرنا۔
- یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ کے سوا میت بھی معاملات درست کر سکتی ہے۔
- قبروں کی زیارت کے بعد اُلٹے پاؤں واپس لوٹنا۔
- قبر کو اُونچا کرنا' اسے پختہ کرنا' اس پر عمارت تعمیر کرنا اور اس پر مساجد یا مزارات بنانا۔
- نبی کریم ﷺ کی قبر کی زیارت کی غرض سے سفر کرنا۔
- یہ عقیدہ رکھنا کہ جیسے آپ ﷺ اپنی زندگی میں لوگوں کی عرض وگزارش سنتے تھے اب بھی سنتے ہیں۔
- یہ اعتقاد کہ آپ ﷺ قبر پر حاضر ہونے والے لوگوں کے حال احوال سے واقف ہیں۔
- ماہ رجب میں آپ ﷺ کی قبر کی زیارت کا اہتمام کرنا۔

- آپ ﷺ کے وسیلے سے دعا مانگنا۔
- آپ ﷺ کی قبر پر لمبا قیام کرنا' اس کا طواف کرنا' اسے چومنا اور اس کے ساتھ جسم لگانا وغیرہ۔

میت کو نفع دینے والے اعمال کے متعلق غیر مسنون افعال

- وفات کے تیسرے' ساتویں' دسویں اور چالیسویں دن ختم وغیرہ کی مجالس کا انعقاد کرنا۔
- میت کو اجر پہنچانے کے لیے ہر جمعرات کو گھر میں یا قبرستان میں کھانا یا مٹھائی تقسیم کرنا۔
- چالیس دن تک میت کی طرف سے کسی غریب کو کھانا بھیجنا۔
- چالیسویں دن کے ختم میں میت کے پسندیدہ کھانے پکانا اور اس کی اشیائے ضروریہ کو تقسیم کرنا۔
- برسی منانا یعنی میت کو ثواب پہنچانے کی غرض سے سالانہ ختم دلانا۔
- رجب' شعبان اور رمضان میں میت کی طرف سے خاص صدقہ وخیرات کا اہتمام کرنا۔
- قرآن پڑھنا یا پڑھوانا اور اس کا ثواب مرنے والے کو بھیجنا۔
- آیت کریمہ کی رسم ادا کرنا یعنی گٹھلیوں پر چالیس دن تک سوا لاکھ مرتبہ مختلف اذکار و وظائف پڑھنا۔(۱)

" ألحمد لله الذی بنعمته تتم الصالحات حمدا كثيرا طيبا مباركا على أن وفق هذا العاجز تصنيف كتاب الصيام وأسأله المزيد من العلم والعمل والفضل والتوفيق وأن يجعل هذا الكتاب سبب نجاتي ووسيلة دخولي في جنات النعيم مع النبيين والصديقين والشهداء والصالحين "

[بقلم : حافظ عمران ايوب لاهوری]

(۱) [مندرجہ بالا تمام بدعات جنازہ کی تفصیل کے لیے دیکھیے احکام الجنائز وبدعها للألبانی]
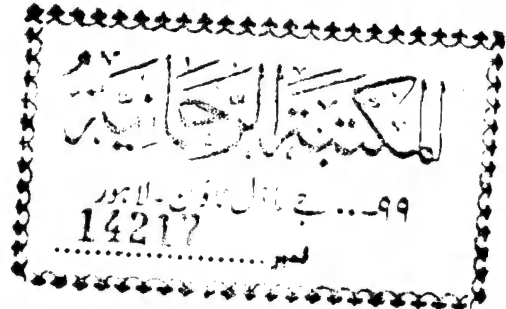
فقہی ترتیب پر مشتمل جدید طرزِ تحقیق سے آراستہ کتب

اسلامی طرزِ زندگی سے متعلق فقہی احکام و مسائل

تالیف و تخریج: حافظ عمران ایوب لاہوری — تحقیق وافادات: محدث العصر علامہ ناصر الدین البانی

☆ یہ سلسلہ (فقہ الحدیث) حدیث کی فقہ و فہم کا ذخیرہ ہے۔

☆ یہ کتب حدیث سے ماخوذ احکام و مسائل پر مشتمل ہیں۔ جن میں ہر عنوان سے متعلقہ تقریباً تمام مسائل اور دلائل کو یکجا کر دیا گیا ہے اور مسائل میں تائید کے لیے ائمہ اربعہ اور دیگر کبار علماء کے مذاہب بھی نقل کیے گئے ہیں۔

☆ اختلافی مسائل میں راجح و برحق موقف کی وضاحت کی گئی ہے۔

☆ تمام آیات واحادیث اور اقوال وفتاوی جات کو باحوالہ نقل کیا گیا ہے۔

مطبوعہ حصے:

4- کتاب الطھارۃ (طہارت کی کتاب)
5- کتاب الصلاۃ (نماز کی کتاب)
7- کتاب الصیام (روزوں کی کتاب)
9- کتاب الجنائز (جنازے کی کتاب)

زیر طبع حصے:

1- کتاب الایمان (ایمان کی کتاب)
2- کتاب التوحید (توحید کی کتاب)
3- کتاب السنۃ (سنت کی کتاب)
6- کتاب الزکوٰۃ (زکوٰۃ کی کتاب)
8- کتاب الحج (حج کی کتاب)
10- کتاب البیوع (تجارت کی کتاب)

☆ ہر حدیث کی مکمل تخریج و تحقیق کی گئی ہے۔

☆ ہر حدیث پر علامہ ناصر الدین البانیؒ کی تحقیق لگائی گئی ہے۔

☆ اس قسم کی کئی کتب اگرچہ مارکیٹ میں پہلے سے میسر تھیں مگر سلسلہ فقہ الحدیث میں ان کتب کی مزید ضروریات کی تکمیل کر دی گئی ہے اور علامہ البانیؒ اور دیگر بڑے بڑے محققین کے تحقیقی مواد نے اس سلسلہ کی اہمیت و افادیت دوچند کر دی ہے۔

ناشر
فقہ الحدیث پبلیکیشنز لاہور
Mobile: 0300-4206199
E-mail: fiqhulhadith@yahoo.com

ڈسٹری بیوٹر
نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور
Phone : +92-042-7321865
E-mail: nomania2000@hotmail.com

پانچ اہم دینی مسائل
عشرہ ذوالحجہ عیدین قربانی عقیقہ
اور نومولود بچے سے متعلقہ مسائل کا تحقیقی جائزہ
کتاب وسنت اور صحیح احادیث کی روشنی میں مع تخریج وتحقیق
تالیف: حافظ عمران ایوب لاہوری
☆ یہ کتاب اُن پانچ اہم دینی مسائل کا مجموعہ ہے جن سے ہر مسلمان کو واسطہ پڑتا رہتا ہے۔
☆ عشرہ ذوالحجہ، عیدین، قربانی، عقیقہ اور نومولود سے متعلقہ مسائل کا تعلق یقیناً ہر مسلمان سے ہے۔
☆ اس کتاب میں مذکورہ پانچوں مسائل کو بالتفصیل ذکر کیا گیا ہے۔ دلائل کے لیے کتاب وسنت اور صحیح احادیث کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ ہر حدیث کو مکمل تخریج وتحقیق کے ساتھ مزین کیا گیا ہے۔ مسائل میں مزید تائید کی غرض سے عرب وعجم کے علماء کے فتاوی جات بھی نقل کیے گئے ہیں۔
☆ قارئین کے مزید استفادے کے لیے کتاب کے آخر میں پروفیسر ڈاکٹر شفیق الرحمٰن کیلانی حفظہ اللہ کا ایک تحقیقی مقالہ بعنوان ''ذبح کا اسلامی طریقہ'' بھی درج کیا گیا ہے۔ جس میں انہوں نے جدید سائنسی اور طبی بصائر کی روشنی میں غیر اسلامی ذبح کے ایسے ایسے نقصانات بیان کیے ہیں جنہیں عام آدمی محسوس ہی نہیں کرتا اور نہ ہی یہ تفصیل آج تک کسی اور کتاب میں بیان کی گئی ہے۔
☆ نیز یہ کتاب اگر کسی کو تحفہ دی جائے گی تو اسے ہر سال عید کے موقع پر، ہر مرتبہ قربانی کے وقت اور ہر بچے کی پیدائش کے موقع پر لازماً فائدہ دے گی اور اس طرح وہ ہمیشہ تحفہ دینے والے کو یاد رکھے گا۔
☆ اس قدر اہم اور معیاری کتاب ہونے کے باوجود یہ انتہائی کم قیمت پر دستیاب ہے لہٰذا اس سے مستفید ہونے میں دیر مت کیجئے۔
یہ کتاب مبلغ/65 روپے ذیلی ایڈریس پر ذریعہ منی آرڈر روانہ فرما کر گھر بیٹھے حاصل کریں۔
یہ کتاب اپنے ہر قریبی بک سٹال یا ذیلی ایڈریس سے طلب فرمائیں۔
نعمانی کتب خانہ
حق سٹریٹ اردو بازار لاہور
Ph: 7321865 E-Mail: nomania2000@hotmail.com

- شرعی احکام کا ایک بڑا حصہ ایسا ہے جو اہل بدعت کی فتنہ انگیز موشگافیوں کی نذر ہو چکا ہے۔ لوگ ایک عمل نیکی سمجھ کر کرتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ انہیں جہنم کی طرف لے جا رہا ہوتا ہے کیونکہ وہ عمل دین کا حصہ نہیں ہوتا بلکہ دین میں خود ساختہ ایجاد کا مظہر ہوتا ہے اور فرمانِ نبوی ہے کہ دین میں ہر نئی ایجاد کی جانے والی چیز بدعت ہے، ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم کی آگ میں لے جائے گی۔
- جن مسائل میں بکثرت بدعات ایجاد کرنے کی مذموم کوشش کی گئی ہے ان میں وفات سے پہلے اور وفات کے بعد کے مسائل نہایت اہمیت کے حامل ہیں اس لیے کہ ان سے ہر درجہ کے انسان کا واسطہ پڑتا رہتا ہے خواہ امیر ہو یا غریب، بادشاہ ہو یا فقیر اور نیک ہو یا بد۔
- ضرورت اس امر کی تھی کہ ان تمام مسائل کو مکمل تحقیق کے ساتھ عام فہم انداز میں یوں قلم بند کر دیا جائے کہ ہر طبقہ کے افراد اس سے مستفید ہو سکیں اور بدعات سے اپنا دامن بچا کر صحیح احادیث کی روشنی میں سنت نبوی اپنا سکیں۔
- فاضل مصنف "**حافظ عمران ایوب لاہوری سلمہ اللہ**" نے اس کتاب میں یہی کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ انہوں نے اس کتاب میں تقریباً وہ تمام مسائل جمع کر دیئے ہیں جو وفات سے متعلقہ ہیں مثلاً مرض، علاج، آزمائشوں پر صبر، حُسنِ خاتمہ کی علامات، غسل، کفن، نماز جنازہ، تدفین، ایصالِ ثواب، زیارتِ قبور، عذاب قبر اور سماعِ موتی وغیرہ۔
- یہ کتاب اس حوالے سے انفرادی اہمیت کی حامل ہے کہ اس میں جنازے کی تمام بدعات کو شرعی مسائل سے جدا کر کے ذکر کیا گیا ہے۔ تمام احادیث کی تخریج و تحقیق کی گئی ہے، ہر حدیث پر شیخ البانی ؒ کی تحقیق درج کی گئی ہے، دلائل میں کتاب و سنت کی نصوص کے علاوہ کبار مفتیان کے افادات بھی نقل کیے گئے ہیں جن میں امام ابن تیمیہؒ، امام ابن قیمؒ، حافظ ابن حجرؒ، امام نوویؒ، شیخ ابن بازؒ، شیخ ابن عثیمینؒ، علامہ البانیؒ اور دیگر متعدد علماء شامل ہیں۔
- اس درجہ جامع اور مستند کتاب ہونے کے باعث یہ ہر گھر کی اشد ضرورت ہے لہٰذا اسے نہ صرف خود اپنے لیے خریدیں بلکہ دوست احباب کو بطور تحفہ پیش کر کے دعوت و تبلیغ میں بھی شرکت کریں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مصنف کی مساعی جمیلہ کو قبولیت سے نوازے، اس کتاب کو اُمت مسلمہ کے لیے نافع بنائے اور ادارہ "**فقہ الحدیث پبلیکیشنز**" کے تمام ارکان کو بھی جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے طباعتی معیار کو حُسن و خوبی سے ہم آہنگ کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی۔

مولانا امیر حمزہ حفظہ اللہ

ایڈیٹر ہفت روزہ غزوہ پاکستان